ماہنامہ

قلندر شعور

جنوری ۲۰۲۲ء

سکون زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے
اور رُوح کے عرفان کے بغیر سکون نہیں ملتا

FOOD COURT RESTAURANT SHOPS APARTMENTS
LDA Approved
LDA-DMP-423
PARK TOWER
گراؤنڈ فلور
+6 منزلہ عمارت
پارک ٹاور
PARK TOWER
ICONIC PROJECT IN
NEW LAHORE CITY
SECTOR C PEARL ENCLAVE
نیو لاہور سٹی میں...
مین کمرشل سیکٹر C سے منسلک
بحریہ ٹاؤن اور رِنگ روڈ سے چند منٹ
کی مسافت پر
PMS
PROPERTY MANAGEMENT SERVICES
FACING PEARL ENCLAVE PARK
4 سال کی
آسان اقساط
فوڈ کورٹ، ریسٹورینٹ
دکانیں اور اپارٹمنٹس
Plot no 191,192,193,194 Sector-C, Pearl Enclave, New Lahore City (Zaitoon) Canal road Lahore.
+92-333-4715823 +92-300-8711836 +92-300-2223712 +92-321-4070699
www.parktower.pk | info@parktower.pk
CCTV & Security
Smart Entry & Alarm
Parks & Play Areas
Public Transport
Wide Road Network
Hospital
School
Power Backup
1 & 2 Bed
Fitted Kitchen
Laundry Area
Bath

زیرِ سرپرستی
اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

فری ممبرشپ

عظیمیہ روحانی لائبریری جنڈ، اٹک

روحانی علوم کے متلاشی خواتین وحضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طلبہ وطالبات کے لئے عظیمی صاحب کی تحریر کردہ اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

اوقات: عصر تا مغرب روزانہ

حاجی بازار، جنڈ، اٹک۔ موبائل نمبر: 03009145175

QALANDAR SHAOOR ACADEMY
HYDERABAD - PAKISTAN

قلندر شعور اکیڈمی

مراقبہ ہال حیدرآباد

قلندر شعور ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ہم کائناتی تخلیقی فارمولوں کے تحت اپنے اندر روحانی صلاحیتوں کو متحرک کر سکتے ہیں۔

روحانی علوم کے متلاشی، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے خواتین وحضرات کے لئے خوش خبری

زیر سرپرستی خانوادہ سلسلہ عظیمیہ

گلشن شہباز، نزد ٹول پلازہ، جامشورو حیدرآباد، 71000 ، پاکستان

فون نمبر: 0331-3615533 ، 0333-2695331

DEFENCE
3D - OPG - CEPH

3 DIMENSIONAL DENTAL IMAGING CBCT SYSTEM

KARACHI

3D

Free software provide with implant library to all consultant for Nerve Tracing. Cephalomatric Tracing, Implant Planing.

Maxillofacial

Implant Planning

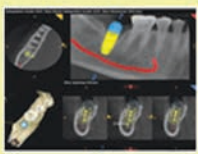

OPG

CEPH

Take Your Practice to the Next Level !

Defence branch:
0213-8941506 - 0343-7180348
Building # 7-C, Shop # 1, Street 10, Badar Commercial Area, Phase 5 Ext. DHA, Karachi.

Sharfabad branch:
0213-4920777 - 0320-4690899
Plot # 87, Shop # 2, Zulekha Tower, Block-3, BMCH Society, Main Jamal-ud-Din AfghaniRoad, Sharfabad, Karachi.

Email: info@3d-diagnostic.pk Web: www.3d-diagnostic.pk

The Secret of a Beautiful Smile

DENTAL innovations Clinic

Dental Implants

Aesthetic Dentistry

Teeth Whitening, Porcelain Crowns, Veneers, Ceramic Restorations

Restorative Dentistry

Crown & Bridge, Root Canal Treatment

Orthodontics

Fixed And Removable Braces, Invisible Braces

General Dentistry

Extractions, Fillings, Dentures

Preventive Dentistry

Pit Fissure Sealants, Scaling, Root Planning

Minor Oral Surgery

Impaction (Wisdom Teeth), Apicectomy

Pediatric Dentistry

Space Maintainers, Steel Crowns

LAHORE

LG 136, Siddiq Trade Center
Main Boulevard Gulberg.
0301 2399991 - 042 2581711
0300 8511747

QUETTA

Balochistan Medical Center
Prince Road / Fatima Jinnah Road,
081 2836448 - 081 2825275
0300 3811747

جلد 9 شمارہ 12 | جنوری 2022ء | جمادی الاوّل۔جمادی الثّانی 1443ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ کراچی

قلندر شعور

Neutral Thinking

(اردو۔انگریزی)

سرپرست اعلیٰ

حضور قلندر بابا اولیاؒ رحمۃ اللہ علیہ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر

حکیم سلام عارف

سرکولیشن منیجر

محمد ایاز

با اہتمام عظیمی یونیورسٹی پریس۔۔۔پبلشر شاہ عالم عظیمی نے ابن حسن آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ہاکی اسٹیڈیم، کراچی سے چھپوا کر شائع کیا۔

فی شمارہ 100روپے.....سالانہ ہدیہ 1490روپے رجسٹرڈ ڈاک کے ساتھ، بیرونِ پاکستان 70امریکی ڈالر سالانہ

B-54، عظیمی محلّہ، سیکٹر C-4 سرجانی ٹاؤن کراچی، پاکستان۔فون نمبر: 6912020 (0)213 92+

۲۹ مضامین کا گُل دان

حمد باری تعالیٰ ______ بابا گرونانک 10

نعت رسول مقبول ﷺ ______ ڈاکٹر سید انعام احسن فقیر 11

منقبت بحضور قلندر بابا اولیاؒ ______ شعرائے کرام 12

دنیائے طلسمات ہے ساری دنیا ______ ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ 14

فقیر کی ڈاک ______ ادارہ 18

نامے میرے نام ______ خانوادہ سلسلہ عظیمیہ 21

تخلیقِ کائنات کے سربستہ راز ______ (M.A Fine Arts) حامد ابراہیم 25

مشک کی خوش بو ______ ادارہ 31

خیال ــــ فون کی گھنٹی ______ عابد محمود 35

مسائل اور پیرا سائیکالوجی ______ خواجہ شمس الدین عظیمی 41

والدہ ماجدہ ______ گلِ نسرین 45

مے خوار عظیمؔ برخیا حاضر ہے ______ (M.Phil) ایسوسی ایٹ پروفیسر نجمہ شفیق 51

سمندر کے تاریک گوشے ــ؟ ______ (M.Sc. Botany) خالدہ زبیر 57

ماسٹر پرنٹ ______ ملک محمد ناصر 63

یوم ______ اظہر حسین 67
نومبر 2021ء کے سرورق کی تشریح ______ قارئین 71
کِس نے کہا۔۔۔ سنا کِس نے ______ عرفانہ شہزاد 75
رنگین گلوب ______ (B.Sc. Software Eng.) محمد عاصم بیگ 79
صوفی۔۔۔ لاکوفی ______ (Ph.D.) ڈاکٹر سعیدہ شفیق میمن 85
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی ______ سید نوشاد کاظمی 89
عقل مند مکھی ______ نیّر اعظم 95
پورب کے ہم زاد ______ (M.Sc. Applied Physics) محمد عدنان خان 101
جو یقین کی راہ پر چلے ______ گلستان احمد 109
آپ کے خواب اور ان کی تعبیر ______ عظیمی خواجہ شمس الدین 113
حضور قلندر بابا اولیاؒ کی تعلیمات ۔۔۔ گیارہ زبانوں میں ______ ادارہ 119
140 From Editor's Desk ______ Teachings of Qalandar Baba Auliya (RA) in 11 Languages
143 Nida Shahzad ______ A Fearless Mind
147 Bibi Anuradha (UAE) ______ Symbiosis
152 Dr. Zubair Ahmad (Ph.D) ______ The Power of Intention
156 K. S. Azeemi ______ Message of the Day

حمد باری تعالیٰ

بابا گرو نانکؒ

والی ہے وہ اوّل بھی
وہ آخر میں بھی والی ہے

جس کو اس سے پریت نہیں
وہ سوچ سمجھ سے خالی ہے

مالک حاضر ناظر ہے وہ
ہر دم پاس حضوری ہے

اندھا دور جو سمجھے اس کو
حق سے اس کو دوری ہے

جس کی سیوا کرنے سے
درگاہ میں رب کی مان ملے

مورکھ اس کو بھولیں گے
کب جانیں گے انجان اسے

بھول میں ہے انسان ہمیشہ
غفلت کرنے والا ہے

نانکؒ وہ بے انت خدا ہی
ہر اک کا رکھوالا ہے

نعت رسول مقبول ﷺ

ڈاکٹر سید انعام احسن فقیرؔ

سرورِ کونینؐ، ختم الانبیاؐ　　بندۂ حق، مظہرِ شانِ خدا
محسنِ انسانیت، خیرالبشرؐ　　مخزن و سر چشمۂ صدق و صفا
نیرِّ برجِ سخا، گیتی فروز　　گوہرِ یک دانۂ دُرجِ عطا
کعبۂ دل، قبلۂ روح و رواں　　فخرِ ایماں، نازشِ دینِ ہدیٰ
مطلعِ صبحِ ازل، نورِ ابد　　معنئ شمس الضحیٰ، بدرالدّجیٰ
آشنائے منزلِ ناز و نیاز　　عاشقِ داور، حبیبِ کبریا
یہ مقامِ قرب، اللہ الصمد!　　یہ کمالِ بندگی، یہ ارتقا
دستِ قدرت کا وہ یکتا شاہکار　　سایہ بھی جس کا نہ پیدا ہوسکا
جنتِ لطفِ زباں، فردوسِ گوش　　کیا مبارک نام ہے، صلِّ علیٰ
آپؐ کا ہر فعل، تفسیرِ کتاب　　آپؐ کا ہر قول، فرمانِ خدا
آپؐ کے احکام، دستورِ حیات　　آپؐ کا پیغام، پیغامِ بقا
دیدنی ہے آج میری بے بسی　　المدد، اے شافعؐ روزِ جزا

بندۂ عاجز، فقیرِؔ کج بیاں
کیا کرے گا مدحِ ممدوحِ خدا

روحانی چمن

کیا حسیں ہے اولیا بابا قلندرؒ کا چمن
جس میں لاکھوں پھول ہیں خوش رنگ و رنگیں پیرہن

ایک عالم، ایک عارف، ایک صوفی، اک ولی
اک قلندر اپنی تنہا ذات سے ایک انجمن

اولیا بابا قلندرؒ وہ عظیم ابدالِ حق
جن سے زندہ ہیں تصوف کی روایاتِ کہن

آپ نے آیاتِ قرآنی پہ وہ مضمون لکھے
کر گئے جو دل کو بحرِ معرفت میں غوطہ زن

سچ کہی ہے خواجہ شمس الدین عظیمی نے یہ بات
ہے نظامِ خانقاہی، دافع رنج و محن

چشم باطن دیکھتی ہے آنے والا ہے وہ دور
عام ہوجائے گا جب دنیا میں باباؒ کا مشن

آسمانی روشنی ذہنوں پہ یوں چھا جائے گی
دفن ہوجائے گی ظلمت اوڑھ کر شب کا کفن

ہے قلندر باباؒ کا سایہ جو اپنے باغ پر
لہلہاتا ہی رہے گا اب یہ روحانی چمن

محمد اویس الحسن خان
(ڈپٹی رجسٹرار اسلام آباد ہائی کورٹ)

واقفِ ہست و عدم

صاحبِ لوح و قلم، بابا قلندر اولیاؒ
واقفِ ہست و عدم، بابا قلندر اولیاؒ

حاملِ اسرارِ کُن، دنیا ترے گاتی ہے گُن
صدر الصدورِ محترم، بابا قلندر اولیاؒ

اُخریٰ حسن تیرا لقب رتبہ ترا ابدالِ حق
بسطِ رسولِ محتشمؐ، بابا قلندر اولیاؒ

حاضر ہوا در پر تیرے جو بھی یہی دائم سنا
اکسیر ہے خاکِ قدم، بابا قلندر اولیاؒ

لنگر ترا ہر دم کھلا ادراک کا عرفان کا
تجھ کو ملا علمِ قلم، بابا قلندر اولیاؒ

کھیتی مری امید کی بوئے علیؑ کر دو ہری
بحرِ سخا، ابرِ کرم، بابا قلندر اولیاؒ

دنیائے طلسمات ہے ساری دنیا

"اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔" (النور: ۳۵)

اس آیت پر زور دے کر میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اسپیس کی تین اقسام ہیں۔

- ایک قسم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نورِ ارضی کہا ہے۔
- دوسری قسم وہ ہے کہ جب نورِ ارضی کو روشنی کے طور پر دیکھا جائے۔ یہ نور جسے میں نے روشنی کہا ہے، ایک برقی جسم ہوتا ہے جو انسان کے چاروں طرف غلاف کی طرح قائم ہوتا ہے۔ یہ غلاف تقریباً ایک فٹ موٹا ہوتا ہے۔
- تیسری قسم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے روح کہا ہے۔ ہم اسے دیکھ نہیں سکتے، چھو نہیں سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ "یہ روشنی نہ شرقی ہے نہ غربی"۔ معنی یہ ہوئے کہ اسپیس کے ڈائی مینشن میں کوئی سمت نہیں۔ اگر ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو برقی جسم کے ذریعے دیکھتے ہیں یعنی برقی جسم ہماری نظر اور چیز کے بیچ میں رکاوٹ ہے۔

ہماری نظر ایک طرف روح کی، دوسری طرف برقی جسم کی اور تیسری طرف اس چیز کی نمائندگی کرتی ہے جسے ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسپیس کے ڈائی مینشنز میں تین چیزیں شامل ہیں۔ روح، برقی جسم اور وہ چیز جسے اللہ نے ارض فرمایا ہے۔

ارض کوئی بھی چیز ہوسکتی ہے۔ بڑی بھی ہوسکتی ہے، چھوٹی بھی ہوسکتی ہے، ارض درخت بھی ہوسکتی ہے، ارض کوئی فرد بھی ہوسکتی ہے، ارض زمین بھی ہوسکتی ہے۔ ہم ارض کو چھوتے

بھی ہیں، دیکھتے بھی ہیں، سونگھتے بھی ہیں، سنتے بھی ہیں، چکھتے بھی ہیں اور سمجھتے بھی ہیں۔ ہماری سمجھ کے مطابق یہ ارض کبھی ہمارے سامنے پھول کی شکل میں آتی ہے، کبھی تتلی کی شکل میں، کبھی پھل کی شکل میں۔

قابلِ تفکر ہے کہ برقی رَو جو ہمارے چاروں طرف غلاف کا کام کرتی ہے، وہی نظر کے لئے منشور (prism۔ پرزم) بن جاتی ہے اور ہم سے وہ حقیقت چھپالیتی ہے جو ہمارے اوپر ظاہر ہونی چاہئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں صاف صاف بتادیا ہے کہ "میرے ہادی آپ کے پاس آئیں گے، اگر آپ ان کی بات مانیں گے، ان کے کہنے کے مطابق عمل کریں گے، ان کا اتباع کریں گے تو آپ کو آپ کے آباؤاجداد کا وطن واپس مل جائے گا"۔

معنی یہ ہوئے کہ اعلیٰ اسپیس سے ادنیٰ اسپیس میں آنے پر نافرمانی نے ہمیں غلط خیالوں میں اور فریبِ نظر میں ڈال دیا ہے اور ہم اس میں پھنس گئے ہیں۔ یعنی پرزم نے ہمیں غلط دکھانا شروع کر دیا۔ نتیجے میں روح ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوگئی اور الوژن تصورات آنکھوں کے سامنے آنے لگے۔ درحقیقت یہ پرزم کا اثر تھا جو جسم پر برقی غلاف کی شکل میں چڑھا ہوا تھا۔ آنکھوں کے سامنے آنے کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے ہمارے دماغ پر قبضہ کرلیا۔ پہلے ہم نے ان کو توہم میں دیکھا۔ پھر پرزم نے ایسی حرکت کی کہ توہمات ہمارے سامنے صورت بن کر آگئے۔ جتنا وہ قریب آتے گئے، ہم حقیقت سے دور ہوتے گئے۔

پرزم کی وجہ سے ہم کسی چیز کو چھوٹی سے بڑی ہوتی ہوئی دیکھتے ہیں، ختم ہوتی دیکھتے ہیں، جو چیز واہمہ میں ہو، اسے آہستہ آہستہ صورت میں دیکھتے ہیں۔ ہم اس چیز کو اپنی کوششوں کا نتیجہ سمجھنے میں فرق نہیں کرتے۔ میں آپ کو اس کی مثالیں دے رہا ہوں۔

جس نے ٹیلی فون ایجاد کیا، وہ چاہے ایک فرد ہو یا زیادہ، اس نے آہستہ آہستہ ترقی کی اور خیالات کو عملی شکل دی۔ نتیجے میں ٹیلی فون سامنے آگیا۔ یہ وہی پرزم کا اثر تھا جس نے

ہمارے امیج یا عکس کو مختلف تجربوں اور مراحل سے گزار کر ٹیلی فون بنا دیا۔ یہی معاملہ ٹیلی ویژن اور ہوائی جہاز کا ہے۔ یہی بات ایٹم کے بارے میں ہے۔

تاریخ اس پرزم کی وجہ سے ہی بدلتی رہتی ہے۔ ایک طرف پرزم ہمیں جسم کے بارے میں بتاتا ہے، ہڈیوں کو سخت بتاتا ہے، گوشت میں خاص قسم کی لچک بتاتا ہے۔ دوسری طرف یہی پرزم بتاتا ہے کہ ہر چیز مٹی ہے اور مٹی سے مختلف شکلیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک طرف وہ خیال کو کچھ اہمیت نہیں دیتا اور دوسری طرف خیال سے دس سال، بیس سال، تیس سال، ہزار سال کی شکل بنالیتا ہے۔ جیسا کہ میں نے ابھی کہا تاریخ، جغرافیہ وغیرہ سب علوم اس کی شاخیں ہیں۔ یہ میں نے قرآن کی رُو سے لکھا ہے۔ میں اپنی طرف سے نہ کوئی بات لکھ سکتا ہوں، نہ لکھنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے آدم کو علم الاسماء سکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ آدم کو زمین دی یا درخت دیئے یا پہاڑ دیئے یا دریا دیئے۔ صرف یہی فرمایا ہے کہ میں نے آدم کا پتلا مٹی سے بنایا اور اس میں، میں نے روح پھونکی اور آدم کو علم الاسماء سکھایا۔ سورۃ یٰسٓ کی آخری آیت میں ارشاد ہے،

"اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کا تو کہتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔"

ارادہ سے کس طرح ہو جاتی ہے؟ آخر کوئی طریقہ ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہے مگر ہمارے سامنے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے کہ تفکر کرو، تدبر کرو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے ارادے کو علم الاسماء سے ملانا (جوڑنا) ہے۔ یہ سب پرزم کی بدولت ہوتا ہے جو ہمارے اوپر غلاف (خول) کی طرح ڈھکا ہوا ہے۔ واضح معنی یہ ہوئے کہ ہماری روح کے اوپر یہ پرزم خول کی شکل رکھتا ہے۔ ہم اسی پرزم کے ذریعے دیکھتے ہیں، چھوتے ہیں، جانتے ہیں اور حرکت کرتے ہیں۔

ہر مخلوق پرزم کے اندر ہے۔ اگر پرزم کے باہر نکل جائے تو اس کی ہستی نہیں ملتی۔ زمین سے جتنے لوگ خلا میں گئے، پریشر سوٹ کے بغیر نہیں جاسکے یعنی پرزم ان پر مسلط تھا۔ اگر وہ آکسیجن نہ ہونے کا بہانہ کریں تو اس پر مجھے بحث نہیں کرنا ہے۔ وہ اگر چاہیں تو آکسیجن اپنے ساتھ لے جائیں۔ میں ایک ہی بات کہنا چاہتا ہوں کہ وہ پرزم میں ہی تھے۔ مگر یہ بات بھی واضح ہے کہ جو خلا باز کھو گئے، وہ اس پرزم کے باہر نکل گئے تھے اور نتیجے میں ان کی ہستی مٹ گئی یا وہ ایسی جگہ چلے گئے جس کا نام ہم نہیں جانتے۔

جو کچھ بھی اس پرزم کے اندر ہے قدرت نے اس پر کچھ حدیں لگا دی ہیں، وہ حدیں توڑی نہیں جاسکتیں اور نہ ان سے باہر نکلا جا سکتا ہے۔ مصنوعی سیارے انہی حدود کے اندر ٹوٹتے ہیں اور ٹوٹ کر گرتے ہیں۔ ان کی نشانیاں بھی مل جاتی ہیں۔

یہ تفصیل اس بات کی تھی کہ پرزم کائنات کو کم از کم دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ایک وہ جو ہمارے نزدیک ہے، اسے کہتا ہے کہ یہ سب مٹی ہے اور جو ہم سے دور ہے، اسے آنکھیں روشنی یا چمکتی شکل میں دیکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا ہے،

"آپ پہاڑ کو دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ قائم ہے (حالانکہ وہ قائم نہیں)۔"

یہ بھی پرزم کی تفصیل ہے۔ اسی پرزم کے ذریعے مستقبل میں ایسی ایسی ایجادیں ہوں گی جو انسانوں کو تعجب میں ڈالیں گی۔

دنیائے طلسمات ہے ساری دنیا　　کیا کہئے کہ ہے کیا یہ ہماری دنیا
مٹی کا کھلونا ہے ہماری تخلیق　　مٹی کا کھلونا ہے یہ ساری دنیا

فقیر کی ڈاک

تفکر ـــــ ذہن کی دنیا میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ تفکر سے خیال کی گہرائیاں روشن ہوتی ہیں۔ گہرائی میں تخلیقی رموز کے خزینے ہیں جن تک رسائی ـــــ عرفانِ نفس اور معرفتِ الٰہی ہے۔ ''فقیر کی ڈاک'' اذہان کی آبیاری ہے جس میں مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب شعور کے تانے بانے کو لاشعور سے جوڑ دیتے ہیں۔

محترم عظیمی صاحب ـــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہمارے اندر تقاضے پیدا ہوتے ہیں جن میں ہمارا ارادہ اور اختیار شامل نہیں ہوتا۔ تقاضا ابھرنے کے بعد ہم اپنا ارادہ و اختیار استعمال کر کے اس کی تکمیل کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ تقاضوں کی ماہیت کیا ہے اور ہم تقاضے کے زیر اثر حرکت کرنے پر کیوں مجبور ہیں؟

شکریہ، محمد حسان حنیف (سرگودھا)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ،

زندگی تقاضوں کے دوش پر سفر کر رہی ہے۔ ہمارے اندر تقاضے پیدا ہوتے ہیں اور ہم ان کی تکمیل کرتے ہیں۔ ہمیں بھوک لگتی ہے تو ہم بھوک رفع کرنے کے لئے غذا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پیاس لگتی ہے تو فوراً ہمارا رجحان پانی کی طرف ہو جاتا ہے۔ ہم کھانا کھا لیتے ہیں، پانی پی لیتے ہیں یعنی تقاضوں کی تکمیل کر لیتے ہیں اس طرح ہمیں تسکین مل جاتی ہے اور ہم مطمئن ہو جاتے ہیں۔

اگر ہم کسی تقاضے کو نظر انداز کرتے ہیں تو ہمارا ذہن اس میں الجھ کر رہ جاتا ہے اور ہمیں بار بار کی عدم تکمیل کی طرف متوجہ کرتا رہتا ہے۔ اس کے نتیجے میں ہم بے چینی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اضطراب و پریشانی ہمارے اندر دَور کرنے لگتی ہے۔ ہم کوئی بھی کام ارتکازِ توجہ سے نہیں کر سکتے، بار بار ہماری توجہ

بھٹک جاتی ہے۔ تمام تقاضوں کا یہی حال ہے۔ کھانا پینا، خوش ہونا، محبت کرنا، معاش کا کام کرنا، اولاد کی تعلیم و تربیت کرنا، ایثار و محبت، دوسروں کے کام آنا الغرض زندگی کا ہر عمل کسی نہ کسی تقاضے کا نتیجہ ہے۔ یہ تقاضے دنیا کے ہر آدمی میں پیدا ہوتے ہیں اور دنیا کا ہر آدمی کسی نہ کسی طرح کبھی نہ کبھی جلد یا بدیر ان تقاضوں کی تکمیل کر کے اطمینان حاصل کرتا ہے۔

جسم کے تقاضوں کی طرح انسان کی روح میں بھی تقاضے ہوتے ہیں۔ روح کے تقاضے انسانی شعور کو یہ احساس دلاتے ہیں کہ ان کی تکمیل ہونی چاہئے۔ روحانی تقاضے اور ان کی تکمیل جسمانی تقاضوں سے زیادہ اہم اور نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ ان کے نتائج جسمانی تقاضوں کے مقابلے میں زیادہ، مسلسل اور عظیم الشان ہوتے ہیں۔ ان کی تکمیل کے نتیجے میں انسان کو بہت زیادہ سکون، بہت زیادہ طمانیت کا احساس ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ہر فکر کو بھول جاتا ہے، سرشاری اور کیف ذہن کا احاطہ کر لیتا ہے، چاروں طرف سے خوشی اور خوشی کے لوازمات حصار میں لے لیتے ہیں اور کسی غم یا پریشانی کو اس کے پاس پھٹکنے نہیں دیتے۔

ان روحانی تقاضوں میں سب سے اہم اور سب سے زیادہ بنیادی تقاضا جو ہر انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے، وہ انسان کو احساس دلاتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم کرنا چاہئے اور ان خوشیوں اور مسرتوں سے بہرہ مند ہونا چاہئے جو اللہ سے رابطے اور قربت کا لازمی نتیجہ ہیں ۔۔۔ انسان کی روح اس خوشی اور مسرت کے لئے بے قرار ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آدمی اس ذہن کو پس پشت ڈال چکا ہے جو اسے ایسے تقاضوں اور ان کی تکمیل کی اہمیت سے آگاہ کرتا ہے۔ اس نے چند روزہ مادی زندگی کے عارضی تقاضوں کو سب کچھ سمجھ لیا ہے۔

جسم فانی ہے اور جسمانی خوشیاں اور غم بھی عارضی ہیں، یہ سب جسم کی موت کے ساتھ فنا ہو جائیں گے۔ روح لافانی ہے اس لئے ہر وہ چیز جو روح سے متعلق ہے، اپنے اندر لافانیت کا پہلو رکھتی ہے۔ روحانی تقاضوں کی تکمیل کے نتیجے میں جو روحانی خوشی حاصل ہوتی ہے، وہ ہمیشہ کی مسرت و آرام کی ضامن ہوتی ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ آدمی ان سب باتوں کی اہمیت کو فراموش کر چکا ہے، وہ اپنی روح سے دور ہو چکا ہے اور روحانی تقاضوں کی تکمیل کی طرف سے لاپروا ہو گیا ہے لیکن اس کی روح اسے اب

بھی ان تقاضوں کی تکمیل کی طرف متوجہ کرتی رہتی ہے۔ انسان اسے خواہ کچھ بھی معانی پہنائے، اسے کسی بھی مفہوم میں قبول کرے، اس کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

روح کے بار بار خبر دار کرنے پر بھی جب ہم اس کی تکمیل نہیں کرتے تو تقاضے کا ردّ عمل ظاہر ہوتا ہے اور یہ وہی ردّ عمل ہے جو جسمانی تقاضوں کی عدم تکمیل سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ اس ردّ عمل کی کیفیت مذکورہ اولیٰ کیفیت سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ کبھی اس کیفیت کو انسان ذہنی انتشار کی صورت میں محسوس کرتا ہے، کبھی بے اطمینانی اور عدم سکون سے تعبیر کرتا ہے، کبھی عدم تحفظ کے احساس کی حیثیت دے دیتا ہے لیکن یہ سب 'ایک روحانی تقاضے' کی عدم تکمیل کے سائیڈ ایفیکٹس (side effects) ہیں اور وہ تقاضا یہ ہے کہ روح چاہتی ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل کرے۔ اس طرح اپنے اصل مقام پر جسے وہ ماضی میں رد کر چکا ہے، فائز ہو جائے اور ہر پریشانی اور غم سے محفوظ و مامون ہو جائے۔ لہٰذا لازم ہے کہ ہم روح کے تقاضے کی تکمیل کے لئے عملی اقدام کریں۔

روحانی تقاضوں کی تکمیل کے لئے اولیاء اللہ نے جو اسباق ترتیب دیئے ہیں، مراقبہ کو اس میں بہت اہمیت حاصل ہے۔

دعاگو، عظیمی

اندر میں دیکھیں

اگر انسان شعور کے آئینہ میں علومِ لدنّیہ کے تصویری عکس دیکھنے کی خواہش رکھتا ہو تو اس کی ایک بہت ہی سہل ترکیب ہے۔ وہ کسی تاریک گوشہ میں جہاں گرمی اور سردی معمول سے زیادہ نہ ہو بیٹھ جائے۔ ہاتھ، پیروں اور جسم کے تمام اعصاب کو ڈھیلا چھوڑ دے، اتنا ڈھیلا کہ محسوس نہ ہو کہ جسم موجود ہے۔ سانس کی رفتار کم سے کم کرنا ضروری ہے۔ سانس کی رفتار تیز نہیں ہونی چاہئے۔ آنکھیں بند کرلے اور اپنی ذات کے اندر جھانکنے کی کوشش کرے۔ اگر اس کے خیالات اور اس کا عمل پاکیزہ ہے تو اس عمل سے اس کا لطیفۂ نفسی بہت جلد رنگین ہو جائے گا اور لطیفۂ نفسی رنگین ہو جانے سے شعور کے اندر جِلا پیدا ہوتی جائے گی۔ تصوف میں اس عمل کا نام مراقبہ ہے۔ (کتاب: لوح وقلم)

نامے میرے نام

''ماہنامہ قلندر شعور'' نے قارئین خواتین و حضرات کو رسالے کے پلیٹ فارم سے تفکر کی دعوت دی ہے۔ رابطے کے قدیم و جدید وسائل کے ذریعے موصول ہونے والے خطوط شائع کئے جارہے ہیں۔ ادارہ ''ماہنامہ قلندر شعور'' کا قارئین کے تفکر سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

<u>نومبر 2021ء کے ''آج کی بات'' پر موصول تفکر نامے میں سے منتخب خطوط:</u>

• زونیرہ (کینیڈا): میرے خیال میں ''آج کی بات'' کے پہلے پیراگراف میں کائنات کے مختلف زون بیان کئے گئے ہیں کہ جب اطلاع ان میں سے گزرتی ہے تو ہر زون کے مطابق لباس تبدیل کرتی ہے۔ نزول کی طرف آتے ہوئے اطلاع کے ارتعاش (وائبریشن) میں ثقل بڑھ جاتا ہے۔ جب ثقل اپنی حد کو پہنچتا ہے تو اسفل سافلین میں موجود آدمی اسے محسوس کرلیتا ہے ورنہ اطلاع اس سے مخفی رہتی ہے۔

• حمزہ طارق (اسلام آباد): کس طرح ممکن ہے کہ دوست کی یاد ارتعاش بن کر مجھ تک پہنچے اور اس ارتعاش سے خود دوست متاثر نہ ہو۔ ہم دونوں کو بیک وقت ایک دوسرے کا خیال آیا۔ بات توجہ کی ہے۔ جو متوجہ ہوتا ہے، وہ پہلے محسوس کرلیتا ہے۔

• احمد نواز (اٹک): ہر شخص سمجھتا ہے کہ میں آنکھوں سے دیکھتا ہوں حالاں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ''بصیر'' کے ذریعے دیکھ رہا ہے۔ اللہ کی ہر صفت لامحدود ہے۔ انسان کو اختیار عطا کیا گیا ہے کہ وہ ان صفات کو محدود پیمانوں کے بجائے لامحدودیت میں استعمال کرے۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ ہم سننے کے لئے کانوں کے محتاج ہیں جب کہ کان محض واسطہ (medium) ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کی طرح صفتِ سمیع کا عکس روح میں موجود ہے۔ یہ ہم پر منحصر ہے کہ ان صفات کو محدودیت میں استعمال کرتے ہیں یا ان کے لامحدود وصف سے واقف ہوتے ہیں جب کہ خواب میں ہم ان صفات کے لامحدود رخ کا تجربہ اور مشاہدہ کرتے ہیں۔

• محتشم احمد (آسٹریلیا): آپ نے ''آج کی بات'' میں زمین کو حواس لکھا ہے جس میں کششِ ثقل زیادہ ہے۔ زمین کی یہ تعریف میں نے پہلی مرتبہ پڑھی۔ اس طرح آسمان اور ہم سب حواس ہوئے۔

• ادریس بختیار (کراچی): حرکت محدود حواس سے آزاد ہو جائے تو اس زون میں داخل ہوتی ہے جہاں فرد اسپیس کے تابع نہیں ہے بلکہ اسپیس فرد کے تابع ہے۔

• ثریا ہاشم (ابوظہبی): ''آج کی بات'' میں نکتہ نمبر ۵ فکر طلب ہے۔ دوست تک صرف احساس کی رسائی ہوئی، بصارت اور سماعت نے احساس کے تابع ہو کر ماضی کے ریکارڈ میں دوست کو تلاش کیا۔

• شمائلہ رفیق (فیصل آباد): پوچھا گیا ہے کہ حواس کا فاصلہ کم کیسے ہو؟ وہ مقام جہاں کائنات کا یکجائی پروگرام نقش ہے، اس سے واقفیت ہو جائے تو فاصلے کالعدم ہو جاتے ہیں۔ لہروں کے حواس سے واقف ہو کر محدود اور لامحدود حواس میں دوری ختم کی جا سکتی ہے۔ دوست کی یاد ہمارے لاشعوری ریکارڈ میں ہے۔ ہم نے دوست کو محسوس کیا مگر احساس میں تسلسل قائم نہ رہ سکا کیوں کہ ہم تصور میں قیاس کرنے لگے کہ وہ اس وقت کیا کر رہا ہو گا۔ خیال آنے پر ہمیں خیال کی فریکوئنسی قائم رکھنی ہے، اپنی سوچ شامل نہیں کرنی۔ اس سے محسوس کرنے کی صلاحیت بڑھے گی اور ہم گھر بیٹھے دوست کو دیکھ لیں گے۔

• عدنان نذیر (اٹک): طلب وہ میکانزم ہے جس کے ذریعے مظاہر سے پردہ اٹھتا ہے۔ یہی طلب غور و فکر تک پہنچاتی ہے اور غور و فکر وہ مخفی کوڈ ہے جو وہم، خیال اور تصور پر محیط ہو جائے تو نگاہ پر سے پردے اٹھتے ہیں اور شعور کی base لاشعور کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے،

> ''اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے۔ ان میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔'' (الجاثیہ: ۱۳)

• شگفتہ زیب (پشاور): نومبر 2021ء کا ''آج کی بات'' بار بار پڑھنے سے ذہن کھلا کہ جب کوہ پیما کے ذہن میں پہاڑ کی بلندی مغلوب ہوتی ہے تو پہاڑ چاہے کتنا دشوار ہو، کوہ پیما اسے سر کر لیتا ہے۔ سڑک پر گاڑیاں کم ہوں یا زیادہ، ڈرائیور راستے پر توجہ رکھتا ہے اور منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح جب ہم matter کی حقیقت یا بساط پر تفکر کرتے ہیں تو ایسی دنیا سامنے آتی ہے جو لہروں پر قائم ہے۔ حضرت سلیمانؑ کے دربار میں کتاب کا علم رکھنے والا بندہ لہروں کے علم سے واقف تھا۔ یکسوئی کی مشق سے ذہن

کی فریکوئنسی بڑھتی ہے اور "دوست" کا خیال آنے سے بندہ "دوست" کو دیکھ لیتا ہے۔

• جویریہ یٰسین (فیصل آباد): زندگی خیال کے گرد گھومتی ہے۔ روحانیت میں خیال اطلاع کا نام ہے جو ہر لمحہ غیب ظاہر غیب میں داخل کرتی ہے۔ خیالات جس روشنی کے تحت ہم تک پہنچتے ہیں، ہم اس سے واقف ہو جائیں تو یقین مضبوط ہو گا۔ فاصلہ کم کرنے کے لئے ذہن ایک نقطے پر رہے تو رکاوٹیں بے معانی ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جب ہم اسباق کی پابندی کریں گے تو فاصلہ سمٹ جائے گا۔

• سبحان رضا (کراچی): یاد ہزاروں میل دور کی ہے تو ارتعاش بھی ہزاروں میل کا سفر کر کے ہم تک پہنچا ہے۔ ارتعاش اور ہماری فریکوئنسی ایک ہو جائے تو ہزاروں میل ہمارے لئے حذف ہو جائیں گے۔

• سمیرہ زاہد (لاہور): میں نے سورۃ البقرۃ کی ابتدائی دو آیات پر تقریباً ایک ماہ غور کیا۔ مسلسل غور و فکر اور ورد سے جو کچھ ذہن میں آیا، کاغذ پر منتقل کیا ہے۔ دائرہ یقین ہے اور یقین متقی کو حاصل ہوتا ہے، مثلث شک ہے اور شک نافرمانی کا وصف ہے۔ دائرے سے مراد یہ ہے کہ ہر شے اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یہ یقین ہمیں شک کی آکاس بیل سے دور لے جاتا ہے۔

• حمدہ قادر (کراچی): آدمی خود کچھ نہیں سنتا اور دیکھتا، حواس فاصلہ طے کر کے قریب اور دور کی خبریں لاتے ہیں۔ پڑھنے میں یہ سادہ بات لگتی ہے مگر گہرائی میں جائیں تو ذہن کھو جاتا ہے۔

• جویریہ عثمان (ساہیوال): آپ کی تحریریں پڑھ کر میں خواب اور بیداری کی زندگی کی طرف متوجہ ہوئی اور یہ سوچتی تھی کہ خواب میں ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت میں ہم دور دراز کیسے پہنچ جاتے ہیں۔ نومبر 2021ء کے "آج کی بات" میں جواب مل گیا— "خواب میں کسی جگہ کا خیال آتا ہے تو بندہ لہروں میں منتقل ہو کر اس جگہ پہنچ جاتا ہے۔ سفر کی یہ جہت لہروں میں تحلیل ہو کر ہی ممکن ہے۔"

• زاہد احسان (کراچی): کائنات میں ربط کا ذریعہ لہریں ہیں جن کے لئے زمین کے طول و عرض معانی نہیں رکھتے۔ لہروں کا علم حاصل کرنے کا ذریعہ صلوٰۃ — اللہ سے ربط ہے۔ یہ ایک نظام ہے کہ ہم اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے اور زندگی کا ہر عمل انجام دیتے ہوئے خود کو اللہ کے ذکر میں مرکوز کر دیں اور ہر کام کیئر آف اللہ طرز فکر کے مطابق کریں۔

زیرِ سرپرستی
اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

برائے خواتین عظیمیہ روحانی لائبریری

روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طالبات و طلبہ کے لئے عظیمی صاحب کی کُتب اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

فری ممبرشپ
فری مطالعہ

مکان نمبر 65 بلاک A-2، پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی
نزد جوہر ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر: 042-35185142

حامد ابراہیم

تخلیقِ کائنات کے سربستہ راز

پہلی نظر میں اشکال بے معنی لگتی ہیں۔ توجہ سے دیکھا جائے تو ان میں مختلف چیزوں کی تصویریں نظر آتی ہیں۔ ممکن ہے بعض اشکال کو غور سے دیکھنے کے بعد بھی ہم کوئی معانی نہ پہنا سکیں۔ یہ وہ اشیا ہو سکتی ہیں جو ہمارے علم کے احاطے سے باہر ہوں، کسی اور دنیا یا نظام سے متعلق ہوں۔

امام سلسلہ عظیمیہ، ابدالِ حق حسن اخریٰ سید محمد عظیم برخیاؒ المعروف حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے کائنات کی تخلیق کے سربستہ راز سائنسی ذہن کو سامنے رکھ کر بیان فرمائے ہیں۔ ان میں جتنا تفکر کیا جائے، اسی مناسبت سے رموز منکشف ہوتے ہیں۔ اس مضمون میں ابدالِ حق کے تحریر کردہ رموز میں سے ایک رمز کو مثالوں کے ذریعے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

بچے کے ہاتھ میں ٹارچ ہے۔ وہ اندھیرے کمرے میں دیوار سے دو یا تین انچ کے فاصلے پر ٹارچ روشن کرتا ہے جس سے دیوار پر تقریباً تین ساڑھے تین انچ کا انتہائی روشن دائرہ بنتا ہے۔ ٹارچ اسی رخ پر رکھتے ہوئے وہ آہستہ سے پیچھے ہٹتا ہے، روشن دائرہ پھیلتا ہے حتیٰ کہ بچہ پشت پر موجود دیوار سے ٹکراتا ہے اور روشن دائرہ سامنے پوری دیوار پر پھیل جاتا ہے۔

س: ٹارچ کے سامنے دیوار یا خلا نہ ہو تو بچے کو کیا نظر آئے گا—؟

ج: ٹارچ سے نکلنے والی شعاع خلا میں خطِ مستقیم میں سفر کرتے ہوئے غائب ہو جائے گی اور کچھ نظر نہیں آئے گا جس کا مطلب ہے کہ ٹارچ کی روشنی ظاہر ہونے کے لئے دیوار یا پردہ جسے اسکرین کہہ سکتے ہیں، کی ضرورت ہے۔ روشنی جب تک کسی رکاوٹ یا اسکرین سے نہ ٹکرائے، مظاہرہ نہیں ہوتا۔

قابلِ توجہ ہے کہ روشنی اسکرین سے ٹکرا کر کوئی شبیہ یا شکل بناتی ہے۔ شعاع ٹارچ میں سے نکل کر دیوار پر جو شکل بنا رہی ہے، وہ دائرہ ہے۔

یہ ٹارچ کے عدسے کی شکل ہے جو دائرے میں ہے۔ عدسے پر پھول، بوٹے یا جانور کی تصویر لگادی جائے تو یہ تصویریں دیوار پر بننے والے روشن دائرے میں نظر آئیں گی۔

آج کل ایسی لیزر ٹارچ عام ہیں جن کے لینس پر مختلف اشکال کے فلٹر لگتے ہیں اور یہ شکلیں دیوار یا اسکرین پر نظر آتی ہیں۔ دیکھنے کے لئے ٹارچ کا رخ اسکرین کی طرف ہونا ضروری ہے۔ یہی قانون پروجیکٹر میں برسرِعمل ہے۔

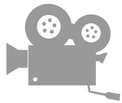

پروجیکٹر میں طاقتور ٹارچ نصب ہے جو معین فاصلے سے روشنی کو اسکرین پر پھیلاتی ہے۔ اس میں ساکت تصویر کے بجائے تصاویر کی بڑی تعداد لینس کے سامنے سے گزاری جاتی ہیں۔ اس طرح حرکت کرتی ہوئی تصاویر (ویڈیو) کے بجائے اسکرین پر دھندلی اور بے ہنگم تصاویر نظر آتی ہیں جن میں ربط نہیں ہوتا۔

اسکرین پر واضح، متحرک اور تسلسل سے چلتی ہوئی فلم دیکھنے کے لئے آنکھ جھپکنے کے عمل کی طرح، پروجیکٹر کے لینس کے سامنے وقفے سے ایک پردے کا مسلسل گرنا اٹھنا ضروری ہے۔ جیسے ہی لینس کے سامنے پردے کا میکانزم لگایا جاتا ہے، اسکرین پر تصاویر ترتیب میں فلم کی طرح حرکت میں نظر آتی ہیں۔

ابتدا میں مختلف قسم کے پروجیکٹروں کے موجد اور فلمسازوں کے لئے یہ معمّہ تھا کہ تصاویر کو چاہے جتنے ہموار اور بہتر طریقے سے لینس کے سامنے سے گزارا جائے، اسکرین پر تصاویر میں ربط قائم نہیں ہوتا جیسا حقیقی دنیا میں مناظر کے درمیان ربط نظر آتا ہے۔ پھر کسی محقق کو آنکھ جھپکنے کے عمل کی نقل کا خیال آیا۔ یوں تصاویر میں ربط قائم ہوا اور اسکرین پر مناظر اسی طرح نظر آنے لگے جیسا ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ اس کے باوجود پروجیکٹر اور آنکھ سے دیکھنے میں پلک جھپکنے کے عمل کی طرف ہماری توجہ نہیں جاتی۔

قارئین کرام! ہم دن کے وقت یا بیداری کے وقفے میں لاشعوری طور پر پلکیں جھپکانے کا عمل دہراتے ہیں۔ دن میں یہ عمل معطل ہوجائے تو کیا ہوگا اور اس قانون کا بیداری کی زندگی سے کیا تعلق ہے—؟

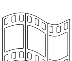

سنیما میں بیٹھے فلم بین کی توجہ اسکرین پر ہوتی ہے حالاں کہ اسکرین محض عکس کا مظاہرہ ہے۔ اگر فلم بین سر کے اوپر دیکھے

جہاں پروجیکٹر سے آنے والی شعاعیں گزر رہی ہیں تو اسے چند سیدھی اور متوازی شعاعیں نظر آتی ہیں لیکن ان میں کیا اطلاعات ہیں، وہ نہیں جانتا۔ البتہ اسکرین پر دیکھ کر وہ بتا سکتا ہے کہ شعاعوں میں مخفی اطلاعات کیا تھیں۔

فلم دو گھنٹے یا چاہے جتنی دیر کی ہو، پروجیکٹر سے شعاعیں مسلسل اسکرین پر پڑتی ہیں۔ شعاع کیا ہے—؟ روشنی کا ایک مقام سے دوسرے مقام تک چلنا یا بہنا ہے یعنی روشنی دو گھنٹے تک پروجیکٹر (مقام الف) کے لینس سے اسکرین (مقام ب) تک بہتی ہے۔ بہاؤ میں اطلاعات ہیں جو اسکرین پر آنکھ، کان، درخت، مکان اور گاڑیاں بن رہی ہیں۔ الغرض نظر آنے والے مناظر کی تفصیلات روشنی کے بہاؤ میں موجود ہیں۔ ہر شعاع دوسری شعاع کے متوازی لیکن الگ ہے۔ اسکرین پر تصاویر واضح نظر آنے کی وجہ یہ ہے کہ فاصلہ خواہ کتنا کم ہو، شعاعیں ایک دوسرے سے ملنے کے باوجود الگ رہتی ہیں۔

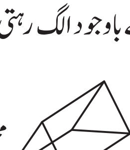

محقق دریافت کر چکے ہیں کہ شعاعیں source سے خارج ہو کر ساتھ ہونے کے باوجود الگ الگ رہتی ہیں۔ منشور (prism) سے ہم دیکھتے ہیں کہ سفید روشنی سات رنگ کی روشنی میں تبدیل ہو گئی — یہ روشنی کا تبدیل نہیں، تقسیم ہونا ہے۔ رنگوں کی شعاعیں منشور میں داخل ہونے سے پہلے ہی الگ الگ ہیں۔ ان میں فاصلہ اتنا کم ہوتا ہے کہ ہم ان کو ایک دیکھتے ہیں۔ منشور ان رنگوں میں فاصلہ اس حد تک بڑھا دیتا ہے کہ یہ الگ الگ نظر آتی ہیں۔

ہم جس دنیا میں رہتے ہیں، اس کے مناظر اور تصاویر (عکس) لے کر فلم بناتے ہیں، پروجیکٹر میں لگاتے ہیں اور اسکرین پر دیکھتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں سینما میں فلم کا چلنا، دراصل ہماری دنیا کے مظاہرے کے طریقِ کار کی نقل ہے۔

امام سلسلہ عظیمیہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے اپنی تصنیف ''لوح و قلم'' میں تخلیقِ کائنات کا میکانزم بیان کیا ہے جس کی تشریح کتاب ''شرح لوح و قلم'' میں کی گئی ہے۔

> ''قرآن پاک نے جس روشنی کو ماء یعنی پانی کے نام سے متعارف کرایا ہے، سائنس اسی روشنی یا پانی کو گیسوں کے نام سے جانتی ہے۔ روشنیوں کے بہاؤ سے مراد یہ ہے کہ صدہا گیسوں کے اجتماع سے شکلیں وجود میں آتی ہیں۔ ایک گلاس میں پانی بھر کر دیوار پر پھینک دیں۔ پانی پھینکنے

کے بعد جب پانی پوری طرح پھیل جائے اسے غور سے دیکھیں۔ دیوار کے اوپر مختلف شکلیں نظر آئیں گی۔ جس طرح دیوار کے اوپر پانی پھیل کر اور بکھر کر مختلف شبیہیں بنا لیتا ہے اسی طرح نزول کرنے والی روشنیاں جب کائنات کی اسکرین پر نزول کرتی ہیں تو شکلیں بنتی ہیں۔ یہی شکلیں افرادِ کائنات ہیں۔"

مندرجہ بالا اقتباس میں جہاں تخلیقِ کائنات کے سربستہ رازوں کو سادہ اور عام فہم سائنسی انداز میں بیان کیا گیا ہے، وہاں اس میں قرآن کریم کی آیت "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے" کی تفہیم بھی موجود ہے۔

قارئین کرام! یہ موضوع سمندر ہے۔ چند صفحات میں ایک نکتے پر ہی غور و فکر ممکن ہے۔ ہم متوازی شعاعوں کے اسکرین پر نقش و نگار بنانے کی جانب توجہ مرکوز کرتے ہیں۔

ٹارچ کے علاوہ دیوار پر پانی پھینکنے کا تجربہ کرنا چاہئے — جو شکلیں بنتی ہیں، وہ کائنات میں موجود مخلوقات یا اشیا کی شکلوں کے علاوہ نہیں ہیں۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشکال ہمارے اردگرد اور مانوس چیزوں کی ہیں ۔ کہیں ناک نقشہ اور مونچھیں نظر آتی ہیں، کہیں اونٹ کا کوہان، کہیں درخت اور کسی شبیہ میں پہاڑ دکھائی دیتا ہے۔ پہلی نظر میں اشکال بے معنی لگتی ہیں، تھوڑی دیر توجہ سے دیکھا جائے تو ان میں مختلف چیزوں کی تصویریں نظر آتی ہیں۔

ممکن ہے بعض اشکال کو غور سے دیکھنے کے بعد بھی ہم کوئی معانی نہ پہنا سکیں۔ یہ وہ اشیا ہو سکتی ہیں جو ہمارے علم کے احاطے سے باہر ہوں، کسی اور دنیا یا نظام سے متعلق ہوں۔ کہنا یہ ہے کہ پانی یا روشنی میں وہ تمام علوم اور مقداریں ہیں جو اسکرین پر نظر آتی ہیں۔

حضور قلندر بابا اولیاؒ نے گیس کی ابتدائی شکل کا نام نسمہ* بیان کیا ہے۔ نسمہ ان لہروں یا بنیادی شعاعوں کا نام ہے جو مادی وجود کی ابتدا کرتی ہیں۔ ان لہروں میں بہاؤ کو لکیروں سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ یہ کائنات میں اس طرح پھیلی ہوئی ہیں کہ نہ ایک دوسرے سے فاصلے پر ہیں اور نہ ایک دوسرے میں پیوست۔ روشنی، پروجیکٹر، اسکرین، پانی اور دیوار کی مثال بتاتی ہے کہ دنیا اور ہماری حیثیت مظاہرے کی ہے۔

---

* نسمہ (مادی جسم سے نو انچ کے فاصلے پر روشنی کا جسم ہے جس کی بنیاد پر مادی عمارت کھڑی ہے)

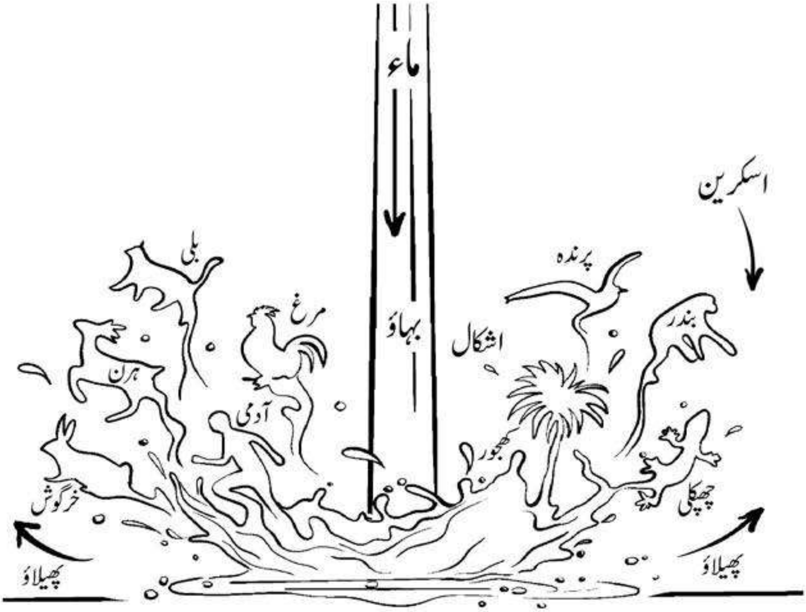
ماء
اسکرین
بلی
پرندہ
مرغ
بہاؤ
اشکال
بندر
ہرن
آدمی
کھجور
خرگوش
چھپکلی
پھیلاؤ
پھیلاؤ

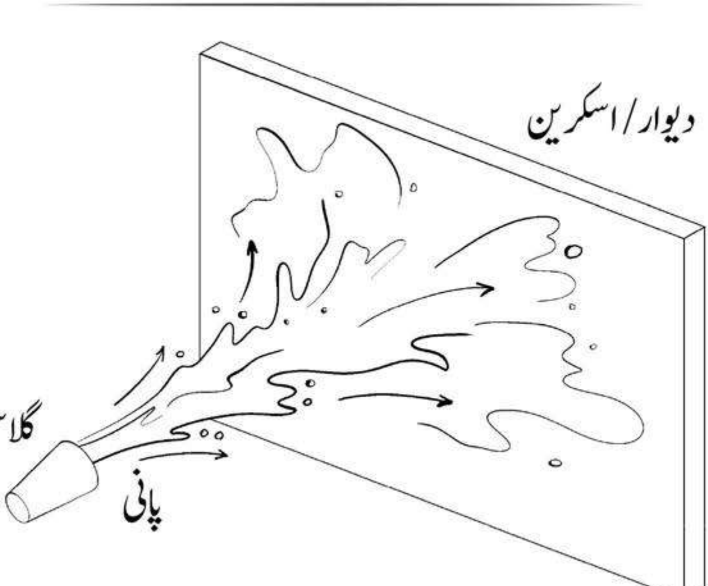
دیوار / اسکرین
گلاس
پانی

کھجور کا درخت زمین کی اسکرین پر ظاہر ہو رہا ہے۔ طوفان آتا ہے اور درخت جڑ سے اکھڑ کر گر جاتا ہے لیکن تھوڑے فاصلے پر ایک اور کھجور کا درخت اگ رہا ہے جو چند سالوں بعد سر سبز اور تناور ہو جاتا ہے۔

کھجور کے ایک درخت کی موت ، کھجور کے concept یا اصل کی موت نہیں ہے۔ کھجور کے وجود کی ابتدا جن روشنیوں کے مجموعے یا نسمہ سے ہوتی ہے، وہ اپنی جگہ قائم اور ریکارڈ ہے۔ زمین پر کھجور کے نسمہ کی روشنیاں جہاں پڑتی ہیں وہاں کھجور کے درخت کا مظاہرہ ہو جاتا ہے۔

دنیاوی علوم کی طرزوں میں نسمہ کو کیسے سمجھا جائے___؟ کتاب ”لوح و قلم“ میں لکھا ہے،

”جب اسکولوں میں لڑکوں کو ڈرائنگ سکھائی جاتی ہے تو ایک کاغذ جس کو گراف کہتے ہیں، ڈرائنگ کی اصل میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کاغذ میں گراف یعنی چھوٹے چھوٹے چوکور خانے ہوتے ہیں۔ ان چوکور خانوں کو بنیاد قرار دے کر ڈرائنگ سکھانے والے استاد چیزوں، جانوروں اور آدمیوں کی تصویریں بنانا سکھاتے ہیں۔ استاد یہ بتاتے ہیں کہ ان چھوٹے خانوں کی اتنی تعداد سے آدمی کا سر، اتنی تعداد سے ناک، اتنی تعداد سے منہ اور اتنی تعداد سے گردن بنتی ہے۔ ان خانوں کی ناپ سے وہ مختلف اعضا کی ساخت کا تناسب قائم کرتے ہیں جس سے لڑکوں کو تصویر بنانے میں آسانی ہوتی ہے۔ گویا یہ گراف تصویروں کی اصل ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں اس گراف کو ترتیب دینے سے تصویریں بن جاتی ہیں۔ بالکل اسی طرح نسمہ کی یہ لکیریں تمام مادی اجسام کی ساخت میں اصل کا کام دیتی ہیں۔ ان ہی لکیروں کی ضرب تقسیم موالیدِ ثلاثہ کی ہیئتیں اور خدوخال بناتی ہیں۔“

ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ کی تعلیمات کے مطابق اگر نسمہ کی لکیریں سیدھی یا اکہری ہوں تو زمین کی اسکرین پر ہونے والا مظاہرہ جنات اور جنات کی دنیا کا ہے۔ وہاں ہر پودا، جانور، پہاڑ، پانی، مٹی اور جن ، اکہری لہر کے نسمے پر مشتمل ہے۔ دہری یا دو لکیروں کے نسمہ سے انسان اور انسان کی دنیا تخلیق ہوتی ہے۔

اگر ہم قرآن کریم میں تفکر کرکے لہروں کا علم جان لیں تو اپنی اور جنات کی دنیا کے تخلیقی فارمولوں سے واقف ہوسکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے لہروں میں تبدیل ہو کر ایک مقام سے دوسرے مقام اور ایک دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہوسکتے ہیں۔

مشک کی خوش بو

کون سی تخلیق کس مقصد کے تحت پیدا کی گئی ہے اور اس سے کیا کیا کام لیا جاسکتا ہے، اس کا علم ان لوگوں کو ہے جو علمِ شے (تخلیقی فارمولوں) سے واقف ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

”میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری بندگی کریں۔“ (الذّٰریٰت: ۵۶)

بندگی کا مفہوم خالق کی صفات سے متعارف ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تعارف کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو دنیا میں بھیجا۔ آخری نبی اور رسول حضرت محمدؐ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد تعارف کا سلسلہ آپؐ کے روحانی علوم کے وارث اولیاءاللہ کے ذریعے قائم ہے۔ ان پاکیزہ ہستیوں کو خاتم النبیین رسول کریمؐ سے خاص نسبت ہے اس لئے ان سے ایسے واقعات منظر عام پر آتے ہیں جن کی عقلی تشریح ممکن نہیں۔ سرِور کائنات حضرت محمدؐ کے روحانی علوم کے وارث ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ سے بہت سی کرامات صادر ہوئیں۔ چند کرامات صفحات پر رقم ہوگئیں جب کہ بیشتر پردے میں رہیں۔

شاگردِ رشید عظیمی صاحب فرماتے ہیں کہ میں اکثر رات کو قلندر باباؒ کی کمر دباتے وقت یہ دیکھتا تھا کہ چھت اور دیواروں میں سے دودھیا رنگ کی روشنی پھوٹ رہی ہے۔ اندھیرے کمرے میں یہ روشنی اچانک نمودار ہوتی تو میں بعض اوقات خوفزدہ ہوجاتا تھا۔ ایک رات اتنا خوفزدہ ہوا کہ جسم پر لرزہ طاری ہوگیا۔ باباجیؒ نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھا اور فرمایا، ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے، یہ مردانِ غیب ہیں۔ پھر یہ بات تقریباً روزانہ کا مشاہدہ بن گئی کہ حضور بابا صاحبؒ لیٹے ہوئے ہیں، میں کمر دبا رہا ہوں اور کوئی صاحب سامنے آکر کھڑے ہوگئے ہیں۔

اکثر یہ بھی دیکھا کہ یکایک چکاچوند روشنی ہوئی اور کوئی فرشتہ خدمت میں حاضر ہوا۔ بابا صاحبؒ

نے ہدایات دیں اور وہ چلا گیا۔

کبھی کبھی یہ دیکھتا تھا کہ حضور باباجیؒ کے کمرے میں جمِ غفیر ہے جس میں عورتیں اور مرد شامل ہیں۔ پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا، یہ تمہارے پیر بھائی اور پیر بہنیں ہیں۔ کافی عرصے بعد اس راز پر سے پردہ اٹھا کہ وہ سب نوعِ جنات کے لوگ تھے۔

اللہ نے انسان کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے۔ جو شخص اللہ کے کرم اور خاتم النبیینؐ کی رحمت سے اس منصب کا علم حاصل کرلیتا ہے، فرشتے اور جنات اس کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں۔ وہ نائب کی حیثیت سے ان سے کائنات کے انتظامی شعبوں اور مخلوق کی خدمت کا کام لیتا ہے۔

کبھی کبھی باباصاحبؒ کے سینے میں سے خوش بو کی لپٹیں اٹھتی تھیں اور یہ خوش بو مشک کی ہوتی تھی۔ جب ایسا ہوتا تو میں (شاگردِ رشید) ان کے مقدس سینے پر سر رکھ کر اس خوش بو کو سونگھتا تھا اور میرے اوپر مستی اور بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

حضور باباصاحبؒ کی خدمت میں پیدائشی طور پر گونگی اور بہری لڑکی حاضر ہوئی۔ عمر لگ بھگ 16 یا 17 برس ہوگی۔ جن لوگوں نے حضور قلندر باباؒ کو قریب سے دیکھا ہے، وہ جانتے ہیں کہ آپ کرامات سے طبعاً گریز فرماتے تھے۔ اس دن نہ معلوم کون سا وقت تھا کہ لڑکی سے پوچھا، تیرا نام کیا ہے؟ گونگی بہری لڑکی کیا جواب دیتی۔ پھر فرمایا، بتا تیرا نام کیا ہے؟ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ تیسری بار جلال میں آکر فرمایا، بتا! تیرا نام کیا ہے؟ لڑکی نے بولنا شروع کر دیا۔

کرامت سے ظاہر ہے کہ قلندر باباؒ آواز کے قانون سے واقف تھے۔ انہوں نے لڑکی کے اندر آواز کی مغلوب فریکوئنسی کو غالب کر دیا۔

جس زمین اور مقام پر اللہ کے نیک بندے قیام کرتے ہیں، وہاں اللہ بہت سی آفتیں ان کی برکت سے دور فرما دیتا ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ کتاب ”تذکرہ قلندر بابا اولیاؒ“ میں لکھا ہے،

”یہ 1965ء کا واقعہ ہے۔ پاک بھارت جنگ پوری ہولناکیوں کے ساتھ جاری تھی۔ روزانہ بھارتی ریڈیو پر یہ اعلان ہو رہا تھا کہ کراچی کے فلاں فلاں علاقوں پر بمباری کی گئی۔ کراچی کے رہنے والوں نے یہ خبر بھی سنی کہ لالو کھیت کا ہوائی اڈہ تباہ کر دیا گیا ہے۔ لوگوں میں سراسیمگی اور خوف و دہشت دیکھ کر میں (عظیمی صاحب)

نے باباصاحبؒ سے عرض کیا، اب کیا ہوگا؟

فرمایا، اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نصرت پاکستان کے ساتھ ہے۔ خاتم النبیین سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حکم ہے کہ پاکستان کی حفاظت کی جائے۔ چناں چہ تعمیلِ ارشاد میں اہلِ تکوین نے ایک صاحبِ خدمت مقرر کیا ہے جو گاندھی گارڈن میں بیٹھا ہے۔ اس کے سپرد یہ خدمت ہے کہ کراچی کو بمباری سے نقصان نہ پہنچے۔

میں شوق کے عالم میں اس بندے کے پاس پہنچا اور سلام کیا۔ بندے نے سر اٹھا کر سرخ سرخ آنکھوں سے مجھے دیکھا اور کہا، یہاں سے چلے جاؤ۔ صحیح یاد نہیں، غالباً دوسرے یا تیسرے دن وہ بندہ سورج نکلنے سے پہلے گھر پر حاضر ہوا۔ میں نے جب ان کو دیکھا تو نہایت حیرت کے عالم میں باباصاحبؒ سے عرض کیا۔ حضور! وہ گارڈن والے صاحب آئے ہیں۔ فرمایا، عزت و اکرام کے ساتھ انہیں اوپر لے آؤ۔ یہ صاحب اوپر تشریف لائے۔ فوجی سیلوٹ کی طرح سلام کیا اور اپنی کارکردگی کی رپورٹ پیش کی۔ حضور بابا صاحبؒ نے فرمایا، جلدی سے چائے لے آؤ۔ چائے کے ساتھ میں نے ڈبل روٹی کے توس یا پاپے پیش کئے۔ اس بندۂ خدا نے صرف چائے پی۔ جب میں نے اصرار کیا کہ آپ ناشتہ کرلیں تو باباصاحبؒ نے فرمایا، ان کو ایک ہفتے تک صرف چائے پینے کی اجازت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق انہیں چائے کے علاوہ کوئی اور چیز کھانے کو نہیں دی جائے گی تاکہ پیٹ بھرا ہونے کی بنا پر انہیں نیند یا غنودگی نہ آجائے۔"

میرے (عظیمی صاحب) ایک دوست نے اصرار کیا کہ ان پر توجہ کروں، اگر کوئی دماغی نقصان پہنچا تو ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوگی۔

میں نے نادانی میں وعدہ کرلیا۔ صبح فجر میں ان کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے لطیفۂ قلبی اور نفسی کی روشنیاں ان کے لطیفۂ اخفیٰ میں منتقل کیں تو فوراً حضور باباجیؒ کا ہاتھ سامنے آگیا۔ انہوں نے تیز آواز میں تنبیہ کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ،

"ان کے بیوی بچوں کی نگہداشت تم کروگے؟ مولوی صاحب کا دماغ الٹ گیا تو ان کے بیوی بچوں کا کیا بنے گا؟ یہ کوئی کمال کی بات نہیں ہے کہ آدمی جا و بے جا اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے۔ کمال کی بات یہ ہے کہ کسی شخص کی تربیت کرکے اس قابل بنا دیا جائے کہ وہ اس طاقت کا متحمل ہوسکے۔"

ایک صاحب جن کی لالوکھیت میں ملبوسات کی دکان تھی، پولیو زدہ بچے کو لے کر حاضر ہوئے

اور بچے کو چارپائی پر لٹادیا۔ بابا صاحبؒ نے کوئی مفرد دوا بتائی اور فرمایا کہ اس کو پانی میں پکا کر ٹانگ کو بھپارادو۔ صرف ایک دفعہ کے عمل سے پولیو ختم ہوگیا۔ لیکن عجب رمز ہے کہ ان صاحب کو نہ اس بُوٹی کا نام یاد رہا اور نہ اس کی شکل۔ وہ جب کسی پولیو زدہ بچے کو دیکھتے، دل سے آہ نکلتی کہ کاش! میں نے دوا کا نام لکھ لیا ہوتا۔

قارئین! جتنے امراض ہیں، سب کا علاج اسی دنیا کی مختلف اشیا میں ہے۔ کون سی تخلیق کس مقصد کے تحت پیدا کی گئی ہے اور اس سے کیا کیا کام لیا جاسکتا ہے، اس کا علم ان لوگوں کو ہے جو علمِ شے (تخلیقی فارمولوں) سے واقف ہیں۔

روشنی کی لہروں کے اتار چڑھاؤ، لہروں کے ردّوبدل اور لہروں کی مقداروں میں کمی بیشی سے تخلیقی قانون کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا،

"مقداروں کے ردّوبدل سے تخلیق میں تبدیلی واقع ہوجاتی ہے اور کائنات میں موجود ہر شے ان ہی لہروں کے تانے بانے سے بنی ہوئی ہے۔ جب نورانی لہریں نزول کرکے روشنی بنتی ہیں تو مختلف مظاہر وجود میں آجاتے ہیں۔مادہ دراصل روشنیوں کا خلط ملط ہے۔"

مثال میں جب نمک کا تذکرہ آیا اور نمک کے اندر کام کرنے والی روشنیوں کا عمل دخل زیر بحث آیا تو شاگرد نے عرض کیا، حضور! اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدمی کے اندر نمک کی لہریں ہر وقت مشترک رہتی ہیں۔ نمک کی لہریں آتی رہتی ہیں۔ ذخیرہ اور خرچ ہوتی رہتی ہیں۔

فرمایا، خواجہ صاحب! نمک جسم کے مسامات سے خارج ہوتا رہتا ہے اور جب مقداروں کے مطابق خرچ نہیں ہوتا تو بلڈ پریشر کا مرض لاحق ہوجاتا ہے اور مقداروں سے زیادہ خرچ ہوتا ہے تو لو(low) بلڈ پریشر لاحق ہوسکتا ہے۔

مجھے کیا سوجھی کہ میں کٹورے میں پانی بھر لایا اور عرض کیا، یا شیخ! جب مسامات سے نمک خارج ہوتا رہتا ہے تو پانی میں انگلیاں ڈالنے سے پانی نمکین ہوجاتا ہوگا۔ حضور قلندر بابا اولیاؒ نے کٹورے میں پانچوں انگلیاں ڈال دیں اور کچھ دیر کے بعد ہاتھ نکال کر فرمایا، چکھو!

یا بدیع العجائب! کٹورے کا پانی سمندر کے پانی کی طرح نمکین اور کڑوا تھا۔

قارئین! التماس ہے کہ ان کرامات میں مخفی قوانین پر غور کیجئے اور لکھ کر ادارہ "ماہنامہ قلندر شعور" کو بھیج دیجئے، شکریہ۔

عابد محمود

خیال ـــ فون کی گھنٹی

آپ بیتی کی طرز پر لکھی گئی یہ تحریر نومبر 2021ء کے "آج کی بات" پر تفکر کا مظہر ہے۔ یکسو ہو کر پڑھئے اور حافظے میں جو مفہوم رہ جائے، لکھ کر بھیج دیجئے۔ (ادارہ)

مضمون لکھتے ہوئے ہم نفسِ مضمون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ذہنی وسعت کی مناسبت سے خیالات قبول کرتے ہیں جو ہماری فکر (سوچ) سے ضرب ہو کر مضمون بن جاتے ہیں۔ لکھنے کا یہ انداز اطلاع میں ملاوٹ ہے یا حقیقت کو دیکھنے اور سمجھنے کا اپنا اپنا زاویہ۔

کم و بیش ساڑھے سات ارب کی آبادی میں ہر آدمی، آدم زاد ہونے کے باوجود دیکھنے کا الگ زاویہ رکھتا ہے۔ اس طرح ایک چیز کو دیکھنے کے سات ارب سے زیادہ زاویے ہوئے۔ یہی زاویۂ نگاہ فرد کو فرد سے ممتاز کرتا ہے۔ نکتہ یہ ہے کہ ہر موضوع ہماری فکر سے ضرب ہو کر نئے رنگ اور نئے زاویے میں سامنے آتا ہے اور ہم جس زاویے سے واقف ہیں ـــ وہ محدود ہے۔

غیر جانب دار طرز فکر سے مراد ایسا زاویہ ہے جس کی حد بندی نہ ہو سکے اور جو محدود حواس سے آزاد ہو۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ محدود زاویے کو نکال کر حقیقت اصل معانی میں بیان کی جا سکے؟

ذہن میں ہر وقت اطلاعات کا لامتناہی بہاؤ جاری رہتا ہے۔ صبح سے رات تک ارد گرد کے حوادث موقع نہیں دیتے کہ ذہن خالی ہو سکے۔ نت نئی مصروفیات سے ذہنی وابستگی قائم ہو جاتی ہے اور نئے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ غیر جانب دار طرز فکر جذبات اور فہم کے درمیان توازن قائم کر کے فہم و جذبات کو دھاگے میں پرو کر ایک مرکز پر یکجا کر دیتی ہے۔

دوست کا خیال آتے ہی یادیں تازہ ہو گئیں۔ دماغ کی اسکرین پر ماضی کی فلم چلنے لگی۔ زاہد اور میں اکرم کے ڈھابے پر بیٹھے چائے پی رہے تھے

اور وہاں پر چلنے والا گیت،

یہ زندگی اسی کی ہے جو کسی کا ہو گیا

دھنوں کے ساتھ جس طرز میں ترتیب دیا گیا ہے، ذہن میں چل رہا تھا۔ ڈھولکی کی تھاپ سے لے کر پیانو کے ہر ساز تک دھنیں ایسے بج رہی تھیں جیسے یہ گیت آس پاس بج رہا ہو۔

گنگنانے کی کوشش کی لیکن سُر اور تال کا حق ادا نہیں کر سکا۔ حیرت یہ تھی کہ میرے ریکارڈ میں اس گیت کے سارے سُر اور تال موجود تھے جن کو میں سن رہا تھا لیکن اس طرح گا نہیں سکتا جیسے گائیک نے سُر اور لے میں گایا تھا۔

ایسا کیوں تھا—؟

ماضی کی یادوں میں موجود گیت دوبارہ سنا اور گانے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ملی۔ وجہ یہ ہے کہ جس نے یہ گیت گایا ہے، اس نے برسوں ریاضت کی ہے، میں اس کی ریاضت کا ثمر سن رہا تھا۔ گیت کے بول اور دھنیں میرے اندر ہیں لیکن ان کو کیسے ادا کرنا ہے، یہ ایک علم ہے جو سیکھا جاتا ہے چاہے وہ اندر موجود کیوں نہ ہو۔

خیال وارد ہوا کہ دوست کا خیال آتے ہی ذہن نے ماضی کو کیوں دہرایا۔ اس سے متعلق یادیں تازہ ہو گئیں اور جس جگہ ذہن رکا، اس لمحے کی تفصیلات فلم بن کر چلنے لگیں۔

۱۔ زاہد سے بچپن کا یارانہ تھا، حافظہ یادوں کی خوش بو سے معمور تھا پھر ذہن اس میں سے کسی ایک لمحے پر کیوں رک گیا؟

۲۔ کیا اس وقت زاہد کی طرف متوجہ ہونا کسی ایسی بات کی طرف اشارہ تھا جو گیت کے بول میں موجود تھے؟

۳۔ یا زاہد بھی پرانی یادوں میں گم تھا؟

۴۔ ذہن نے خود کسی ایک یاد کا انتخاب کیا؟

۵۔ کیا ذہن بلاوجہ کسی بھی یاد پر رک جاتا ہے؟

۶۔ کوئی سبب ہو گا جو کائناتی تاروں میں حرکت بن کر میرے دماغ تک پہنچا۔ وہ کیا ہے؟

۷۔ اطلاع (انفارمیشن) کیا ہے؟

۸۔ کیا زاہد نے مجھے یاد کیا اس لئے ذہن اس کی طرف متوجہ ہوا؟ اگر ایسا ہے تو زاہد کا ذہن میری طرف کیسے متوجہ ہوا؟

ہم میں سے چاہے جس کا ذہن متوجہ ہوا، اطلاع میں دونوں کے لئے قدرِ مشترک موجود تھی جس کی بنا پر زاہد میرے خیال میں آیا۔

دوستی، ایثار، محبت، قربانی، عقیدت، قرب اور والہانہ پن اطلاع کی فریکوئنسیاں ہیں جن کو مظاہرے کے لئے میڈیم چاہئے۔ میں اور زاہد

ان فریکوئنسیوں کا میڈیم بن کر زندگی کی بہت سی بہاریں دیکھ چکے ہیں۔ ہم میں مشترک بات دوستی اور ایک دوسرے کے لئے محبت تھی۔ مجھے یا اس کو دوستی اور محبت کی اطلاع موصول ہوئی، جس کی بنا پر میں (یا ہم) دل سے قریب رشتے کی طرف متوجہ ہوا۔

ذہن کسی حد تک مطمئن ہو گیا مگر تکرار ہونے لگی کہ جب دوست کا خیال آتا ہے، ذہن ماضی کی 'یادوں' کی طرف متوجہ کیوں ہوتا ہے ــــ؟ ایسا کیوں نہیں کہ وہ یاد کے بجائے براہِ راست زاہد کی طرف متوجہ ہو کر تبادلۂ خیال کرے ــــ؟

نومبر 2021ء کے 'آج کی بات' پر تفکر کرتے ہوئے ذہن یہاں پہنچ کر رک گیا لیکن توجہ نہیں ہٹی، اسی موضوع پر مرکوز رہی۔

ایک روز بیٹھے بیٹھے مہک کا خیال آیا۔ اس کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ موبائل فون کی گھنٹی بجی اور میں اسکرین پر نام دیکھ کر چونک گیا۔

فون کان سے لگایا، السلام علیکم۔

وعلیکم السلام۔ مہک بول رہی ہوں۔

تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا اور تم نے فون کر دیا۔ میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

وہ بولی، ہاں! ایسے اتفاق ہو جاتے ہیں۔

اتفاق ــــ؟ اس قدر مربوط نظام جہاں کوئی حرکت لایعنی نہیں، وہاں اتفاق کیسے ہو سکتا ہے۔

مسکرا کر اس کی بات سنی اور کچھ دیر بات چیت کے بعد فون بند کر دیا۔

مہک کا خیال آنے پر ذہن مہک پر رکنے کے بجائے یاد کے دریچوں میں داخل ہو گیا اور میں ان میں گم ہو کر اصل اطلاع بھول گیا۔

ہم نے ذہن کی تربیت اس طرح کی ہے کہ وہ اطلاع کو محدود معنی و مفہوم کے تناظر میں دیکھنا چاہتا ہے اور اصل بات نظر انداز کر دیتا ہے۔

موبائل فون کی طرف دیکھ کر سوچنے لگا کہ آدمی صلاحیتوں کے بل بوتے پر چند فارمولوں کو سمجھ لینے کے بعد چھوٹی سی device سے دور دراز علاقوں میں اپنے پیاروں سے بات کرتا ہے۔ اگر وہ میڈیم پر انحصار نہ کرے تو کیا مادی وسیلے کے بغیر دور دراز تبادلۂ خیال کر سکتا ہے؟

مہک کا خیال ــــ فون کی گھنٹی کی طرح میرے ذہن میں بجا تھا لیکن میں اس فریکوئنسی کو سمجھ نہیں سکا۔ موبائل فون کی اسکرین پر مہک کا نام آنے سے پہلے دماغ کی اسکرین پر مہک کی تصویر روشن ہوئی تھی۔ فون کی گھنٹی بجنے سے پہلے خیال

نے اس کی اطلاع دے دی تھی۔

بات یہ سمجھ میں آئی کہ جو اطلاع آتی ہے، توجہ اپنی طرف مبذول کرتی ہے۔ سب سے پہلے ہم اسے مادری زبان میں منتقل کرتے ہیں، اس کے بعد اس کا تعلق متعلقہ یاد، واقعہ یا شے سے جوڑتے ہیں اور اس کو دہراتے ہیں ___ ہم اطلاع کا تعلق سب سے پہلے ماضی سے جوڑتے ہیں۔

زندگی ماضی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اگر موجودہ لمحہ ماضی سے منقطع ہو جائے تو زندگی حیرت کے سوا کچھ نہیں ___ کوئی لمحہ ظاہر نہیں ہو گا اور کوئی لمحہ غائب نہیں ہو گا کیوں کہ اطلاع (انفارمیشن) جہاں سے آرہی ہے، وہ ریکارڈ ہے ___ قلم جسے لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔

زاہد جرمنی میں رہتا ہے۔ آخری ملاقات تین سال پہلے ہوئی۔ میں تین سال پہلے کے زاہد سے واقف ہوں کیوں کہ میں نے ان تین سالوں میں اس کو دیکھا نہیں اور نہ اس کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ میں ماضی کو دہرا رہا ہوں۔ تین سالوں میں زاہد میں کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں، میں اس سے واقف نہیں ہوں۔ ایسا کیوں ہے ___؟

سامنے موجود کنکریٹ کی دیوار کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ مرشد کریم فرماتے ہیں،

"اگر ہم نے مادی آنکھ کو میڈیم بنایا ہے تو سفر آنکھ کے درمیان باریک کاغذ آنے پر رک جاتا ہے۔ اگر میڈیم روشنی ہے تو لہروں میں تحلیل ہونے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور اگر سفر نور کے ذریعے ہے تو خواب کے بعد کی دنیائیں روشن ہو جاتی ہیں۔"

دیوار کو دیکھتے ہوئے آنکھیں بند کیں اور نگاہ کو حرکت دینے کی کوشش کی تو اندر میں کسی نے مجھے دیوار کے پار دنیا دکھائی لیکن منظر واضح نہ ہو سکا، محض احساس کا مدھم ہیولا تھا۔

اچانک واجد بھائی کا خیال آیا۔ اس سے پہلے کہ ذہن ان کی یادوں کی طرف مبذول ہوتا، میں نے تیزی سے فون اٹھا کر واجد بھائی کا نمبر ملایا۔

ہیلو۔ السلام علیکم واجد بھائی۔

وعلیکم السلام، عابد بھائی۔ ابھی میں آپ ہی کو یاد کر رہا تھا کہ آپ کا فون آ گیا۔

میرے اندر طمانیت کی لہر دوڑ گئی ۔

اور میں نے جان لیا کہ کسی کا خیال آنا محض خیال نہیں ہے بلکہ ___ خیال فون کی گھنٹی کی طرح موصول ہوتا ہے۔

عظیمی

روغن

پرسیاؤشان

REDISCOVER YOUR HAIR'S NATURAL BEAUTY

گھنے، لمبے اور چمکدار
بالوں کی نشوونما کے لئے
جڑی بوٹیوں سے تیار کیا ہوا تیل

- حافظہ روشن کرتا ہے
- دماغ کو تقویت دیتا ہے
- سر درد میں مفید ہے

چمک دار سیاہ بال

خشکی کا خاتمہ

نرم و ملائم بال

عظیمی میڈیکل اسٹور

ہول سیل میڈیسن مارکیٹ، ڈینسو ہال، کراچی۔

فون: 021-32439104 موبائل: 0321-2553906

SEARLE

CANDEREL

کینڈرل

پھیلائے دنیا بھر میں مٹھاس لو کیلوری کے ساتھ

30 سال سے زائد عرصے سے دنیا بھر میں ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں **کینڈرل** چینی جیسی مٹھاس شامل کر رہا ہے وہ بھی معمولی سی کیلوری کے ساتھ ۔ **کینڈرل** بلڈ گلوکوز لیول پر بھی کوئی اثر نہیں کرتا ہے ۔ اگر آپ ذیابیطیس کے مریض ہیں جو زندگی میں مٹھاس لانا چاہتے ہیں یا آپ اپنے وزن کی خاطر روز میٹھے سے نظر چراتے ہیں تو اب آپ کی مشکل ہوئی آسان ۔۔۔ **کینڈرل** کے ساتھ

STARCREST

خواجہ شمس الدین عظیمی

مسائل اور پیراسائیکالوجی

پیراسائیکالوجی کے تحت دیئے گئے علاج کے لئے اجازت ضروری ہے۔ کوئی صاحب یا صاحبہ اجازت کے بغیر علاج نہ کریں۔ (ادارہ)

محبت کی تصویر

نازش بختیار، اسلام آباد: میری طبیعت بظاہر سوئے ہوئے آتش فشاں جیسی ہے۔ دیکھنے والے کو خاموش نظر آتی ہوں لیکن جب وہ مجھ سے بات کرتے ہیں تو یقین کیجئے کہ میری زبان سے لاوا اگلتا ہے۔ چھوٹی بات پر لہجہ سخت ہو جاتا ہے۔ گھر والوں نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا ہے کہ میں بات کم کرتی ہوں اور لڑتی زیادہ ہوں۔ خود کو بدلنا چاہتی ہوں۔ آپ کی تصنیف ''ایک سو ایک اولیاء اللہ خواتین'' پڑھنا شروع کی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ میرا اٹھنا بیٹھنا، سوچنا سمجھنا، بات کرنا اور اللہ سے ربط ــــ اولیاء اللہ خواتین جیسا ہو جائے۔ مزاج میں توازن کیسے لاؤں؟

جواب: آدمی جسم اور روح کا مرکب ہے۔ جسم لباس ہے، لباس میں حرکت روح سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روح کو صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ روح سے واقف ہونے والا فرد، چاہے وہ عورت ہو یا مرد، ان صلاحیتوں کا امین بن جاتا ہے۔ سب کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ عورت اور مرد محقق، جج، پائلٹ، سرجن اور معلم بننے کے لئے پہلے تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔ روحانی علوم سیکھنے کا طریقہ بھی یہی ہے۔ الحمدللہ آپ کا جذبہ بہت اعلیٰ ہے۔ کتاب ''ایک سو ایک اولیاء اللہ خواتین'' کا مقصد یہ ہے کہ خواتین اپنے اندر روحانی صلاحیتوں سے واقف ہوجائیں۔ اس کتاب کو اتنی مرتبہ پڑھئے اور سمجھ کر پڑھئے کہ اولیاء اللہ خواتین کی طرز فکر آپ کی طرز فکر بن جائے۔

سورج نکلنے سے پہلے وضو کر کے سفید لباس پہن کر عمدہ خوش بو لگائیے اور آرام دہ نشست میں بیٹھ جائیے۔ کمر سیدھی رکھئے، جسم میں تناؤ نہ ہو۔ 100 مرتبہ یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم پڑھنے کے بعد آنکھیں بند کر کے 15 منٹ یہ تصور کیجئے

کہ آسمان سے نیلی روشنی کی بیم آپ کے اندر جذب ہو رہی ہے۔ جس طرح ہوسکے ، اللہ کی مخلوق کی خدمت ، ان کا احترام اور اللہ کی صناعی یعنی چاند، ستارے، پھول، پودے، پانی، ہوا، پرندے اور خود اپنے آپ پر تفکر کیجئے۔ اللہ نے یہ کائنات محبت سے تخلیق کی ہے تاکہ مخلوق اللہ کو پہچانے۔ محبت کا وصف آپ کے اندر موجود ہے، اس کی تصویر بن جائیے۔

ہیبت ناک نقوش

رومیصہ جہانگیر، جہلم: بھائی کچھ عرصے سے نیند میں باتیں کرتا ہے اور ڈرنے لگا ہے۔ جملے بے ربط ہوتے ہیں۔ عجیب و غریب آوازیں نکالتا ہے۔ آواز ریکارڈ کرکے ڈاکٹر کو سنائی تو انہوں نے بتایا کہ ذہنی دباؤ ہے۔ امی ابو نے سمجھایا کہ بے خوف ہو کر دل میں جو بات ہے، انہیں بتائے مگر بھائی کہتا ہے کہ وہ کچھ نہیں چھپا رہا۔ عمر 25 سال ہے۔ اچھے ادارے میں ملازمت ہے۔ اس کے لئے لڑکی دیکھ رہے ہیں مگر درمیان میں یہ مسئلہ آگیا ہے۔ شک ہے کہ جادو یا آسیب نہ ہو۔

جواب: جادو ہے نہ آسیب کا اثر، ڈاکٹر صاحب نے درست نشاندہی کی ہے۔ بھائی ذہنی دباؤ کا شکار ہے اور اس کی ایک سے زیادہ وجوہات ہیں۔ اس سے ایسا عمل سرزد ہوا ہے جس سے ضمیر ملامت کرتا ہے۔ گھر کے معاملات اور رویے بھی دماغ پر دباؤ کی وجہ ہیں۔ دفتر میں ذہن کام کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لئے توجہ خوف اور ضمیر کی ملامت سے وقتی طور پر ہٹ جاتی ہے مگر گہری نیند میں خوف کے دبے ہوئے نقوش ہیبت ناک شکل میں ظاہر ہو کر بھائی کے شعور کو متاثر کرتے ہیں۔ یہ اچھی علامت نہیں ہے۔ گھر کے بڑے دوسروں کی دل آزاری کرتے ہیں اور یہ طرزِ عمل بچوں میں منتقل ہوا ہے۔ علاج یہ ہے:

۱۔ کھانے میں نمک کی مقدار کم کی جائے۔

۲۔ بھائی سے کہیئے کہ رات کو سونے سے پہلے وضو کرکے 15 منٹ تک سوچے سمجھے بغیر جو ذہن میں آئے، کاغذ پر لکھتا رہے۔ عمل 40 روز تک بلاناغہ کرنا ہے۔

۳۔ گھر میں سب اپنا محاسبہ کریں۔

عقل بند ___؟

ف۔خ ، لاہور: بیٹی اپنے لئے عقل استعمال کرتی ہے مگر کسی اور کا معاملہ ہو تو ایسی بے وقوفی کا مظاہرہ کرتی ہے کہ اللہ معاف کرے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر یہ کند ذہن ہے تو اپنے معاملات میں سمجھ بوجھ کیسے رکھتی ہے۔ اس کی وجہ سے

بہت پریشان ہوں۔ بات عجیب سی ہے لیکن ایسا عمل بتائیے کہ اس کی بند عقل کھل جائے۔

جواب : بیٹی بے وقوف نہیں بلکہ لاپروا اور غیر حاضر دماغ ہے۔ اس پر کوئی ذمہ داری ڈالئے اور کہئے کہ یہ کام باقاعدگی سے کرنا ہے۔ مطالعے کا شوق ہے تو اچھی کتب لاکر دیجئے۔ معیاری کتب پڑھنے سے شعور میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔

بیٹی رات کو سیدھی کروٹ لیٹے اور آنکھیں بند کرکے اس تصور میں سو جائے کہ ”مجھ پر آسمان سے نور کی بارش ہو رہی ہے“۔ اس عمل سے فہم و فراست میں بہت اضافہ ہو گا، انشاءاللہ ۔ایک نیند لینے کے بعد بات کرنے کی اجازت ہے۔

خوشی کا فارمولا

نام شائع نہ کریں، پشاور: مجھ سے پہلے کئی لوگ آپ کو اس بارے میں خط لکھ چکے ہیں اورآپ نے جواب بھی دیا ہے۔ چوں کہ علاج کے لئے اجازت کی ضرورت ہے اس لئے مسئلہ لے کر حاضر ہوئی ہوں۔ میں بدصورت ہوں۔ایک بار جو دیکھ لے، دوبارہ دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ میری ایک ہی دوست ہے ، اس کے علاوہ کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ شدید احساسِ کمتری کا شکار ہوں۔ چاہتی ہوں کہ میرے اندر اعتماد پیدا ہو اور اعتماد کا انحصار کسی فرد کی رائے پر نہ ہو۔ پھر کوئی خوش شکل سمجھے یا بدشکل، مجھے فرق نہیں پڑے گا۔

ماہنامہ قلندرشعور جنوری 2022ء

پیراسائیکالوجی
(Parapsychology)

اماں کا نام : .... سائل کا نام: ....

تاریخ اور وقت پیدائش : .... تعلیم: .... ازدواجی حیثیت: ....

جاگنے کا دورانیہ : .... سانس کا دورانیہ کتنے سیکنڈ ہے: ....

کھانا پیٹ بھر کے کھاتے ہیں یا بھوک رکھ کر: .... نمک زیادہ پسند ہے یا مٹھاس: ....

خیالات میں حقیقت پسندی ہے یا الوژن : .... دستخط : ....

خط وکتابت کا پتہ : ....

.... رابطہ نمبر: ....

جواب: آپ کا ذہن اچھا ہے۔ خود کو دوسروں کی نظر سے دیکھنے والا فرد ناخوش رہتا ہے۔ فجر کی نماز پڑھ کر شمال رخ کھڑی ہوں۔ ناک سے آہستہ آہستہ سانس لیجئے اور سینے میں روکے بغیر آہستہ آہستہ خارج کر دیجئے۔ یہ عمل 11 مرتبہ کرنے کے بعد بیٹھ جایئے اور بند آنکھوں سے خود کو نہایت خوش نما باغ میں دیکھئے جس میں بیٹھ کر آپ مراقبہ کر رہی ہیں اور باغ تازہ پھولوں کی عمدہ خوش بو سے مہک رہا ہے۔ باغ میں مراقبہ کا تصور 15 منٹ تک کرنا ہے۔ جن مسائل کا آپ نے ذکر کیا ہے، 40 روز کے عمل سے ان سے نجات مل جائے گی، انشاءاللہ۔

آواز کس کی ہے؟

حذیفہ اسلم، کراچی: کانوں میں آوازیں آتی ہیں جیسے کوئی پکار رہا ہے یا کسی سے بات کر رہا ہے۔ متوجہ ہوتا ہوں تو آواز کی سمت معلوم نہیں ہوتی اور نہ کوئی نظر آتا ہے۔ آوازیں اس وقت محسوس ہوتی ہیں جب گہری سوچ میں گم ہوتا ہوں۔ گھر والے کہتے ہیں کہ مجھے وہم ہوگیا ہے۔ آواز میں گونج زیادہ ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ آواز کس کی ہے اور کیا کہہ رہا ہے۔

جواب: بازاری کھانوں سے پرہیز کے ساتھ ساتھ کھانے میں نمک کی مقدار کم سے کم کر کے 40 روز بعد صورت حال سے مطلع کیجئے۔

باطن کی دولت

نورِ باطن سے واقف خاتون نے چند روز ایک پہاڑی علاقے میں قیام کیا۔ قریب چشمہ بہہ رہا تھا۔ وہ پانی پینے گئیں تو چشمے میں قیمتی پتھر ملا۔ انہوں نے پتھر اٹھالیا۔ اگلے روز ایک مسافر کا یہاں سے گزر ہوا۔ معلوم ہوا کہ وہ بھوکا ہے تو خاتون نے بیگ کھولا اور کھانے کے لئے کچھ دیا۔ مسافر کی نظر پتھر پر پڑی۔ کہا، یہ پتھر مجھے دے دیں۔ صاحبِ حکمت خاتون نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے قیمتی پتھر اسے دے دیا۔ اپنی قسمت پر نازاں مسافر خوشی خوشی وہاں سے رخصت ہوا، اس یقین کے ساتھ کہ زندگی خوش حال گزرے گی۔ لیکن چند روز بعد وہ واپس آیا اور پتھر خاتون کو واپس دیتے ہوئے کہا، میں سوچ رہا تھا کہ یہ پتھر کس قدر گراں قیمت ہے لیکن اس یقین کے ساتھ واپس کر رہا ہوں کہ آپ مجھے اس سے زیادہ قیمتی شے سے نوازیں گی۔ صاحبِ حکمت خاتون نے پوچھا، وہ کیا—؟ مسافر نے کہا، مجھے آپ کے اندر موجود وہ شے چاہئے جس نے آپ کو بلا تردد اس قدر قیمتی پتھر کسی اور کو دینے کے قابل بنایا۔

والدہ ماجدہ

درخت کے تنے پر ناگ پھنکار رہا ہے۔ اس کے سر پر تاج تھا۔ زبان بار بار باہر نکل رہی تھی۔ خیال آیا کہ کالا ناگ بچوں کو نقصان نہ پہنچادے۔ بھرپور طریقے سے سانپ کو دیکھا اور نظریں جمادیں۔

"ماں کو چاہئے کہ وہ بچوں کو اللہ تعالیٰ سے پیار کرنا سکھائے۔"

یہ زریں قول سعیدہ بی بیؒ کا ہے جو حاملِ علمِ لدنّی حضور قلندر بابا اولیاؒ کی والدہ ہیں۔ ان کے قول میں معانی و مفہوم کے بحر اور بحروں میں علمِ حضوری کے موتی ہیں جو دینِ فطرت پر پیدا ہونے والے بچے کو عالمِ ناسوت کے سراب سے محفوظ رکھتے ہیں اور حواس کو رحمٰن و رحیم اللہ تعالیٰ کی محبت کی مہک سے لطیف در لطیف کر کے اس نقطہ کا مشاہدہ کرواتے ہیں جس میں "نحن اقرب الیہ من حبل الورید" کا راز ہے۔

علمِ حضوری کیا ہے ___؟ ہر آن رب العالمین اللہ کو حاضر و ناظر جاننا اور مظاہرِ کائنات میں صفاتِ الٰہی کا مشاہدہ کرنا۔ اس مرتبے پر پہنچنے کے لئے حواس کا زمین اور آسمانوں کے کناروں سے نکلنا ضروری ہے جو روح سے واقف ہوئے بغیر ممکن نہیں۔

جو ماں خالق و مالک اللہ سے پیار کرتی ہے، اس کے بچے کے اندر از خود اللہ سے محبت کے جذبے کو جِلا ملتی ہے کیوں کہ بچہ ماں کی تصویر ہے۔

سعیدہ بی بیؒ فرماتی ہیں،

"قیامت کے دن اللہ یہ نہیں پوچھے گا کہ تم نے بچوں کو کیا کھلایا پلایا تھا، اللہ تربیت کے بارے میں پوچھے گا۔"

سعیدہ بی بیؒ اور ان کے شوہر حسین مہدی بدیع الدین شیر دلؒ نیک، پرہیزگار اور اللہ سے محبت کرنے والے تھے۔ ان کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ ایک ہمشیرہ کے علاوہ سارے بہن بھائی قلندر بابا اولیاؒ سے چھوٹے تھے۔

حضرت سید محمد عظیم برخیاؔ المعروف حضور قلندر بابا اولیاؒ 1898ء میں قصبہ خورجہ، ضلع بلند

شہر، یوپی، بھارت میں پیدا ہوئے۔ سعیدہ بی بیؒ اور حضرت شیر دلؒ نے بچوں کی ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ والدین کی تربیت کا اعجاز ہے کہ بچے بچپن سے باادب، خوش اخلاق اور سمجھ دار تھے۔ ہم عمر ساتھیوں، چھوٹوں اور بڑوں سے احترام سے پیش آتے تھے۔

سعیدہ بی بیؒ فرماتی ہیں،

”بزرگ مرد اور بزرگ خواتین سے اپنے سروں پر ہاتھ رکھواؤ اور ان سے دعائیں لو۔“

بچپن کی عادات اور اخلاق پوری زندگی پر نقش ہو جاتے ہیں، ان سے فرد کی شخصیت بنتی ہے۔ اس بارے میں قلندر باباؒ کے بچپن کے دوست سید نثار بخاری صاحب بتاتے ہیں کہ،

”قلندر بابا اولیاؒ بچپن سے غیر مہذب کھیل، عام لڑکوں کے ساتھ کھیلنے اور ان سے بے تکلف ہونے سے اجتناب کرتے تھے۔ فطرتاً ذہین، مہذب اور ملنسار تھے اور اچھے برے کی تمیز رکھتے تھے۔ احباب کے ساتھ اخلاق و محبت سے پیش آتے اور حسبِ استطاعت خاطر مدارات کرنے میں کوئی فروگزاشت نہ کرتے تھے۔ پڑھنے کے وقت انہماک سے پڑھتے تھے اور کھیل کے وقت لڑکوں کا کھیل دیکھتے رہتے۔ اوائل عمر سے طبیعت میں سادگی، متانت اور ہمدردی تھی۔ کسی کی پریشانی اور تکلیف کو محسوس کرتے تو اس کی دل جوئی کرتے اور حتی المقدور اس کے کام آتے تھے۔ ہم عمر ساتھیوں سے آپ جناب سے گفتگو کرتے۔“

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ کی شخصیت بچپن سے ان اعلیٰ خوبیوں کا مجموعہ نظر آتی ہے جن کے نقوش ان کی ساری حیات پر محیط ہیں۔

شہنشاہ ہفت اقلیم حضرت بابا تاج الدینؒ نے سعیدہ بی بیؒ کو بیٹی بنا کر پرورش کی تھی۔ اس رشتے سے قلندر باباؒ ان کو نانا کہتے تھے۔ نانا تاج الدینؒ نے سعیدہ بی بیؒ کو سبز مرہم نام کی کوئی چیز عطا فرمائی تھی۔ وہ کیا چیز تھی کسی کو علم نہیں ہو سکا۔ سعیدہ بی بیؒ کی غیبی فتوحات کو اس (سبز مرہم) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اللہ نے سعیدہ بی بیؒ کے رزق میں اتنی برکت عطا کی تھی کہ گھر مہمانوں سے بھرا رہتا تھا۔ اللہ کے نام پر دینا اور لنگر عام تھا۔ گھر کے اسٹور میں کھانے پینے کی اشیا بھری رہتی تھی۔ وہ فرماتی ہیں،

”رزق کی پروا مت کرو۔ مخلوق کا کام صرف تدبیر کے ساتھ محنت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق، مالک اور رازق ہے۔ رزق اللہ فراہم کرتا ہے۔“

سعید بخت خاتون سعیدہ بی بیؒ خوددار، سخی، فیاض اور مہمان نواز تھیں۔ ان کا قول ہے،

”لینے سے دینا اچھا ہے۔ کھلا ہاتھ (دینے والا ہاتھ) رزق میں فراوانی کا وسیلہ ہے۔“

ابدالِ حق قلندر باباؒاولیاؒ کی والدہ، صاحبِ کشف اور صاحبِ کرامت خاتون تھیں۔ ایک روز انہوں نے دیکھا کہ درخت کے تنے پر کالا ناگ پھنکار رہا ہے۔ اس کے سر پر تاج تھا۔ زبان بار بار باہر نکل رہی تھی۔ انہیں خیال آیا کہ کالا ناگ کہیں بچوں کو نقصان نہ پہنچا دے۔ خیال آتے ہی انہوں نے بھرپور طریقے سے ناگ کو دیکھا اور نظریں اس پر جما دیں۔

حضور قلندر باباؒاولیاؒ فرماتے ہیں،

”وہ ناگ درخت سے چپک گیا اور اس کے ٹکڑے ہو کر زمین پر گرے۔“

نظر میں اتنا جلال تھا کہ ناگ کا جسم اس کی تاثیر کو برداشت نہ کر سکا، پہلے وہ درخت سے چپکا پھر اس کے ٹکڑے ہو گئے۔

کسی کو دیکھتے ہیں تو دیکھنے کا عمل اس وقت انجام پاتا ہے جب لہریں خارج ہو کر شے تک پہنچتی ہیں اور اس کا عکس کھینچ کر ہمارے ذہن کی اسکرین پر منعکس کرتی ہیں۔ دیکھنے، سننے، سمجھنے اور دنیا میں جتنے کام ہیں، سب کی انجام دہی میں لہروں کا عمل دخل ہے۔ جب سعیدہ بی بیؒ نے ناگ پر نظریں مرکوز کیں تو یہ صرف دیکھنا نہیں تھا، ان کی لہریں ناگ کے جسم سے ٹکرائیں، وہ لہروں میں جلال کی تاب نہ لا سکا اور درخت سے چپک کر اس کا جسم ایسا جما کہ اس کے ٹکڑے ہو گئے۔ سعیدہ بی بیؒ لہروں کے ارتکاز اور ان میں تصرف سے واقف تھیں۔

سماوات اور ارض نور علیٰ نور لہروں پر قائم ہیں۔ لہروں کے علم کا مطلب فریکوئنسی (مقداروں، تعدّد) کا شعور ہے۔ ایسے فرد کے لئے زمین، آسمان اور جو کچھ ان میں ہے، مسخر ہو جاتا ہے۔

سعیدہ بی بیؒ کے گھر میں ایک بڑا اژدھا تھا جو درخت کے نیچے صحن میں پڑا رہتا تھا۔ کتاب ”ایک سو ایک اولیاء اللہ خواتین“ میں لکھا ہے،

”رات کو جب چاند شباب پر ہوتا، چاندنی پتّوں سے چھن چھن کے زمین پر بکھر جاتی تھی۔ پتّوں میں سے چھن کر چاند کا روپہلا عکس عجیب نقش و نگار پیش کرتا تھا۔ لگتا تھا کہ زمین پر کہکشاں اتر آئی ہے۔ صحن کا فرش کچی زمین تھی اور حضرت شیر دلؒ (حضور قلندر بابا اولیاؒ کے

والد) صحن میں دریائی ریت ڈلوا دیتے تھے۔ اژدھا بھی وہاں پڑا رہتا تھا۔ اژدھا قد میں لگ بھگ ساڑھے پانچ فٹ تھا۔ گھر میں جب مہمان آتے تو سعیدہ بی بیؒ اژدھے سے کہتیں،

'جاؤ کمرے میں چلے جاؤ۔۔۔ باہر نہ آنا'

اور اژدھا کمرے میں چلا جاتا۔"

اژدھے کا پالتو جانور کی طرح گھر میں رہنا غیر معمولی بات ہے۔ سعیدہ بی بیؒ اس کی غذا اور سرد و گرم سے محفوظ رکھنے کے لئے بچوں کی طرح اس کا خیال رکھتی تھیں۔ وہ ان کی ہر بات سمجھتا تھا۔ قلندر بابا اولیاؒ بچپن میں اژدھے کے ساتھ کھیلتے تھے اور اس پر سواری کرتے تھے۔

جب سعیدہ بی بیؒ شطرنج پورہ میں قیام پذیر تھیں، نانا تاج الدین ناگپوریؒ اکثر ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ ابدالِ حق فرماتے ہیں،

"جس زمانے میں والد صاحب دلی ٹول ٹیکس میں محرر تھے، ہمارے مکان کی ایک دیوار بارش میں گر گئی۔ مکان دار بارش میں مکان کی مرمت کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ نانا تاج الدینؒ نے والد کو خط لکھا کہ بیٹی سعیدہ کو ناگپور پہنچا دو۔ ان ایام میں وہ مہاراجا رگھوراؤ کے پاس مقیم تھے۔ ہم لوگوں کے لئے شطرنج پورہ میں انتظام کیا گیا۔ روزانہ یا دوسرے دن نانا اپنی گھوڑا گاڑی میں تشریف لاتے، گھنٹوں ہمارے ساتھ گزارتے۔ اکثر اردگرد کی آبادی کے لوگوں کا آنا جانا رہتا۔ نانا ان کے معاملات میں غور کرنے میں اتنا دماغ صرف کر دیتے کہ حواس ماؤف ہو جاتے۔ ایک بار بے خیالی میں دروازے کی طرف جانے کے بجائے وہ دیوار کے پیچھے کھڑی گھوڑا گاڑی کی طرف بڑھتے چلے گئے اور ٹھوس دیوار سے گزر کر سڑک پر نکل گئے۔ غالباً یہ کرامت ان سے غیر ارادی طور پر صادر ہوئی تھی، لوگوں کے معاملات کے متعلق سوچنے میں ان کا ذہن تجلیٔ الٰہی میں تحلیل ہو گیا اور جسم ذہن کے تابع ہونے کی وجہ سے ثقل کی منزل سے آگے نکل گیا۔"

قلندر باباؒ نے ابتدائی تعلیم قصبہ خورجہ میں حاصل کی۔ ہائی اسکول تک بلند شہر میں پڑھا پھر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ تعلیم کے دوران روحانی علوم کی طرف رجحان بڑھ گیا۔ کچھ وقت ایک بزرگ مولانا کابلیؒ کے پاس گزارنے لگے۔ ان سے پانچ چھ ماہ تعلیم حاصل کی۔ پھر نانا تاج الدین باباؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نانا نے ان کو روک لیا۔

حضرت شیر دلؒ کو معلوم ہوا تو ناگپور تشریف

لے گئے اور بابا تاج الدینؒ سے عرض کیا کہ اس کی تعلیم نامکمل رہ جائے گی، اسے واپس علی گڑھ بھیج دیجئے۔ واقفِ اسرار و رموز بابا تاج الدین ناگپوریؒ نے فرمایا،

"اس کو اگر اس سے زیادہ پڑھایا گیا جتنا یہ اب تک پڑھ چکا ہے تو یہ میرے کام کا نہیں رہے گا۔"

نانا تاج الدینؒ کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کی تربیت کا خاص اہتمام و انتظام کیا جاتا ہے، ان کے ہر عمل اور وقت پر بزرگوں کی نظر ہوتی ہے۔ علی گڑھ میں قیام کے دوران درویشی کی طرف میلان بڑھنا، نانا تاج الدینؒ کے پاس آنا اور نانا صاحبؒ کا یہ کہنا کہ 'اس کو اس سے زیادہ پڑھایا گیا جتنا یہ اب تک پڑھ چکا ہے تو یہ میرے کام کا نہیں رہے گا'، اس میں سالکین اور تفکر کا ذہن رکھنے والے قارئین کے لئے حکمتیں اور قوانین ہیں۔ قلندر باباؒ نے نانا تاج الدینؒ کے پاس نو سال قیام کیا اور روحانی تربیت حاصل کی۔

قلندر بابا اولیاؒ جن دنوں نانا تاج الدینؒ کی روحانی یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم تھے، والدہ سعیدہ بی بیؒ عالمِ بقا میں تشریف لے گئیں۔ والدہ کے بعد آپ نے چھوٹے بہن بھائیوں کی پرورش کی۔

سعیدہ بی بیؒ فرماتی ہیں

* غریب اور نادار لوگوں کا زیادہ خیال کرو۔
* بچوں کی ہر ضد پوری نہیں کرنی چاہئے۔
* شوہر اور بیوی میں کوئی عیب ہو تو دونوں پر لازم ہے کہ اسے چھپائیں، ظاہر نہ کریں۔ ایک دوسرے کی عیب جوئی اپنی عیب جوئی ہے۔
* گھر سے باہر اولاد کی برائی نہیں کرنی چاہئے۔ اس برے عمل سے اولاد نافرمان ہو جاتی ہے۔
* کوشش کی جائے کہ شادی کے بعد بہو بیٹا الگ گھر میں رہیں۔ ہر پرندہ اپنا گھونسلا الگ بناتا ہے۔

بچے کی شخصیت میں ماں کا کردار بہت اہم ہے۔ ماں ابتدائی طور پر جو طرزیں بچے کے ذہن پر نقش کرتی ہے، وہی بچے کی زندگی بن جاتی ہیں۔ قلندر باباؒ جیسی ہمہ گیر، آفاقی اور تکوینی نظام کے اعلیٰ منصب پر فائز ہستی کی پیدائش اور تربیت کے لئے قدرت نے جس ماں کا انتخاب کیا، وہ غیر معمولی صفات کی حامل خاتون تھیں۔ ایسے بچے کی ابتدائی تربیت کے تقاضے وہ ماں پورے کر سکتی ہے جو راز و نیاز سے واقف ہو۔ سعیدہ بی بیؒ کی زندگی ہر خاص و عام بالخصوص ماؤں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

کاشت کار طبیب

حکیم ابوالفارج خاندانی پیشے کے لحاظ سے کسان تھا۔ ملک شام کے گاؤں بیرود میں پیدا ہوا اور حکیم بیرودی کے نام سے معروف ہے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اہلِ قریہ کی طرح کاشت کاری سے وابستہ ہو گیا۔ جیسا کہ کسانوں کا دستور تھا، بیرودی گدھوں پر سامان لاد کر شہر دمشق فروخت کرنے لاتا تھا۔

ایک روز دمشق میں داخل ہوا تو کسی مقام پر سن رسیدہ طبیب کو دیکھا جو مریض کی فصد[1] لینا چاہتا تھا۔ اس کی نکسیر پھوٹ گئی تھی اور ناک سے خون رواں تھا۔ طبیب نے فصد جسم کے ایسے حصے سے لینے کا سامان کیا تھا جو خون کے جوش کھا کر ابلنے کی جگہ سے قریب اور عین اسی کی سمت میں[2] تھا۔

بیرودی وہاں رک گیا اور صورتِ حال سے واقف ہونے کے بعد طبیب سے کہا، آپ اس غریب کی فصد کیوں کھولتے ہیں؟ اس کی ناک سے پہلے ہی خون بہہ رہا ہے۔

سن رسیدہ طبیب نے کہا، فصد لینے سے اس خون کا بند کرنا مقصود ہے۔ جب فصد لی جائے گی اور روانی خون کی سمت میں ہو گی تو خون ناک سے گرنا بند ہو کر نشتر لگانے کی جگہ سے باہر آئے گا۔

بیرودی نے کہا، اگر یہی بات ہے تو آپ غلطی کر رہے ہیں۔ ہم لوگ کسان ہیں۔ جب گاؤں میں بہنے والی نہر کا پانی دوسری طرف آنے سے روکنا چاہتے ہیں تو بہاؤ کی سمت میں راستہ بنا کر پانی نکالنے کے بجائے اس کو دوسری سمت میں کاٹ دیتے ہیں۔ یوں پانی مخالف سمت میں بہہ کر نکل جاتا ہے اور جہاں اس کے جانے سے نقصان ہوتا ہے، وہاں نہیں جاتا۔ آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ جس جگہ سے خون جاری ہے، اس کی مخالف سمت میں فصد لیں تاکہ جو نفع مقصود ہے، وہ حاصل ہو۔ مشورے پر عمل سے مریض کو آرام آ گیا۔

طبیب نے بیرودی کی فہم کی رسائی پر خوش ہو کر کہا، اگر تم طب پڑھو تو لائق طبیب بنو گے۔

بیرودی نے کاشت کاری ترک کر کے بغداد جا کر طب کی تعلیم حاصل کی پھر دمشق میں سکونت اختیار کی۔

حکیم بیرودی کا شمار چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے عالم فاضل اور نامور طبیبوں میں ہوتا ہے۔

۱۔ رگ سے خون لینا، نشتر زنی ۲۔ نکسیر پھوٹنے کے مقام سے قریب اور اس کی سمت

پروفیسر نجمہ شفیق

مے خوار عظیمؔ برخیا حاضر ہے
افلاک سے آرہی ہے آوازِ سروش

یہ مضمون پشاور سے پروفیسر نجمہ شفیق صاحبہ کے ایم فل کے تحقیقی مقالے "سید محمد عظیمؔ برخیا المعروف قلندر بابا اولیاؒ کی رباعیات کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ" سے ماخوذ ہے۔ (ادارہ)

انسان ازل سے عرفانِ ذات کی تگ و دو میں ہے۔ وہ جو کچھ جانتا ہے اظہار نہیں کرتا، خاموش رہتا ہے۔ جب اظہار کرنا مقصود ہو تو الفاظ اور زبان کی ضرورت پیش آتی ہے اور تکمیل عموماً دو مراحل میں ہوتی ہے۔

۱۔ تصور یا خیال

۲۔ تصور یا خیال کا بیان

تصور جتنے موثر اور اعلیٰ انداز میں پیش کیا جاتا ہے، اظہارِ بیان یا اندازِ پیشکش شاہکار کا درجہ اختیار کرلیتا ہے۔ شاعر یا ادیب خیالات اور فکر کو بیان کرنے کے لئے جو طرز منتخب کرتے ہیں، اسے اسلوب کہتے ہیں۔ اسلوب سے نہ صرف کسی دور کے بدلتے رجحانات و مزاج کا علم ہوتا ہے اور تہذیب و ثقافت کی نشانیاں ہم تک پہنچتی ہیں بلکہ یہ مخصوص صنف کا ترجمان بھی ہے۔

ادب کی سب سے مشکل صنف رباعی ہے۔

قلندر بابا اولیاؒ کی رباعیات موضوعات کے حوالے سے عالمگیر، آفاقی اور باطنی علوم کا ذخیرہ ہیں۔ یہ شعوری تجربات ہیں جن میں موضوعات کی رنگا رنگی اور تہ داری ملتی ہے۔ انہوں نے رباعیات میں تہ در تہ مفاہیم کی پرتیں کھولی ہیں اور اظہار کے لئے جو پیرایہ اختیار کیا ہے، اس سے زبان و بیان پر گرفت کا علم ہوتا ہے۔

قلندر باباؒ نے جمالیاتی اور فنّی خوبیوں کے ساتھ صوفیانہ مضامین نظم کرکے ان میں حتی الواسع شگفتگی اور لطافت قائم کی ہے۔ یوں تو ان کے کلام میں زبان و بیان اور علوم کے ہزارہا پہلو ہیں تاہم صفحات کے پیشِ نظر مضمون میں رباعیات کے فنّی پہلو کا اختصار سے جائزہ لیا گیا ہے۔

قلندر بابا اولیاؒ نے تشبیہات کو رباعی میں اس طرح پرویا ہے کہ جذبات و احساسات کے ساتھ طرزِبیان کا حسن بڑھ گیا ہے۔

چہرہ جسے دیکھیں تو کہیں ماہِ تمام
چلنا جسے دیکھیں تو کہیں ماہِ خرام
ساقی میں کیا بتاؤں جو ان پر گزری
سو بار ہی خم دیتے ہیں سو بار ہی جام

ماہِ تمام اور ماہِ خرام کے متصل استعمال سے جہاں کلام میں چاشنی ہے وہاں اہم بات یہ ہے کہ الفاظ ان کی ذات کا رنگ اوڑھ کر نکھر گئے ہیں۔

اک ورقہ کتاب ہے یہ دنیا کیا ہے
دو صفحہ کا باب ہے یہ دنیا کیا ہے
ہر شخص کتاب و باب کو روتا ہے
اک چشمِ پُر آب ہے یہ دنیا کیا ہے

یہاں دنیا مشبّہ (جسے دوسری چیز سے تشبیہ دی جائے) ہے۔ دنیا کو بیک وقت اک ورقہ کتاب، دو صفحہ کا باب اور اک چشمِ پُرآب کہا گیا ہے۔

استعارے میں کوئی اشارہ مخفی ہوتا ہے جس سے مقصود تک رسائی کے ساتھ شخصیت کی جہتیں نمایاں ہوتی ہیں۔ قلندر باباؒ کے یہاں استادِ ازل اور استادِ قلم جیسے نئے استعارے ملتے ہیں۔ استادِ ازل خالقِ کائنات اللہ ہے اور استادِ قلم یعنی تقدیر بھی اسی نے لکھی ہے۔

تاچند کلیسا و کنشت و محراب
تاچند یہ واعظ کہ جہنم کا عذاب
اے کاش جہاں پہ آج روشن ہوتی
استادِ ازل نے کل جو لکھی تھی کتاب

مجازِ مرسل کا استعمال بھی رباعیات میں ہے۔ مجاز مرسل کے تحت کُل کہہ کر جُز اور جُز کہہ کر کُل مراد لیا گیا ہے۔ اسی طرح موجودہ حالت کو ماضی کے تناظر میں پیش کیا ہے۔

مٹی کا ہے سینہ مٹی کا شانہ ہے
مٹی کی گرفت میں تجھے آنا ہے
کچھ دیر پہنچنے میں لگے گی شاید
مٹی کی طرف چند قدم جانا ہے

مٹی کا سینہ اور مٹی کا شانہ سے مراد آدمی ہے۔ دوسری طرف آدمی کی پیدائش مٹی سے ہونے کا ذکر کر کے ماضی کا حوالہ دیا گیا ہے۔

مٹی میں ہے دفن آدمی مٹی کا
پتلا ہے وہ اک پیالہ بھری مٹی کا
مئے خوار پئیں گے جس پیالہ میں شراب
وہ پیالہ بنے گا کل اسی مٹی کا

مٹی سے تخلیق ہونے کی وجہ سے آدمی کو پیالہ بھری مٹی کہہ کر ماضی کی حالت کا احساس دلایا ہے اور فنا ہونے کے بعد دوبارہ مٹی ہونے کا ذکر کر کے اصل کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

بدیع کے لغوی معانی نادر اور انوکھے کے ہیں۔ جس علم کے ذریعے کلام میں لفظی اور معنوی خصوصیت سے ندرت پیدا کی جائے، اسے علمِ

بدیع کہتے ہیں۔ رباعیاتِ برخیاؒ میں علمِ بدیع کے محاسن کا موثر استعمال ہے۔ مثالیں یہ ہیں،

صنعتِ تضاد میں دو یا دو سے زیادہ متضاد الفاظ استعمال ہوتے ہیں جیسے دن رات، زمین آسمان۔

اب ذکر زمین و آسماں کیونکر ہو
یہ عمر ہے کیا اس کا بیاں کیونکر ہو
جس لمحہ کے آسماں زمین ٹکڑے ہوں
وہ لمحۂ پیچیدہ عیاں کیونکر ہو

رباعیاتِ برخیاؒ میں مراعاۃ النظیر کی صنعت کا سب سے زیادہ استعمال ہے۔ مراعاۃ ملحوظ رکھنے اور نظیر شے کی مناسبت سے مماثل اشیا کے جمع کرنے کو کہتے ہیں۔ مثلاً باغ کی مناسبت سے گل، بلبل، تتلیاں۔ مے خانہ کی نسبت سے جام، قدح، شیشہ و مینا اور شرابِ ناب۔ افلاک کی مناسبت سے کہکشاں، گردش اور خورشید کا ذکر۔

یہ بود و نبود کیا ہے کس کو معلوم
افلاک کی جو ادا ہے کس کو معلوم
سب راز ہیں کہکشاں کی گردش کے عظیمؔ
خورشید میں کیا چھپا ہے کس کو معلوم

کلماتِ استفہامیہ شاعری کا حسن ہیں۔ مسئلہ کائنات کا ہو یا انسانی وجود کا، سوالات کا نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ ہے جو ذہن میں دَور کرتا ہے۔ قلندر باباؒ نے سوالات کے ذریعے قاری کو غور و فکر کی جانب متوجہ کیا ہے۔

یہ کون بتائے کہ وہاں جاتا ہے
کیا علم کسی کو وہ جہاں جاتا ہے
مانا کہ ہر اک لفظ زباں پر ہے عظیمؔ
جب منہ سے نکلتا ہے کہاں جاتا ہے

تکرارِ لفظی سے کلام میں نغمگی، جھنکار اور تنوع پیدا کر کے معانی سے لبریز کیا گیا ہے۔

افلاک کا ہے ستم، ستم بھی کیا ہے
اک لمحے کا جو غم ہے وہ غم بھی کیا ہے
پی اور بہت پی کہ ترا دم نہ رہے
اک دم کی ہے زندگی وہ دم بھی کیا ہے

ہر علم کی اصطلاحات ہوتی ہیں جن سے مفہوم سمجھنا اور انہیں ادا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ قلندر بابا اولیاؒ نے موضوع اور خیال کی وضاحت کے لئے ادبی اصطلاحات کا عمدہ استعمال کیا ہے۔

سہلِ ممتنع دریا کو کوزے میں بند کرنا ہے۔ نکتہ اس قدر آسان الفاظ میں بیان ہو جائے کہ مزید سادگی کی گنجائش نہ رہے۔

معلوم نہیں اڑ کے کدھر جاتے ہیں
پیچھا نہیں ممکن یہ جدھر جاتے ہیں
ہاں اتنا تو اندازہ ہوا ہے مجھ کو
اوراق ہیں عمر کے بکھر جاتے ہیں

محاکات تخیل کی منظر کشی کو کہتے ہیں۔ کلام میں محاکات کی شاندار مثالیں ملتی ہیں۔

برسات کا موسم آ گیا ہے لب جو
اے پیر مغاں کھول دے منہ جام سبو
باغوں میں بہار کی فراوانی ہے
کوئل بھی پکارتی ہے کو کو، کو کو

قافیہ اور ردیف سے شاعری میں بحر کا توازن قائم رہتا ہے۔ قلندر باباؒ نے ان کو مہارت سے استعمال کیا ہے۔ ان کی بعض رباعیات میں قافیہ کے ساتھ ردیف ہے اور بعض میں صرف قافیہ ہے، ردیف نہیں ہے۔

واللہ کہ یہ خود کو نہیں پہچانے
افسانہ و افسوں میں رہے فرزانے
قدرت کا عطیہ خود ہی قدرت ہے عظیمؔ
یہ بات سمجھتے ہیں فقط دیوانے

اپنے نام کو بھی بطور ردیف استعمال کیا ہے۔

مٹی ہے چمٹنے کو چمٹتی ہے عظیمؔ
فکر اس کی ہے پیروں سے لپٹتی ہے عظیمؔ
شاید ہو کسی فرشتہ خو کی مٹی
دل میں مرے یہ بات کھٹکتی ہے عظیمؔ

سیاقتہ الاعداد ایسی صنعت ہے جس میں اعداد کا ذکر ہوتا ہے۔ رباعیاتِ عظیمؔ میں ایک سے زائد مرتبہ اس صنعت کا استعمال ہوا ہے۔

جس وقت کہ تن جاں سے جدا ٹھہرے گا
دو گز ہی زمین میں تو جا ٹھہرے گا
دو چار ہی روز میں تو ہوگا غائب
آ کر کوئی اور اس جگہ ٹھہرے گا

علمِ عروض کے ماہر محترم نشاط سرحدی صاحب نے قلندر بابا اولیاؒ کی کتاب "رباعیات" پر اپنے تبصرے میں لکھا ہے،

"عام طور پر رباعی گو شعرا اپنی رباعیات میں شجرۂ اخرب کے دو معروف اوزان 'مفعول مفاعلن مفاعیلن فع' اور 'مفعول مفاعیل مفاعیلن فع' استعمال کرتے ہیں جب کہ قلندر بابا اولیاؒ نے شجرۂ اخرب اور اخرم کے گیارہ اوزان میں اپنی رباعیات لکھی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں صنفِ رباعی کے اوزان سے نہ صرف مکمل واقفیت اوران پر عبور حاصل تھا بلکہ اس پر ان کی گرفت اور مناسب استعمال ان کی قادر الکلامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔"

ادب اور فلسفے میں علامت لغوی معنوں میں استعمال نہیں ہوتی بلکہ وسیع مفہوم رکھتی ہے۔ مثلاً بہار موسم ہونے کے علاوہ مسرت کی نوید اور اچھے دنوں کی علامت ہے۔ علامت کی تخلیق کے پیچھے سیاسی، سماجی اور تاریخی عوامل ہوتے ہیں۔ شاعر کے ذاتی تجربات بھی بعض علامتوں کی

تشکیل کا باعث بنتے ہیں۔ معاشرتی پابندیاں کھل کر کہنے کا موقع نہ دیں تو افکار کی ترجمانی علامت کے پردے میں ہوتی ہے۔

قلندر بابا اولیاؒ نے صوفیانہ حقائق کے اظہار کے لئے تہذیب و تمدن ، زندگی اور تصوف کے گہرے مضامین کو بیان کر کے روایتی علامتوں کو نیا رنگ دیا ہے۔ چند مثالیں حاضرِ خدمت ہیں۔

آدم، مٹی، افسانہ، شہر، روشنی، ویرانہ، عکس، خاک، پیمانہ، پتلا، کھلونا، کتاب، جام، ساغر، آئینہ، ساقی، مے کدہ، بادہ خم، شہباز، کوزہ، ماہتاب، آفتاب، چراغ، ذرّہ، اختر، افلاک، دم، قدم، لوح، قلم، سرو سمن، عذرا، لیلیٰ، شیریں، صراحی، گردن، قمریاں، مچھلیاں، تتلیاں، باغ، ماہ رخ، لالہ و گل، سوسن، صدا، گھنٹہ، سکندر، دارا، کمہار، شب، جگنو، زنارِ برہمن، حباب، آبلہ، محمود، حامد، زید، گریبان، ملکِ سلیماں۔

رموز علائم (علامات) کے حوالے سے قلندر بابا اولیاؒ کی ایک رباعی پڑھئے۔

اک آتشِ سوزاں ہے جہاں دیکھو گے
جلتے ہوئے دن رات وہاں دیکھو گے
آتش نے جلے داغ جو چھوڑے ہیں کہیں
ان داغوں میں تم کون و مکاں دیکھو گے

علمِ تصوف کی اصطلاحات مخصوص اور دو طرح کی ہیں — علمی اور شاعرانہ۔ رباعیاتِ عظیمؔ میں صوفیانہ اصطلاحات کی چند مثالیں یہ ہیں۔

آئینہ، اندھیرا، آتش، آن، ازل، ابد، آدم، آفتاب، افلاک، آسمان، اجل، بادہ، بہشت، بیابان، بصارت، حجاب، حال، خلوت، خمار، خانہ، خم، پیمانہ، جرعہ، ذات، روشنی، زندان، مسافر، سبو، شب، شیشہ، ساغر، شام، شبستان، صراحی، عدم، فنا، قلم، قلندری، قدح، کاسہ، کونین، لوح، محرم، محبوب، طاق، محراب، مے نوش۔

صوفیانہ اصطلاحات کی ایک مثال پڑھئے۔

ساقی کا کرم ہے میں کہاں کا مے نوش
مجھ ایسے ہزارہا کھڑے ہیں خاموش
مے خوار عظیمؔ برخیا حاضر ہے
افلاک سے آرہی ہے آوازِ سروش

کلامِ برخیاؔ میں قدیم و جدید تراکیب کا خوب صورت امتزاج ہے جس نے رباعیات کی شان میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے۔ جیسا کہ،

باغِ رضواں، جرعۂ مے ناب، مستی و قلندری، دنیائے طلسمات، جام سرِ جمشید، خم و سبو، آئینۂ ہستی، ایوانِ بہشت، لب کشت، گہربار، شرربار، شب و روز رفتار زمیں، غبار زرد، پیرِ مغاں، واعظِ ناداں، بادہ و جام، ساعدِ سیمیں، شبِ مہ کا ورق، دم ساز، کاسۂ سر، ذرّات کی مالا، مٹی کا

سفال، لوح و قلم، کنجِ خراب، ملکِ فنا، بعدِ فنا، خوشبوئے رخ دوست خوشبوئے بدن، حلقہ گیسوئے سیہ، بے پروبال، سرو سمن، رازِ ہستی، ظرفِ زماں، ظرفِ مکاں، عالمِ روحانی۔

قلندر باباؒ کی نثر کی طرح صوفیانہ رباعیات میں احساس کی جدت اور جذبے کی وہ شدت ملتی ہے جو وجود کو اپنی تلاش پر گامزن کر دیتی ہے۔ ان کے کلام میں لہجے کی نرمی اور سلگاؤ کی دھیمی رفتار نے رباعیات کو پُرسوز اور موثر بنا دیا ہے۔

اپنوں کی طرف دیکھ کر رہ جاتا ہوں
کتنی ہی بڑی بات ہو سہہ جاتا ہوں
اپنی ان ہی خشک آنکھوں میں عظیمؔ
ویرانی کا اک افسانہ کہہ جاتا ہوں

ہندوپاک کے معروف شاعر پروفیسر ڈاکٹر عادل صدیقی — قلندر بابا اولیاؒ کی رباعیات کے حوالے سے کہتے ہیں کہ،

"میں شاعر کو ذاتی طور پر نہیں جانتا لیکن جب رباعیات کو دیکھتا ہوں تو فنی اعتبار سے ان پر کہیں انگلی رکھنے کی جگہ نہیں ملتی اور معنوی اعتبار سے ایسی کہ شاعر فن کی انتہائی معراج پر نظر آتا ہے۔ میں نے آج تک شاعری کی اس صنف سخن رباعی میں ایسا پختہ کام نہیں دیکھا۔"

حضرت محمد عظیم برخیاؒ کے غیر مطبوعہ فارسی کلام میں سے رباعی اور اشعار قارئین کی نذر۔

زین مفرش آستانہ برخستہ گیر
با جلوہ ماہ چہرہ آراستہ گیر
وز گفت عظیم برخیا ابیاتے
برساز ترانہ و قدح خواستہ گیر

ترجمہ: سامانِ سفر باندھ لو کہ آستانہ برخاست ہوا۔ چہرے کو چاند کے جلوے سے آراستہ کرو۔ عظیم برخیا کی ابیات پڑھو۔ ترانے کے ساز پر شرابِ معرفت کی آرزو کرو۔

شمع گر خواہد کہ سوزد خرمن پروانہ را
جذبہ طاعت شرط نبود مذہب دیوانہ را

ترجمہ: شمع اگر پروانے کے خرمن میں آگ لگانا چاہے تو دیوانگی کے مذہب میں اطاعت کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔

روزگارے شد کہ من کشتی در آب انداختم
کار درد و بندگی باعجز و زاری ساختم

ترجمہ: ایک زمانے سے میں نے اپنی (زندگی کی) کشتی پانی میں بہادی ہے۔ درد اور بندگی کے معاملات کو عجز و زاری سے ساز گار کیا۔

خالدہ زبیر

سمندر کے تاریک گوشے ۔۔۔؟

تحقیقات بتاتی ہیں کہ سمندر کی گہرائی میں بالکل اندھیرا ہے۔ آدمی آلات کی مدد کے بغیر 20 سے 30 میٹر تک پانی میں غوطہ لگا سکتا ہے مگر اس کے جسم میں اتنی قوت نہیں کہ دو سو میٹر سے زیادہ کی گہرائی میں پانی کے دباؤ کو برداشت کر سکے۔

سمندر ۔۔۔ زمین کا سب سے بڑا ماحولیاتی نظام (ایکو سسٹم) ہے۔ یہ وسائل سے بھرپور ہے اور اجسام کو سینکڑوں سال تک محفوظ رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس عمل کو سائنسی اصطلاح میں preservation کہتے ہیں۔ سمندر کا درجۂ حرارت اور سمندری پانی میں نمکیات کی مقدار زیادہ ہونے سے شے کے سالمات میں ربط نہیں ٹوٹتا اور بانڈنگ تادیر برقرار رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سمندر کی تہ میں کسی بھی شے کی باقیات اور جہازوں کے ملبے محفوظ حالت میں ملتے ہیں۔ بہت سی تہذیبیں جو غرق آب ہوئیں، سمندروں کے اندر گہرائی میں کسی مقام پر محفوظ ہیں اور وقت پر ظاہر ہوں گی۔

سمندر سطح پر جتنا وسیع نظر آتا ہے، اندر میں اس سے کئی گنا گہرا ہے۔ گہرائی میں داخل ہوں تو تاریکی استقبال کرتی ہے جیسے اندر کی دنیا نے خود کو ہماری نظروں سے چھپا لیا ہو۔ لاشعور کہتا ہے کہ سمندر میں تاریکی نہیں ہے، وہ خشکی کی طرح دن رات کے نظام سے گزرتا ہے۔ دن رات کا تعلق روشنی اور اندھیرے کے بجائے حواس سے ہے کیوں کہ ہماری رات بہت سی مخلوقات کے لئے دن اور ہمارا دن ان کے لئے رات ہے۔ رات دن جوڑے جوڑے ہیں اور ان کا نظام کائنات کے ہر زون میں ہے۔ جس طرح ہر دنیا میں مخلوقات کے لباس الگ ہیں اسی طرح دن رات کا نظام بھی زون کے مطابق ہے۔

تحقیق و تلاش (سائنس) کے مطابق روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار دو سو بیاسی میل فی سیکنڈ کی

رفتار سے سفر کرتی ہے جب کہ پانی میں روشنی کی رفتار کم ہو جاتی ہے۔ ماہرینِ بحریات کہتے ہیں کہ گہرے سمندروں اور دریاؤں میں دو سو میٹر* کے بعد روشنی تقریباً معدوم ہو جاتی ہے اور ایک ہزار میٹر* کے بعد گہرا اندھیرا ہے جس کو dark zone کہتے ہیں۔

قرآن کریم تخلیقی نظام کی الہامی دستاویز ہے۔ اس میں چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات وضاحت سے بیان کر دی گئی ہے اور ان کو وہ لوگ سمجھتے ہیں جو غیر جانب دار ذہن سے غور و فکر کرتے ہیں۔ سمندر کے تاریک طبقات کے بارے میں خالقِ کائنات کا ارشاد ہے،

”یا پھر اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا کہ اوپر ایک موج چھائی ہوئی ہے۔ اس پر ایک اور موج اور اس کے اوپر بادل۔ تاریکی پر تاریکی مسلط ہے۔ آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھنے پائے۔ جسے اللہ نور نہ بخشے اس کے لئے پھر کوئی نور نہیں۔“

(النور: ۴۰)

کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی (جدّہ) کے سابق پروفیسر درگا پرساد راؤ علم البحر کے ماہرین میں سے ہیں۔ قرآن کریم کی مذکورہ آیت پر تفکر کرتے ہوئے پروفیسر درگا پرساد نے جو کچھ لکھا ہے، وہ قارئین کے لئے پیشِ خدمت ہے۔

تحقیقات بتاتی ہیں کہ سمندر کی گہرائی میں بالکل اندھیرا ہے۔ آدمی آلات کی مدد کے بغیر 20 سے 30 میٹر تک پانی میں غوطہ لگا سکتا ہے مگر اس کے جسم میں اتنی قوت نہیں کہ دو سو میٹر سے زیادہ کی گہرائی میں پانی کے دباؤ کو برداشت کر سکے۔ یہ آیت گہرے سمندروں سے متعلق ہے کیوں کہ اس میں وسیع اور گہرے سمندر کی تاریکی کا حوالہ دیا گیا ہے۔

’جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا‘

پروفیسر درگا پرساد کہتے ہیں کہ گہرے سمندر میں تہ در تہ تاریکی کے دو اسباب ہیں۔

ا۔ روشنی منشور سے ٹکراتی ہے تو شعاع رنگوں میں تقسیم ہو جاتی ہے اور سات رنگ نظر آتے ہیں جیسے قوسِ قزح کے وقت کا منظر۔ ان رنگوں میں بنفشی، نیلا، آسمانی، سبز، زرد، نارنجی اور سرخ شامل ہیں۔ شعاع پانی سے ٹکراتی ہے تو انعطاف کے عمل کی وجہ سے مڑ جاتی ہے۔ جو حصہ پانی میں داخل ہوتا ہے، اس میں سرخ رنگ 10 سے 15 میٹر* کی گہرائی میں جذب ہو جاتا ہے۔ اگر غوطہ خور 25 میٹر* کی گہرائی میں زخمی ہو جائے تو

* دو سو میٹر (656 فٹ) * ایک ہزار میٹر (3,281 فٹ) * 15 میٹر (49 فٹ) * 25 میٹر (82 فٹ)

اسے خون میں سرخی نظر نہیں آئے گی کیوں کہ سرخ رنگ کی شعاع یہاں نہیں پہنچتی۔ سورج کی روشنی سفر جاری رکھتے ہوئے پانی میں آگے بڑھتی ہے تو اس میں موجود نارنجی رنگ کی شعاع 30* سے 50 میٹر* تک کی گہرائی میں نفوذ کر جاتی ہے۔ اسی طرح 50 سے 100 میٹر* تک زرد رنگ جذب ہوتا ہے۔ 100 سے 200 میٹر تک سبز رنگ، کم و بیش 200 میٹر تک آسمانی رنگ جب کہ نیلا اور بنفشی رنگ 200 میٹر سے زیادہ گہرائی میں مکمل طور پر جذب ہو جاتے ہیں۔ رنگوں کے ترتیب وار غائب ہونے سے سمندر بھی تہ در تہ تاریک ہوتا جاتا ہے۔ جس طرح روشنی کی پرتیں ہیں، اندھیرے کا ظہور بھی پرت در پرت ہوتا ہے۔ ہزار میٹر سے زیادہ کی گہرائی میں مکمل اندھیرا ہے۔

سمندر میں تاریکی کا دوسرا سبب یہ ہے،

۲۔ دھوپ کی شعاعیں بادلوں سے ٹکراتی ہیں تو روشنی کا کچھ حصہ بادلوں میں جذب ہو جاتا ہے اور باقی شعاعیں منتشر ہوجاتی ہیں۔ نتیجے میں بادلوں کے نیچے اندھیرے کی ایک تہ (پرت) بن جاتی ہے۔ یہ اندھیرے کی پہلی تہ ہے۔ جب شعاعیں سمندر کی سطح سے ٹکراتی ہیں تو سطح پر موجود لہریں کچھ شعاعوں کو منعکس کر دیتی ہیں جس سے چمک کا تاثر پیدا ہوتا ہے جب کہ کچھ حصہ پانی میں جذب ہو جاتا ہے۔ منعکس ہونے والی موجیں سمندر میں تاریکی کا سبب بنتی ہیں کیوں کہ وہ اندر داخل نہیں ہوتیں، واپس ہو جاتی ہیں۔ یوں سمندر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ایک سطح اور دوسرا گہرائی۔ دونوں حصوں میں امتیاز کی وجہ بھی موجیں ہیں۔ سمندر کی اندرونی موجوں نے گہرے پانی کو ڈھانپ لیا ہے اسی لئے اندر اندھیرا ہے۔ اس گہرائی میں آبی مخلوقات کے لئے دیکھنے کا ذریعہ ان کے جسم سے نکلنے والی روشنی ہے۔

واضح رہے کہ سطح پر موجوں کی طرح اندر بھی موجیں بنتی اور ختم ہوتی ہیں تاہم مادی آنکھ ان کو نہیں دیکھتی جب تک کہ اس مقام کے درجۂ حرارت اور کھارے پن کی ہیئت کا علم نہ ہو۔ یہ موجیں اس مقام پر بنتی ہیں جہاں کم کثافت کا حامل پانی زیادہ کثیف پانی سے ملتا ہے۔ سمندر اور دریا کی اندرونی موجوں نے گہرے پانی کو ڈھانپ لیا ہے کیوں کہ گہرے پانی کی کثافت اوپر موجود پانی سے زیادہ ہے۔ قرآن کریم نے اس بات کو جامع الفاظ میں بیان کیا ہے۔

---

*30 میٹر (98 فٹ) *50 میٹر (164 فٹ) *100 میٹر (328 فٹ)

”یا پھر اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا کہ اوپر ایک موج چھائی ہوئی ہے ۔ اس پر ایک اور موج اور اس کے اوپر بادل۔ تاریکی پر تاریکی مسلط ہے۔“

یعنی ان لہروں کے اوپر مزید اقسام کی لہریں ہیں — وہ لہریں جو سمندر کی سطح پر پائی جائیں۔ اسی تسلسل میں آیت میں ارشاد ہے کہ ’ پھر اوپر سے بادل چھائے ہوئے ہیں‘۔ غرض اندھیرے جو اوپر تلے پے درپے ہیں جیسا کہ وضاحت کی گئی ہے، یہ بادل وہ پے در پے رکاوٹیں ہیں جو مختلف سطحوں پر روشنی کے مختلف رنگ جذب کرتے ہوئے اندھیرے کو بڑھاتی چلی جاتی ہیں۔

پروفیسر درگاراؤ نے بات یہ کہتے ہوئے مکمل کی ہے کہ 1400 سال پہلے عام شخص اس مظہر کی ایسی وضاحت نہیں کرسکتا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے لہٰذا یہ معلومات یقیناً مافوق الفطرت (super natural) ذریعے سے آئی ہیں۔

سمندر میں تاریکی سے متعلق قرآن کریم کی آیت میں غور و فکر کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ کائنات میں لاشمار رنگ ہیں مگر آدمی صرف وہ رنگ دیکھتا ہے جو منشور (prism) سے گزر کر تقسیم ہوتے ہیں۔ تقسیم ہونے والے سارے رنگ نظر نہیں آتے، اس کی نگاہ سات بنیادی رنگ اور ان کے امتزاج سے بننے والے رنگوں تک محدود ہے۔ یہاں تک کہ پرزم سے گزرنے سے پہلے رنگ جس روشنی میں مخفی ہیں، آدمی کو وہ روشنی بھی نظر نہیں آتی۔

سمندر میں گہرائی کی جانب سفر کریں تو وہ رنگ درجہ بدرجہ کم ہوتے جاتے ہیں جن کو ہماری آنکھ دیکھتی ہے۔ آنکھ کے لئے جہاں یہ رنگ کم یا غائب ہوتے ہیں، وہ مقام آدمی کے لئے اندھیرا بن جاتا ہے جب کہ وہاں اندھیرا نہیں ہے بلکہ ان رنگوں کی جگہ وہ رنگ ہیں جن کو ہم نہیں دیکھ رہے۔ کائنات نور سے بنی ہے، اس میں اندھیرا نہیں ہے۔ اصل اندھیرا نور سے ناواقفیت ہے۔

گہرے پانی میں ایک ہزار میٹر کے بعد کی دنیا کو سمندر کا خوف ناک زون کہا جاتا ہے۔ اس زون کے طبقات ہیں جو درجہ بدرجہ اندھیرے میں ڈوبے ہوئے ہیں تاہم یہ مقامات زندگی سے خالی نہیں۔ زمین پر زندگی کی ابتدا پانی سے ہوئی ہے اس لئے جہاں پانی ہے، وہاں زندگی میں تنوع لازمی ہے لہٰذا سمندر کے تاریک زون مکمل طور پر حیاتیاتی تنوع سے بھرپور ہیں۔ یہ محدود حواس

سے ماورا زون ہیں۔ آدمی محدود جسم اور اپنے بنائے ہوئے ٹیکنالوجی کے آلات کے ساتھ اس میں داخل نہیں ہو سکتا مگر یہاں عظیم الجثہ اور عجیب الخلقت حیوانات اور خوردبینی حیات موجود ہیں جو خالقِ کائنات کی صناعی کا مظہر ہیں۔

ماہرین بحریات اور دنیا کے ماہر غوطہ خوروں نے اعتراف کیا ہے کہ وہ اب تک سمندروں کا صرف پانچ فی صد حصہ دریافت کر سکے ہیں۔

95 فی صد سمندر کے آگے پانچ فی صد پانی کی حیثیت کیا ہے، قارئین بخوبی واقف ہیں۔

خلاصہ: حاصلِ تحریر یہ ہے کہ جب تک آدمی مادی روشنی یعنی تقسیم شدہ روشنی جس کو رنگ کہتے ہیں، کا پابند رہے گا اس کے لئے دنیا میں روشنی ہونے کے باوجود اندھیرا ہے کیوں کہ مادی روشنی میں تغیر ہے۔ روشنی کے مادی زاویے کی پابندی سے ہم شعاع کو تقسیم ہونے کے بعد دیکھتے ہیں۔ جو چیز ٹکڑوں میں تقسیم ہوتی ہے، اس میں تغیر ہوتا ہے اور تغیر کا مطلب چھپنا اور غائب ہونا ہے۔ سمندر میں اندھیرا نہیں ہے۔ خالقِ کائنات اللہ نے سمندر میں تاریکی کی مثال ان لوگوں کے لئے دی ہے جو سراب میں مبتلا ہیں۔ اس آیت سے پہلے لکھا ہے،

"جنہوں نے کفر کیا، ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے دشتِ بے آب میں سراب کہ پیاسا اس کو پانی سمجھے ہوئے تھا مگر جب وہاں پہنچا تو کچھ نہ پایا بلکہ وہاں اس نے اللہ کو موجود پایا جس نے اس کا پورا پورا حساب چکا دیا اور اللہ کو حساب لیتے دیر نہیں لگتی۔ یا اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا کہ اوپر ایک موج چھائی ہوئی ہے۔ اس پر ایک اور موج اور اس کے اوپر بادل۔ تاریکی پر تاریکی مسلط ہے۔ آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھنے پائے۔ جسے اللہ نور نہ بخشے اس کے لئے پھر کوئی نور نہیں۔" (النور: ۳۹۔۴۰)

عمل انعطاف کیا ہے—؟

لہر یا شعاع کا رفتار کی تبدیلی کی وجہ سے مڑنا انحراف یا انعطاف (refraction) کہلاتا ہے۔ ایسا عموماً تب ہوتا ہے جب موج ایک واسطے (میڈیم) سے دوسرے واسطے میں داخل ہوتی ہے۔ چوں کہ مختلف میڈیم میں موج کی رفتار مختلف ہوتی ہے اس لئے موج کے بڑھنے کی سمت تبدیل ہو جاتی ہے۔

Manufacturer of
Embroided Lace & Fabrics

PRIME LACE INDUSTRIES
(PVT.) LTD.

C-8, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880107 Fax: 022-3880381

ملک محمد ناصر

ماسٹر پرنٹ

جب مکان کی دیواریں گرتی ہیں تو مکان کو دنیا سمجھنے والا دیکھتا ہے کہ یہ مکان بڑے میدان میں تھا۔ میدان کی سرحد پر کھڑے ہو کر نظر آتا ہے کہ میدان بھی کسی علاقے میں ہے ـــــ علاقہ شہر میں، شہر ملک میں، ملک کسی دنیا میں اور دنیا کائنات میں ہے جہاں اس جیسی لاشمار دنیائیں آباد ہیں۔

اس نے عمر قید کا فیصلہ خاموشی سے سنا جس کے بعد اسے جیل میں بند کر دیا گیا۔ اس سے بڑی سزا دی جاتی، وہ بھی اسے قبول تھی۔

غصے کی آگ اندھا کر دیتی ہے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پر قفل لگ جاتے ہیں اور آدمی خود کو خوفناک انجام سے دوچار کر دیتا ہے۔

سزا کے خلاف اپیل کا حق تھا لیکن اس نے استعمال نہیں کیا۔ اپیل کرنے سے کیا ہوتا۔ ممکن ہے کہ دنیا کی عدالت فیصلے پر نظر ثانی کرتی لیکن وہ اندر کا قیدی تھا اور اندر کی عدالت کا فیصلہ آچکا تھا۔ بعض اوقات آدمی جیل سے رہا ہو جاتا ہے لیکن ضمیر کی عدالت سے رہائی نہیں ملتی۔ یہ جسم اور روح کی جنگ تھی، نافرمانی اور اطاعت میں کشمکش تھی ـــ من کا مجرم تن کا قیدی بن گیا تھا۔

قید خانے میں دیوار پر اکھڑے پلستر کو مسلسل نظریں جمائے دیکھ رہا تھا۔ ساتھی قیدی نے کہا، مایوس ہونے اور دیواروں سے شکوہ کرنے سے کیا ہوگا۔ ان کی اینٹیں ہم نے خود رکھی ہیں۔ اینٹیں رکھتے ہوئے خیال نہیں آیا مگر جب دیوار بن گئی تو ہوش آیا کہ ہم نے کیا کر دیا۔ قید ہر صورت بھگتنی ہے۔ زندان میں قید کا وقت دن رات گنا جاتا ہے اور وقت آنے پر رہائی مل جاتی ہے۔

اس نے کہا، میں دہری قید کاٹ رہا ہوں۔ جسم خاموش لیکن اندر میں کوئی سراپا احتجاج ہے کہ جس نے جرم کیا ہے، اسے سزا دی جائے۔ تمہاری دنیا کا یہ کیسا قانون ہے کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ تم قید میں ہو، مجھے کیوں اپنے ساتھ قید کیا ہے؟ مجھے آزاد کر دو، تم بھی آزاد ہو جاؤ گے۔

وہ بولا، میں نہ جانے کس کس کی قید میں ہوں۔

غصے کی قید، انتقام کی قید، نفرت کی قید، جہالت کی قید، نافرمانی کی قید۔ جب تک میں ان سے آزاد نہیں ہوتا، تن اور من دونوں کا مجرم ہوں۔

دوسرا قیدی اس کی بات سن کر تاسف سے سر ہلاتا ہوا اٹھا اور کندھے پر تھپکی دے کر یہ کہتے ہوئے اپنے بستر پر آ گیا کہ تم اس قید میں اکیلے نہیں، میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔

دنیا قید خانہ ہے۔ قیدی آتے ہیں، وقت پورا ہونے پر چلے جاتے ہیں اور قید خانہ یوں ہی آباد رہتا ہے مگر یہ دنیا ہر کسی کے لئے قید خانہ نہیں، اصول و ضوابط پر چلنے والے اور قانون کا احترام کرنے والوں کے لئے راحت ہے۔

رات کے پچھلے پہر جیل کے سائرن بجنے لگے اور افراتفری پھیل گئی۔ کچھ قیدی نقب لگا کر چار دیواری سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ صرف یہی دیواریں ہیں، وہ بھول گئے کہ جیل جس شہر میں ہے، وہ بھی دیوار ہے۔ شہر سے باہر جانے والے راستوں پر ناکے لگا دیئے گئے تھے۔ پولیس ہائی الرٹ تھی۔

کیسی حرماں نصیبی ہے کہ آدمی خود دیوار در دیوار کھڑی کرتا ہے اور ہر دیوار کی تعمیر کر کے پچھلی دیواریں بھول جاتا ہے۔ جب ان کو توڑنے کا وقت آتا ہے تو کف افسوس ملتا رہ جاتا ہے کہ ہائے! یہ میں نے کیا کیا، کتنی دیواریں کھڑی کیں اور ہر دیوار کو دنیا سمجھا۔ جب مکان کی دیواریں گرتی ہیں تو مکان کو دنیا سمجھنے والا دیکھتا ہے کہ یہ مکان بڑے میدان میں تھا۔ میدان کی سرحد پر کھڑے ہو کر نظر آتا ہے کہ میدان بھی کسی علاقے میں ہے — علاقہ شہر میں، شہر ملک میں، ملک کسی دنیا میں اور دنیا کائنات میں ہے جہاں اس جیسی لاشمار دنیائیں آباد ہیں۔

جرائم بڑھنے سے قیدیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ جیل انتظامیہ نے مزید بیرکوں کے اضافے کا فیصلہ کیا۔ تعمیر کا کام جاری تھا جس میں مزدوروں کے ساتھ قیدی بھی حصہ لے رہے تھے۔ وہ بھی بیرک کی تعمیر میں شامل تھا۔ صبح سے شام تک اینٹوں، بجری اور ریت میں کام کرتے ہوئے تھکن سے چور ہو جاتا اور جسم درد کی شکل میں احتجاج کرتا تھا۔ سوچ نے دستک دی کہ جرائم جراثیم ہیں اور جراثیم سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ کیا مزید بیرکوں کی تعمیر سے جراثیم ختم ہو جائیں گے؟ جیل کی حدود بڑھانے اور بیرکوں کی تعمیر کے بجائے، جرائم کے خاتمے پر توجہ کیوں نہیں دی جاتی تاکہ بیرکیں کم ہوں اور

انتظامیہ کو بھی قیدیوں کے ساتھ قید نہ ہونا پڑے۔ جرم کیا ہے اور وہ کون سے عوامل ہیں جن کی بنا پر جرم کا ارتکاب ہوتا ہے؟

وہ یہ سوال کس سے کر رہا تھا؟ وہ تو خود مجرم تھا۔ یہ جراثیم اس کے اندر کب اور کیسے داخل ہوئے؟ احساس ہوتے ہی جرم کی داستان فلم بن کر نشر ہوگئی۔ فلم کو پیچھے لے جاکر اس جگہ روکا جہاں سکون کی کیفیت انتقام میں تبدیل ہوئی۔

دیکھا کہ جب کسی کی بات برداشت نہیں ہوئی تو اسے غصہ آ گیا۔ آنکھیں انگارہ بن گئیں، خون کی گردش اتنی تیز ہوئی کہ حواس قابو میں نہ رہے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہوگئی۔ غصے میں ایک ہی بات ذہن پر سوار تھی کہ کسی طرح مقابل کو مغلوب کرلوں ـــ برداشت نہ ہونے کی وجہ سے غصے نے اس مقام تک پہنچایا۔

ساتھی سے کہا، وہ لوگ بھی قید ہیں جنہوں نے جرم نہیں کیا مگر کسی کے جھوٹ کی پاداش میں سزا بھگت رہے ہیں۔ ہم نئی بیرکیں تعمیر کر رہے ہیں، مجرموں کے لئے جگہ بنا رہے ہیں، تعداد کم کرنے پر غور نہیں کر رہے۔ جانتے ہو یہ بیرکیں تب کم ہوں گی جب ہم غصے کو برداشت کرنا سیکھیں گے۔ غصہ برتری کا احساس پیدا کرتا ہے اور یہ وہ جراثیم ہیں جن سے معاشرے میں مجرم پیدا ہوتے ہیں۔

ساتھی قیدی نے کہا، گہری باتیں کرتے ہو پھر بھی جیل میں آ گئے ـــ جب خود کو نہ روک سکے تو ان باتوں سے ناواقف لوگوں کو کیسے سمجھاؤ گے؟

اس کے پاس جواب نہیں تھا۔

قید میں دو ماہ گزر گئے تھے۔ حیرت ہوتی تھی کہ سزا کے طور پر چار دیواری میں بند کیوں رکھا جاتا ہے۔ جیل سے باہر ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں چار دیواری نہ ہو۔ نوعیت مختلف ہوسکتی ہے لیکن دیوار ہر جگہ موجود ہے۔ گھر کی دیواریں، دفتر کی دیواریں، محلے کی دیواریں، اسکول کی دیواریں، اسپتال کی دیواریں ـــ کون سی جگہ ایسی ہے جہاں دیوار نہیں۔ اندر باہر آسائشوں کا فرق ہے لیکن دیوار بہر صورت موجود ہے۔ باہر آسائش اور اپنی مرضی کرنے کی وجہ سے دیواروں کی طرف دھیان نہیں جاتا۔ جیل میں آسائشیں اور اختیار لے لیا جاتا ہے تو ذہن چار دیواری کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس معمّے کو کون حل کرے؟

وہ دنیا میں روتے ہوئے آیا ہے۔ جب دنیا کی جیل میں داخل ہوا تو اس وقت بھی آنکھیں نم تھیں۔ کیا اس کا معنی یہ نہیں کہ جب وہ دنیا میں روتے ہوئے آیا تو اسے احساس تھا کہ وہ جرم

کر کے قید خانے میں آیا ہے؟

خود سے کہا، میں ابھی مجرم نہیں بنا، اس جرم کا ارتکاب کرنے سے پہلے کسی اور دنیا میں جرم کر چکا تھا، سزا کی پاداش میں بے دخل ہو کر یہاں آیا ہوں ــــ میں پہلے سے قیدی ہوں۔ قید کا احساس اس لئے نہیں ہوا کہ جیل کی بنسبت دنیا کی حدود بڑی ہے، توجہ آسائشوں کی طرف چلی گئی۔ کسی اور دنیا میں جرم کر کے بااختیار ہونے کا گمان پیدا ہوا اور میں اس فریب میں آ گیا۔ جب دنیا کی عدالت نے میرا اٹھنا بیٹھنا محدود کر دیا تو احساس ہوا کہ میں قید میں ہوں۔

جیل کی مسجد کے امام خان بابا نے ایک روز خطبے میں قیدیوں سے کہا،

"ہم لوگوں سے بھاگ سکتے ہیں، قدرت کی پکڑ سے نہیں بھاگ سکتے لہٰذا فرار کے تمام راستے مسدود ہیں۔ اللہ کی رسّی دراز ہے لیکن ہے اسی کے ہاتھ میں۔ جیل میں رہو یا باہر، ایک عدالت تمہارے اندر ہے، اس میں ہر وقت حاضر رہو اور وہ عدالت جیسا کہتی ہے ویسا کرو ــــ تم قید و بند سے آزاد ہو جاؤ گے اور مشاہدہ ہو گا کہ صحیح معنی میں آزادی کس کو کہتے ہیں۔"

تمام قیدی خاموش اور ہمہ تن گوش تھے۔

ایک قیدی نے خبر دی کہ زمین کے جھگڑے میں جس شخص کو سزا دی گئی تھی، وہ سزا فریقین میں صلح کی بنا پر معاف کر دی گئی ہے۔ کل صبح وہ قیدی رہا ہو جائے گا۔

یہ سن کر خان بابا نے کہا، ہم اپنے عمل سے اندر میں ایک فلم ڈاؤن لوڈ کرتے ہیں جس کے چلنے سے حواس پر فلم کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ہم خود کو اس کی قید میں محسوس کرتے ہیں۔ کچھ عرصے بعد وہ عمل بھول کے خانے میں چلا جاتا ہے لیکن فلم کا ماسٹر پرنٹ موجود رہتا ہے۔ اگر غلطی کا اعتراف کر لیا جائے، نفرت، غصے اور انتقام کے نقوش کو ذہن سے مٹا کر اللہ کے حضور سچے دل سے استغفار کیا جائے تو اللہ قادر اور محیط ہے، ہر شے پر قدرت رکھتا ہے، وہ چاہے تو ماسٹر پرنٹ (ریکارڈ) میں سے اس عمل کے نقوش مٹا دیتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے،

"اللہ جو کچھ چاہتا ہے، مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے ۔ ام الکتاب اسی کے پاس ہے۔" (الرعد: ۳۹)

استغفار کی آواز سے جیل کے در و دیوار گونج رہے تھے۔ توبہ کی اطلاع تھی جو شعور میں منتقل ہو رہی تھی۔ سب کے شعور کو ایک ہی اطلاع کہاں سے آ رہی تھی ــــ؟ وہ اطلاع کے تعاقب میں اس آواز میں کھو گیا۔

اظہر حسین

یوم

① پانی نے پتھر کو جگہ کیسے دی؟ ② پانی اپنی جگہ پر واپس کیسے آیا؟

③ کیا پانی میں اتنی اسپیس ہے کہ جو چیز اس میں جائے، یہ اس کے لئے جگہ چھوڑ دے؟

④ اگر پانی میں اتنی جگہ ہے تو ٹب، تالاب، دریا اور سمندر میں خلا نظر کیوں نہیں آتا؟

خاتم النبیین حضرت محمدؐ کا ارشاد ہے،

”مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔“ (جامع ترمذی)

اللہ کے نور سے دیکھنے والوں کی فہم و فراست اور سماعت و بصارت فریبِ نظر (illusion) سے پاک ہوتی ہے۔ زمین و آسمان اللہ کی تخلیق ہیں اور نور سے بنے ہیں۔ جو فرد آسمان و زمین میں آباد موجودات کو اللہ کی رحمت ”نور“ سے دیکھتا ہے، اس کی نگاہ سے پردے ہٹتے ہیں اور شعور لاشعور میں جذب ہو جاتا ہے۔

مومن کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ معانی و مفہوم کا سمندر ہیں۔ نورِ فراست کی حامل ہستیوں میں ایک نام حاملِ علمِ لدّنی حضور قلندر بابا اولیاؒ کا ہے جن کا ہر لفظ کائناتی علوم کا بحرِ ذخار ہے۔ آیئے ان علوم کی روشنی میں کائنات میں اطلاع کے مراحل، حرکت کے نظام، اسپیس کی تخلیق اور الوژن کے جال کو سمجھ کر حقیقت میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

کمپیوٹر زندگی کا جزوِ لازم بن گیا ہے۔ اسمارٹ فون اور ٹی وی کے بعد گاڑیوں میں بھی اس کے استعمال میں اضافہ ہوا ہے۔ فلموں کے شوقین جب فلم دیکھنا چاہتے ہیں تو ان کو سنیما جانے کی ضرورت نہیں، وہ اسمارٹ فون پر آن لائن یا ڈسک کی مدد سے لیپ ٹاپ پر بآسانی فلم دیکھ سکتے ہیں، ڈی وی ڈی یا بلیو رے ڈسک خرید لیتے ہیں۔ فلم آن لائن دیکھی جا رہی ہو، ڈی وی ڈی، بلیو رے ڈسک، یو ایس بی یا کمپیوٹر کی ہارڈ ڈسک پر منتقل کر کے چلائی جائے، طریقہ ایک ہے۔

جب فلم کمپیوٹر پر چلائی جاتی ہے تو سسٹم سب

سے پہلے اس فلم کو کمپیوٹر کی ڈسک سے پڑھتا ہے۔ پھر یہ پیغامات جو کوڈز کی صورت میں ہوتے ہیں، برقی سگنل کی شکل میں ویڈیو پلیئر تک جاتے ہیں۔ ویڈیو پلیئر پیغامات کو ڈی کوڈر کے ذریعے پڑھتا ہے اور کمپیوٹر اسکرین کی طرف بھیج دیتا ہے جہاں یہ رنگین روشنی میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اسکرین پر فلٹر لگا ہوتا ہے جو روشنی کو گزرنے یا نہ گزرنے کا کام انجام دیتا ہے۔ جو روشنی فلٹر سے گزر جاتی ہے، وہ رنگین الفاظ یا تصاویر میں نظر آتی ہے اور جو روشنی رک جاتی ہے، وہ سیاہ رنگ کا لبادہ اوڑھ لیتی ہے۔ پیغام اسکرین پر نظر آنے کے لئے چھ بنیادی ادوار سے گزرتا ہے، اس کے ساتھ نظر بھی انہی مراحل سے گزرتی ہے۔ مظاہرے کا یہ طریقِ کار تمام اشیا میں ہے۔

مثال : آپ نے کتاب کھولی۔ کسی لفظ کی طرف متوجہ ہوئے، اندر میں سے روشنی اس لفظ سے ٹکرائی اور وہاں سے ہماری آنکھ کے تِل سے گزرتی ہوئی آنکھ کے پردے پر بکھر گئی۔ آنکھ کے پردے نے روشنی کو برقی سگنل میں تبدیل کیا۔ برقی سگنل دماغ کے اس حصے تک گیا جہاں تصویر بنتی ہے۔ چھ مراحل سے گزر کر ہم نے کتاب کا ہر لفظ پڑھا۔

واضح رہے کہ کتاب کھولنے سے لے کر لفظ پڑھنے تک سارا کام روشنی کا ہے ۔ چوں کہ درمیان میں مختلف مراحل آئے اس لئے سمجھنے کے لئے ہر درجے کو ایک نام دے دیا گیا۔ جس خیال کے تحت کتاب کھولی گئی، وہ خیال روشنی ہے، لفظ پر توجہ دینا بھی خیال کے سبب ہے جس کی بنیاد روشنی ہے، اندر میں سے روشنی کا اس لفظ پر پڑنا اور لفظ کا وہاں سے آنکھ کے پردے پر منتقل ہونا روشنی کی وجہ سے ہے۔ روشنی ہی برقی اشارے میں منتقل ہوئی اور دماغ کو اطلاع دی۔ چھ مراحل میں جو چیز ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں داخل ہوئی وہ دراصل روشنی کی شکل میں کتاب پڑھنے کی اطلاع ہے۔

بیان کردہ مراحل میں روشنی کو براہِ راست کوئی نہیں دیکھتا، سب اسے کسی نہ کسی میڈیم میں دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ کیا یہ دیکھنا حقیقی ہے یا غیر حقیقی ــــ؟

دوسری مثال سے سمجھئے۔

مثال : بڑے ٹب میں پانی بھر کر اس میں پتھر پھینکیں۔ پتھر پانی سے ٹکرایا اور نیچے گیا۔ جس راستے سے پتھر گزرا وہاں پانی نے جگہ چھوڑ کر

پتھر کو گزرنے کی جگہ دی یعنی پانی میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ دائرے کی شکل میں پیچھے ہٹ گیا۔ پتھر کے گزرتے ہی پانی اپنی جگہ پر واپس آیا۔ واپس آنے کے بعد دونوں طرف سے پانی آپس میں ٹکرایا۔ ٹکراؤ سے پانی میں ایک اور حرکت پیدا ہوئی جو ایک بار پھر لہروں کی صورت میں نظر آئی۔

مثال میں حرکت کے مظاہرے کو چھ بنیادی مراحل میں بیان کیا گیا ہے۔ تفصیلات میں جائیں تو کئی ذیلی مراحل درمیان میں آتے ہیں۔

۱۔ پانی نے پتھر کو جگہ کیسے دی؟

۲۔ پانی اپنی جگہ پر واپس کیسے آیا؟

۳۔ کیا پانی میں اتنی اسپیس ہے کہ جو چیز اس میں پھینکی جائے، یہ جگہ بنا دیتی ہے؟

۴۔ اگر پانی میں اتنی جگہ ہے تو ٹب، تالاب، دریا اور سمندر پانی سے بھرے ہوئے نظر کیوں آتے ہیں، خلا نظر کیوں نہیں آتا؟

کائنات وقت اور اسپیس کی مقداروں پر قائم ہے۔ ہر چیز اسپیس ہے اور اسپیس میں نظر آتی ہے۔ اگر اسپیس نہیں ہو گی تو فاصلہ نہیں ہو گا اور فاصلے کے بغیر ہم نہیں دیکھ سکتے۔

ممثلِ کلیات قلندر بابا اولیاؒ نے کتاب "قدرت کی اسپیس" میں اسپیس کی سائنس تفصیل سے بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ قرآن کریم میں اس کے لئے ایک لفظ "یوم" استعمال ہوا ہے۔ یوم کا ایک رخ خیال (concept) اور دوسرا رخ جسم (chromosome) ہے۔ ان کا مظاہرہ درجات میں ہوتا ہے۔

۱۔ وہم ۲۔ خیال ۳۔ علم

۴۔ حرکت ۵۔ عمل ۶۔ نتیجہ

کسی بات یا عمل سے متعلق دماغ پر ہلکا دباؤ پڑتا ہے جو حواس کے دائرہ کار میں نہیں آتا، یہ واہمہ ہے۔ دباؤ گہرا ہونے سے حواس میں ہلکا ارتعاش ہوتا ہے جس کی وجہ سے حواس اطلاع کو انتہائی مبہم خاکے کی شکل میں دیکھتے ہیں، یہ خیال ہے۔ مزید گہرائی پیدا ہونے سے نقش و نگار واضح ہوتے ہیں اور ذہن خیال میں تصویر سے واقف ہو جاتا ہے۔ تصویر گہری ہو کر احساس میں داخل ہوتی ہے اور آنکھ کے لئے مظہر بن جاتی ہے۔ دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ تصویر باہر ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جب خیال اندر میں آیا ہے تو مظاہرہ بھی اندر میں ہوا ہے۔ اس کو باہر سمجھنے سے الوژن پیدا ہوتا ہے۔

اکثر کسی چیز کو ڈھونڈتے ہیں، وہ نہیں ملتی۔ دوسرے فرد سے مدد مانگتے ہیں، وہ آکر سامنے رکھی شے پر ہاتھ رکھ دیتا ہے کہ یہ رہی! سامنے رکھی ہوئی شے نظر کیوں نہیں آئی ___؟ کیوں کہ ذہن دوسرے خیالات میں الجھا ہوا تھا۔ جب ذہن میں الجھے ہوئے خیالوں کے نقوش گہرے تھے پھر میز پر رکھی ہوئی شے کیسے نظر آتی۔ دماغ کی اسکرین پر اس کا عکس ضرور بنا لیکن الجھے ہوئے خیالات میں اوجھل ہو گیا۔

کائنات میں جتنی حرکات اور مخلوقات ہیں، سب اطلاع سے مظاہرے تک موجود ہیں لیکن مادی آنکھ کے لئے درجہ بدرجہ مظہر بنتی ہیں۔ ہر درجے میں ربط ہے مگر ہمیں نظر نہیں آتا کیوں کہ ہماری توجہ اسپیس یعنی درجات پر ہوتی ہے۔

پیاس کا تقاضا پیدا ہوا، ہم نے اطلاع کے چھ درجات سے گزر کر پانی پیا۔ ایک رخ میں اطلاع کی اسپیس ایک ہے کیوں کہ پیاس کی اطلاع مظہر بننے تک تبدیل نہیں ہوئی۔ دوسرے رخ میں اطلاع کا مظاہرہ جن مراحل میں ہوا، وہ بظاہر الگ ہیں لیکن پہلے مرحلے کا دوسرے مرحلے میں داخل ہونے کا مطلب ہے کہ ان میں ربط ہے ورنہ واہمہ خیال میں داخل نہ ہو اور خیال واہمہ کو رد کر دے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے ربط نہیں دیکھا، اسپیس کے الوژن میں پھنس گئے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے،

”وہ جس نے آسمانوں اور زمین اور ان میں موجود چیزوں کو چھ ایام میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر قرار پکڑا، وہ رحمٰن ہے۔ اس کی شان کسی خبردار سے پوچھو۔“ (الفرقان : ۵۹)

قلندر باباؒ نے یوم کے ایک رخ کو خیال اور دوسرے کو کروموسوم بتایا ہے۔ خیال باطنی وصف ہے جو اطلاع کی آمد سے مظہر بننے تک محیط ہے جب کہ کروموسوم خیال کا رنگوں میں مظاہرہ یعنی رنگین جسم ہے۔ سادہ الفاظ میں کہا جائے گا کہ کروموسوم ایسی اسپیس ہے جس سے فریبِ نظر پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر تخلیق میں کُل اور جُز دونوں صورتیں رکھی ہیں یعنی زمین کا مظاہرہ چاہے جتنی اسپیس (جُز۔درجات) میں ہو، وہ شروع سے آخر تک زمین (کُل) ہے۔ اگر فرد اسپیس (جُز) کو اولیت دینے کے بجائے زمین (کُل) کو اولیت دے تو الوژن کا جال ٹوٹ جائے گا۔

سرورق کی تشریح

رسالہ ''ماہنامہ قلندر شعور'' بلاشبہ اولیاء اللہ کی آواز ہے۔ اولیاء اللہ کی سوانح حیات اور تعلیمات ہر ماہ رسالے کے صفحات کی زینت بنتی ہیں۔ نومبر 2021ء کے سرورق پر محبوبِ الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے خوب صورت مزار نے تفکر طلب پہلوؤں کی جانب توجہ مبذول کی۔

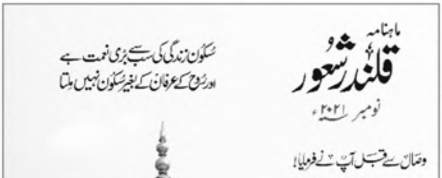

کوئی عمارت کتنی خوب صورت، مرصع و مزین اور اعلیٰ معیار کی ہو، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی چمک دمک ماند پڑ جاتی ہے اور وہ کھنڈر کا منظر پیش کرنے لگتی ہے۔

راقم الحروف کا تجربہ ہے کہ کسی حکمران یا بادشاہ کے مقبرے کی اگر دیکھ بھال ہوتی رہے پھر بھی ایسے مقبروں پر ہر طرف یاسیت اور بے چینی کا احساس ہوتا ہے۔ چند لوگ فاتحہ خوانی کے لئے وقت نکالتے ہیں وگرنہ دیکھا گیا ہے کہ بادشاہوں کے مقبرے لوگوں کے لئے کھیل تماشے اور سیر گاہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ بعض مقبروں پر جانے کے لئے ٹکٹ خریدنا پڑتا ہے۔

بادشاہوں کے مقبروں کے برعکس پوری دنیا میں کسی بھی عارف باللہ کے مزار پر جائیں تو لوگ وہاں عقیدت و احترام سے فاتحہ خوانی اور قرآن خوانی میں مشغول ہوتے ہیں۔ امیر و غریب، خاص و عام کے لئے کھانے پینے کا انتظام ہوتا ہے جسے لنگر کہتے ہیں، اور مسافر خانے کی سہولت ہوتی ہے۔ لوگ صاحبِ

مزار سے محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، مزار کی دیکھ بھال اور مرمت و صفائی کو سعادت سمجھتے ہیں، عطر کی خوش بو میں بساتے ہیں اور ہر آنے والے کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ سکون کی لہریں محسوس ہوتی ہیں۔ سب سے اہم اور خاص بات یہ ہے کہ یہ سب بلا تفریق مذہب و ملت کیا جاتا ہے۔

محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیاؒ کی درگاہ سے تقریباً 12 سے 13 کلو میٹر کے فاصلے پر دہلی میں تغلق سلطنت کے بانی بادشاہ غیاث الدین تغلق کا مقبرہ ہے۔ درگاہ سے لودھی سلطنت کے بادشاہوں کے مقبرے تقریباً تین کلو میٹر کے فاصلے پر ہیں اور اسی درگاہ سے نصف کلو میٹر سے کم فاصلے پر مغل بادشاہ ہمایوں کا مقبرہ ہے۔ ان کے علاوہ دہلی میں دیگر بادشاہوں، وزرا، امرا اور رؤسا کے مقبرے موجود ہیں۔ وہاں جانے سے محسوسات و کیفیات کا جو نتیجہ نکلتا ہے، سیاح اسے اداسی و حیرانی کے علاوہ کوئی نام نہیں دے پاتا جیسے یہ مقبرے بزبانِ حال کہہ رہے ہوں کہ،

ظلمت کدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے
اک شمع ہے دلیلِ سحر سو خموش ہے
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہے

محبوبِ الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کا عہد زریں، بظاہر 3 اپریل 1325ء تک ہے لیکن آپ کی تعلیمات کا تسلسل آج بھی اسی طرح جاری ہے۔ آپ کے مزار پر جانے والے اکثر و بیشتر یہ محسوس کرتے ہیں کہ محبوبِ الٰہی وہاں بنفسِ نفیس موجود ہیں۔ ہندو، مسلمان، عیسائی، بدھ مت الغرض ہر مذہب کے لوگ عقیدت اور ادب کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔ انتشار و فساد کے ادوار میں بھی یہ درگاہ لوگوں کے لئے امن و آشتی کا مرکز اور جائے پناہ کا کردار ادا کرتی ہے۔

سرورق پر تصویر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ مزار کے ایک ستون کے پاس ایک شخص قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول ہے۔ چند خواتین و حضرات باادب بیٹھے ہیں، کوئی ذکر اور کوئی فاتحہ خوانی کر رہا ہے۔ سکون و امن کی کیفیت احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ستونوں پر نصب گھڑی پیغام دے رہی ہے کہ اللہ کی ذات میں خود کو فنا کرنے والوں کو بقا ملتی ہے اور ہر زمانے میں ان کا فیض جاری رہتا ہے۔ (مکمل مینا)

FL 5 & 6, Block B, Gulshan-e-Jamal
Rashid Minhas Road, Karachi.
: lavishdinerestaurant
Lavish Dine
Restaurant
www.lavishdinerestaurant.com
- Party up to
400 Persons
- Affordable
Party Menus
- Buffet
- À la carte
Ph: 021-34570423
Cell: 0333-3538004

Since 1990

MOTOLUX

INDUSTRIES

A GLOVES ENGINEERING COMPANY.

Motolux Street,Muzzafarpur, Ugoki Road,
Sialkot-51340,Pakistan,
Tel: +92-52-3252284,Fax: +92-52-3240216
info@motolux.pk

عرفانہ شہزاد

کِس نے کہا ـــ سنا کِس نے

بھائی خانقاہ میں پودوں کو پانی دے رہے تھے۔ اس دوران میں راہ نما تشریف لائے اور فرمایا، پائپ مجھے دیجئے، میں پودوں کو پانی دینا چاہتا ہوں۔ بھائی پائپ دے کر ادب سے ایک طرف ہوگئے۔ تھوڑی دیر میں ان کی نظر راہ نما کے کمرے کی طرف گئی تو دیکھا ......

یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کتاب "خاتم النبیین محمد رسول اللہؐ، جلد اول" شائع ہوئے کچھ عرصہ ہوا تھا۔ راہ نما نے ایک رات بہترین جوڑا زیب تن کیا اور عمدہ خوش بو لگائی۔ چہرہ خوشی سے روشن اور گلنار تھا۔ ہمیں حیرت میں دیکھ کر گویا ہوئے، میرا عجیب معاملہ ہے، لوگ صبح تیار ہوتے ہیں، میں رات کو تیار ہوتا ہوں۔ پھر انہوں نے ہمیں ڈھیروں دعائیں دیں اور فرمایا، آپ لوگ دروازہ بند کر کے چلے جایئے، کوئی دروازہ نہ کھولے۔

صبح میں دبے پاؤں کمرے کے باہر سے گزری تو ٹھٹھک گئی۔ بھینی بھینی مسحور کن خوش بو سے فضا معطر تھی۔ حواس پر خمار چھا گیا اور میں بے ساختہ درود شریف پڑھنے لگی۔

اس روز مہمانوں سے ملاقات میں انہوں نے سیرت طیبہؐ کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی اور درود شریف پڑھنے کی فضیلت پر روشنی ڈالی۔

ایک روز عاجز بندی سے فرمایا، میں جب چاہتا ہوں، اللہ کے فضل سے خاتم النبیین رسول اللہؐ کا قرب محسوس کرتا ہوں۔ ذکر سے فاصلہ مغلوب ہوتا ہے۔ تمہیں بھی مشاہدہ ہو جائے گا۔

ناچیز بندی تنہائی میں سجدۂ شکر بجالائی۔

ذہن زمان و مکان کی گتھی کو سلجھانا چاہتا ہے تاکہ حقیقت تک رسائی ہو اور حواس ایک حس میں جذب ہو جائیں۔ اس مقصد کے لئے سب سے پہلے اندر میں دیکھنا ضروری تھا کہ سوچ کہاں کہاں بھٹکتی ہے اور کس کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ میں جاننا چاہتی تھی کہ فریب آشنا سوچ کی رسائی کہاں تک ہے۔

سوچ میں گم تھی کہ کسی نے کہا، تم بے چین ہو۔ آواز پر غور کرتے ہی بے چینی کے خدوخال واضح ہوکر احساس پر غالب آگئے اور نامعلوم پریشانی سے حواس میں تلاطم برپا ہوگیا۔

میں اٹھ کر ٹہلنے لگی۔

بے چینی کے مظاہرے سے خیال کا میکانزم پورا ہوگیا لیکن بے چینی کی وجہ معلوم نہ ہوسکی۔ پلٹ کر اس لمحے کی جانب سفر کیا جب اس بارے میں خیال آیا تھا۔ غور کرنے پر آگہی نے کہا،

''خیال میں بے چین ہونے کی اطلاع نہیں تھی، خبردار کیا گیا تھا کہ تم بے چین ہو۔ تم نے لفظ بے چینی پر غور کرنا شروع کردیا، یہ نہیں سوچا کہ تم بے چین کیوں ہو اور اس سے نکلنا کیسے ہے۔ خیال میں پریشانی کا رنگ اس لئے بھرا کہ تمہاری طرز فکر پریشانی کی طرف جلد مائل ہوتی ہے، منفی رخ پہلے تلاش کرتی ہے اور تغیر سے مانوس ہے۔ جس لفظ کو قبول کیا جاتا ہے، اس کا مظاہرہ ہوتا ہے۔''

خیال، تصور اور احساس کی زندگی مختصر نظر آتی ہے لیکن یہ مظاہرے کی صورت میں طویل عمر جیتے ہیں۔ ایک آدمی 70 سالوں میں 50 سال پریشان رہا ہے تو اس کی پریشانی کی عمر 50 سال ہے۔ راہ نمانے یہ بھی فرمایا تھا کہ بعض زخم ایسے ہوتے ہیں جن کے داغ رہ جاتے ہیں۔

حواس پر سکوت طاری تھا۔ خود سے پوچھا کہ کس سوچ میں ہو؟ ذہن خالی تھا، کیا جواب دیتا۔ یہ وہ وقت تھا جب سارے حواس ایک حس میں جذب ہوجاتے ہیں۔ خود سے بے خود ہوئی تو ذہن میں تصویریں بنیں۔ دیکھا — بہت چھوٹی بچی ماں کے رحم میں آنول نال سے لٹکی ہوئی ہے۔ نقوش مکمل ہیں لیکن نگاہ کے لئے غیر واضح ہیں۔

آواز آئی، تم کون ہو؟ بچی کا شعور گویا ہوا، معلوم نہیں۔ آواز نے بتایا، تم بندی ہو، تم بندی ہو۔ چند خاموش ساعتوں کے بعد ننھے شعور نے دہرایا کہ میں بندی ہوں۔

آواز نے پوچھا، تمہیں کون کھلاتا پلاتا ہے؟

بچی نے خاموشی کی زبان میں اماں اماں پکارا اور رونے لگی۔ اگلے منظر میں اماں چارپائی پر بیٹھی ہوئی نظر آئیں۔ بچی نے اندرونی آنکھ سے دیکھا کہ ماں کے اوپر سے مٹی کا خول ٹوٹ گیا ہے اور میری طرح اسے بھی کوئی کھلاتا اور پلاتا ہے۔

بچی کے شعور میں جھماکا ہوا کہ ماں بھی میری طرح مخلوق اور محتاج ہے۔ پھر ماں اور بچے کے درمیان اسپیس حائل ہوگئی۔ آنول نال کے ساتھ

جڑے ہوئے شعور نے جان لیا کہ سب کا خالق، رازق اور مالک اللہ ہے۔ شعور پُر سکون ہو گیا— اور آنکھ کھل گئی۔

اس مشاہدے سے اپنی حیثیت کا ادراک ہوا۔ جسم پر لرزہ طاری تھا اور آنکھیں اشکبار تھیں۔ ایک طرف اپنی ناتوانی اور بے وقعتی کا مشاہدہ ہوا تو دوسری طرف طمانیت، بے خوفی اور احساسِ تحفظ سے ناقابلِ بیان سکون حاصل ہوا۔ تشکر سے رواں رواں رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز تھا۔ ادراک نے اس کیفیت کا مشاہدہ کر لیا تھا جو استادِ محترم کئی سالوں سے سمجھا رہے تھے۔

ا۔ اللہ سے دوستی کرنی ہے تو خاندان اور معاشرے سے ملنے والی الوژن طرزِ فکر کو ترک کرنا ہوگا۔

۲۔ اس فطرت سے واقف ہونا ہے جس پر اللہ نے سب کو پیدا کیا ہے۔

انہوں نے سکھایا کہ رشتہ خواہ کتنا ہی قریبی ہو، اللہ کے سوا کسی سے توقع نہ رکھیں۔

لاہور میں ایک خطاب میں فرمایا،

"اپنے اندر صفتِ صمدیت (بے نیازی) پیدا کریں۔ سب سے بے نیاز ہو کر اللہ کے نیاز مند ہو جائیں۔ بے نیازی کی صفت کے حصول کے لئے سورہ اخلاص کا کثرت سے ورد کریں۔"

1990ء کے اوائل کا ذکر ہے کہ ایک بھائی نے بتایا، میں خانقاہ میں پودوں کو پانی دے رہا تھا۔ اس دوران میں راہ نما تشریف لائے اور فرمایا، پائپ مجھے دیجئے، میں پودوں کو پانی دینا چاہتا ہوں۔ بھائی پائپ دے کر ادب سے ایک طرف ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں ان کی نظر راہ نما کے کمرے کی طرف گئی تو دیکھا کہ وہ کمرے کے باہر صحن میں تخت پر محو استراحت ہیں۔ بیک وقت دو جگہ دیکھ کر خوف طاری ہوا اور نیند کا غلبہ ہو گیا۔ صبح ناشتے کے لئے بھائی دسترخوان پر آئے تو راہ نما نے مسکراتے ہوئے فرمایا، کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔

بیک وقت دو مقامات پر دیکھنا ٹائم اسپیس سے آزادی اور اندر میں پرتوں کا مظاہرہ ہے۔ آدمی محض مٹی کا جسم نظر آتا ہے لیکن وہ ہزاروں پرتوں سے مرکب ایک وجود ہے۔ ہر پرت ایک صلاحیت اور ایک جسم ہے۔ بیداری میں جسم کی صلاحیت الگ ہے، نیند میں الگ اور نیند کے بعد کی دنیاؤں میں بالکل الگ ہے۔ جو فرد اندر میں سے واقف ہو جاتا ہے، وہ پرتوں سے کام لے کر بیک وقت کئی مقامات پر ظاہر ہو سکتا ہے۔

آدمی جس دنیا میں ہوتا ہے، زمان و مکان کی

حد سے نہیں نکل سکتا۔ زمان کو آسان الفاظ میں وقت اور مکان کو فاصلہ کہتے ہیں۔ وقت اور فاصلے کے بغیر کسی دنیا اور مخلوق کا تذکرہ نہیں ہو سکتا۔ ہر دنیا میں زمان و مکان کا مظاہرہ مختلف ہے جیسے خواب اور بیداری کی دنیا۔ روحانیت وقت اور فاصلے کے قوانین سے واقف ہونے کا علم ہے۔ یہ علم قرآن کریم میں تفکر سے حاصل ہوتا ہے۔

اولیائے کرام کی خدمت میں سائل یا شاگرد حاضر ہوتا ہے تو اس کی ذہنی ساخت، کیفیات اور حالات و واقعات کی فلم سامنے آجاتی ہے اور بزرگ اس سے انہی نکات پر گفتگو فرماتے ہیں جن کی تصحیح یا راہ نمائی کی فرد کو ضرورت ہے۔ اس طرح مجلس میں سب کی موجودگی میں عیبوں پر پردہ رہتا ہے اور راہ نمائی بھی ہو جاتی ہے۔

ایک نشست میں راہ نما نے فرمایا،

"آپ یہ سوچتے ہیں کہ بابا جی کو کیا پتہ، وہ دوسرے شہر میں ہیں۔ حالاں کہ مرشد کی مرید پر نظر ہوتی ہے۔"

ایک مرتبہ مراقبہ کے دوران میں حکم ملا کہ اسپیس کے دھاگے کو لپیٹ لو۔

میں نے بچپن سے لے کر زمانِ حال تک یادداشت پر دستک دی تو میرے سامنے عالمِ ناسوت کی فلم چلنے لگی اور اعمال وقت کی بیلٹ پر تیزی سے دھاگے کی صورت میں لپٹنے لگے۔

اگرچہ ماضی میں داخل ہوتے ہی وہ سارے مناظر یادداشت کی اسکرین پر نشر ہوئے جن سے گزر کر موجودہ لمحے تک پہنچی تھی لیکن رفتار اس قدر تیز تھی کہ کوشش کے باوجود کوئی تحریر پڑھ نہ سکی البتہ فلم کی رِیل اس دور میں داخل ہوئی جب میں اللہ تعالیٰ کو خط لکھتی تھی تو مجھ پر وہی کیفیت طاری ہو گئی اور میں زار و قطار رونے لگی۔

مراقبہ کے بعد دیر تک ہچکیاں بندھی رہیں۔ حواس نے واضح طور پر محسوس کیا کہ مناظر کا مشاہدہ کرتے ہوئے میں یہاں نہیں تھی۔

نظر گھڑی کی طرف گئی تو عمر کی اسپیس سمٹنے کے ساتھ وقت بھی سوالیہ نشان تھا۔

آپ کیا سمجھے ـــ؟

شاگرد نے پوچھا، دنیا کی میٹھی، مختصر اور جامع زبان کون سی ہے؟ استاد نے کہا، خاموشی کی۔ شاگرد نے پوچھا، کس طرح؟ استاد نے بتایا، الفاظ محدود ہیں جب کہ خاموشی کی زبان باطن الوجود کے ساتھ اپنا مفہوم ذہن و دل پر منتقل کر دیتی ہے۔

محمد عاصم بیگ

رنگین گلوب

زمین پر کھڑے ہو کر چھلانگ لگاتے ہیں تو چند ثانیوں کے لئے فضا میں رہنے کے بعد زمین پر آجاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ چھلانگ لگانے پر فضا میں کیوں نہیں اڑتے—؟

عالمِ ناسوت میں مٹی کے لباس کی ابتدا اسپرم سے ہوتی ہے جو مخصوص ماحول میں نشوونما پاتا ہے، ردّوبدل سے گزرتا ہے اور ہر درجے میں اس کے مختلف نام ہیں۔ لباس میں نقش و نگار کے ساتھ خلا موجود ہے جس میں زندگی کی لہریں دَور کرتی ہیں اور لباس حرکت میں نظر آتا ہے، مادی شعور اس کو لباس کی حرکت سمجھتا ہے۔

ابدالِ حق ایک رباعی میں فرماتے ہیں،

مٹی کے لباس میں چھپایا ہے مجھے
مٹی کی کشش سے آزمایا ہے مجھے
معلوم نہیں غبار سے مٹی کے
نقاشِ ازل نے کیوں بنایا ہے مجھے

مسلسل ردّوبدل کی وجہ سے مادی شعور نے لباس کو الگ الگ نام دیئے ہیں اور اسی کے تحت شناخت قائم کی ہے۔ مثلاً بچپن، جوانی، بڑھاپا، بیج، پودا، درخت، چنار کا درخت اور شاہِ بلوط، سیاہ اور سرخ پہاڑ، بلی اور جنگلی بلی وغیرہ۔ جس امر کی وجہ سے حرکت ہے، اس کا ذکر کوئی نہیں کرتا۔

آدمی جب مٹی کے غلاف میں ظاہر ہوتا ہے اور مٹی کے اثرات قبول کرتا ہے تو حواس میں درجہ بندی قائم ہو جاتی ہے۔ وہ سننے کی حس کو دیکھنے کی حس سے الگ سمجھتا ہے اور صلاحیتوں کو حواس کے درجات میں تقسیم کر کے اسی فہم سے اشیا کا تعارف حاصل کرتا ہے۔ درحقیقت جتنے حواس ہیں، سب کو لہروں کے ذریعے توانائی فیڈ ہوتی ہے۔ جو لہر سماعت کی ہے، وہی بصارت کی ہے، اسی میں فہم، احساس اور گویائی ہے۔ حواس کی تقسیم سے ذہن محدود ہوتا ہے اور ایک ہی منظر ٹکڑوں میں نظر آتا ہے۔ جب یہ نظر اشیا کا تعارف بنتی ہے پھر آدمی وہ دیکھتا ہے جو نہیں ہے۔

مثال: زید شیشے کے گلوب میں ہے جس کا

رنگ نیلا ہے۔ اسے اندر سے باہر کی ہر چیز نیلی نظر آتی ہے۔ جو روشنی شیشے سے چھن کر اندر آرہی ہے، اس کو بھی نیلا دیکھتا ہے جب کہ باہر کے مناظر اور گلوب سے ٹکرانے والی روشنی نیلی نہیں۔ شیشے کا رنگ نیلا ہونے کی وجہ سے گلوب نے روشنی میں موجود باقی رنگوں کو جذب کر کے صرف نیلی روشنی کو گزرنے دیا۔ یہ محدود حواس پر نیلے گلوب کے اثرات ہیں۔

اس دنیا میں آدمی کا لباس کھنکھناتی بجنی مٹی اور سڑے ہوئے گارے سے بنا ہے اس لئے آدمی کے رجحانات میں تعفن اور چپک ہے۔ تعفن کی وجہ خمیر ہے اور خمیر میں ہمہ وقت تغیر ہے جس کے اثرات لباس پر ظاہر ہوتے ہیں۔

فرض کریں کہ لباس ایک سیکنڈ میں ایک مرتبہ تبدیل ہوتا ہے تو ایک گھنٹے میں 3600 اور ایک دن میں 86,400 مرتبہ تبدیل ہوگا۔ تغیر سے گزرنے کے بعد کیا لباس اپنی اصل پر قائم رہے گا—؟

یقیناً جواب ناں میں ہے۔ پھر شناخت کیا ہوئی، لباس کیا ہوا اور آدمی کے اندر وہ کون سی شے ہے جس میں تغیر نہیں ہوتا—؟

تلاش کرنا چاہئے کہ جب لباس ہر آن تغیر سے گزر رہا ہے پھر یہ ہماری پہچان کیسے ہو سکتا ہے۔ نیلے رنگ کے شیشے کی طرح اس لباس میں سے جو روشنی چھن کر آتی ہے، ہم اس میں بھی تغیر دیکھتے ہیں یعنی ہم نہیں دیکھتے، ہم لباس کے دیکھنے کو دیکھتے ہیں۔

تغیر کے اثرات سے مغلوب ذہن ہر اطلاع میں اپنے رجحانات کے مطابق ملاوٹ کرتا ہے اور اصل سے دور ہو جاتا ہے۔

”لوحِ محفوظ سے پھیلنے والا نور انسان کو اطلاعات فراہم کرتا ہے تو اپنی غرض اور مطلب برآری کے نقطۂ نظر سے کام لے کر ان اطلاعات کو ۹۹۹ فی ہزار تو رد کر دیتا ہے۔ ایک فی ہزار کو مسخ کر کے، توڑ مروڑ کے حافظے میں رکھ لیتا ہے۔ یہی مسخ شدہ اور بگڑے ہوئے خدوخال، اس کے تجربات کا، مشاہدات کا، عادات اور حرکات کا سانچہ بن جاتے ہیں۔ اب جتنی اطلاعات وہ اخذ کرتا ہے، ان ہی سانچوں میں ڈھلتی چلی جاتی ہیں۔“ (کتاب: تذکرہ قلندر بابا اولیاؒ)

زندگی اطلاع ہے جس کا مظاہرہ دو رخ میں ہے۔ ایک رخ میں حرکت کششِ ثقل کی پابند ہے، دوسرے رخ میں کسی حد تک مادی ثقل سے آزاد ہے۔ پہلے حواس کے مادی رخ کا تجزیہ کرتے ہیں جو کششِ ثقل کے زیرِ اثر ہے۔

کششِ ثقل* کیا ہے؟

تحقیق و تلاش (سائنس) کے مطابق کششِ ثقل ایسی قوت ہے جو ہر اس شے کو کھینچتی ہے جس کی کمیت (mass۔ مقدار) ہوتی ہے۔ زمین اور دیگر سیاروں کا سورج کے گرد گھومنا اور چاند کا زمین کے گرد چکر لگانا کششِ ثقل کی وجہ سے ہے۔ زمین چاند کو اپنے مرکز کی جانب کھینچتی ہے جسے Centripetal Force کہتے ہیں۔ جب چاند زمین کی مخالف سمت جاتا ہے یعنی گریز کرتا ہے تو اسے Centrifugal Force کہتے ہیں۔ کشش و گریز کی قوت سے زمین اور چاند کے درمیان فاصلہ برقرار رہتا ہے اور دونوں کی اپنے اپنے مدار میں گردش جاری رہتی ہے۔

زمین و آسمان میں ہر شے کشش و گریز پر قائم ہے۔ زمین کی کشش حیوانات، حشرات، نباتات، بخارات اور جمادات کو زمین سے منسلک رکھتی ہے، ساتھ ہی ہر نوع اس کشش سے گریز کرکے اوپر کی طرف جاتی ہے جیسے پہلے دن کا بچہ ایک روز چھ فٹ کا ہو جاتا ہے، کونپل درخت بنتی ہے، پانی زمین سے 60 سے 70 فٹ اوپر چڑھ کر ناریل کے کٹورے میں جمع ہوتا ہے۔ اگر کشش کے ساتھ گریز کی قوت نہ ہوتی تو زمین اور اس پر موجودات کا وجود ختم ہو جاتا۔

جب ہم مٹی کے لباس کے اثرات قبول کرتے ہیں تو حواس میں ثقل پیدا ہوتا ہے جس کا مظاہرہ ہم بیداری (دن کے حواس) میں دیکھتے ہیں۔ چند تجربات پڑھئے جن سے ہم بارہا گزرتے ہیں۔

★ زمین پر کھڑے ہو کر چھلانگ لگاتے ہیں تو چند ثانیوں کے لئے فضا میں رہنے کے بعد زمین پر آجاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ چھلانگ لگانے پر فضا میں کیوں نہیں اڑتے؟

★ گھر سے مسجد یا بازار تک جاتے ہیں۔ ہر قدم جو آگے کی جانب اٹھتا ہے، اسے زمین پر رکھے بغیر اگلا قدم نہیں اٹھا سکتے۔ کیوں؟

★ نکڑ پر کھڑے ہو کر گلی کی دوسری جانب دیکھیں۔ چند فٹ کے بعد نگاہ دھندلا جاتی ہے اور وہاں موجود شے واضح نظر نہیں آتی۔ کیوں؟

سب کا جواب ایک ہے — کششِ ثقل۔

کشش جسم کے ساتھ خیالات پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر کشش میں ثقل ہے تو غصہ، لالچ، انتقام، انا کی تسکین اور حق تلفی وغیرہ کی کیفیات کا مظاہرہ ہوتا ہے جو اسفل سافلین ہے۔ اگر آدمی اپنی تخلیق پر غور کرے کہ وہ کس چیز سے بنا ہے تو اسے غصہ نہیں آئے گا اور اسفل جذبات اور

---

* کششِ ثقل (Gravitational force)

تصورات کا زور ٹوٹ جائے گا۔

انسان کا غرور اقتدار و زر ہے
گر یہ بھی نہیں تو مذہب و منبر ہے
دیکھا جو اسے بعد فنا ہونے کے
معلوم ہوا یہ خاک مٹھی بھر ہے

....

زندگی کے دوسرے رخ میں تعفن کا دخل نہیں۔ کتاب ”قدرت کی اسپیس“ میں لکھا ہے،

”زمین کی کشش کی وجہ سے انسان سانس لیتا ہے یعنی کہ ایک ایسی زندگی ہے جو کشش چاہتی ہے اور اس کے بغیر اس کا قیام ممکن نہیں مگر زمین پر بسنے والے انسان، حیوانات، جمادات اور نباتات میں ہی کچھ ایسا موجود ہے جو زمین کی کشش کا اثر نہیں لیتا۔ مثال کے طور پر وہم، خیال، افسوس۔ اس کے علاوہ سوچ، تفکر وغیرہ بھی زمین کی کشش سے لاتعلق ہیں۔ اس کے بہت سے ثبوت موجود ہیں۔ مثال کے طور پر انسان سو جاتا ہے۔ کشش اس کو سانس پہنچاتی رہتی ہے مگر اس کا ذہن کشش سے آزاد ہوتا ہے۔ وہ خواب دیکھتا ہے، کھاتا ہے، پیتا ہے، چلتا ہے، ایک سیکنڈ کے حصے میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔“

زمین کی کشش سے آزاد حواس کی کئی مثالیں ہیں۔ آیئے چند پر نظر ڈالتے ہیں۔

نیند میں جسم بستر پر ہوتا ہے مگر فرد چلتا پھرتا ہے، کھانا کھاتا ہے، ایک ملک سے دوسرے ملک بلکہ ایک دنیا سے دوسری دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ نیند میں زمین کی کشش کتنی محسوس ہوئی؟

دوسری مثال خیال کی ہے۔ ہم کسی کے متعلق سوچتے ہیں تو فاصلہ مغلوب ہو جاتا ہے، ذہن میں اس شخص سے ملاقات ہوتی ہے، گفتگو ہوتی ہے، وقت ساتھ گزارتے ہیں اور جب اپنے ماحول میں واپس آتے ہیں تو گھڑی کی سوئی ــــ؟

ہمارے اندر صلاحیت ہے جو ہمیں کششِ ثقل سے کسی حد تک آزاد کر دیتی ہے۔

”اے گروہ جن و انس! تم زمین اور آسمانوں کے کناروں سے نکل کر دکھاؤ۔ تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان سے۔“ (الرحمٰن: ۳۳)

خیال کی دنیا بتاتی ہے کہ آدمی خواب کی طرح بیداری میں بھی زمین کی کشش سے آزاد ہے مگر غفلت کی وجہ سے اس نے خود ساختہ پابندی اختیار کر لی ہے اور مٹی کے ظاہری رخ کو خود پر غالب کر لیا ہے۔ مٹی میں توانائی کے ساتھ لہر بھی ہے اور لہر چاہے جس دنیا میں ہو، زمین کی کشش سے آزاد ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

مثال: ہم ڈاکٹر یا انجینئر بننے کے لئے یکسو ہو جاتے ہیں اور انہی پیشوں کے نام سے اپنا تعارف

کرواتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہمارے اندر صلاحیت ہے کہ ہم جو کچھ بننا چاہتے ہیں، بن جاتے ہیں۔ کششِ ثقل کے جال میں قید ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہماری سوچ میں اللہ سے دوری ہے۔ دوری سے ذہن کی ساخت بدلتی ہے اور ثقل پیدا ہوتا ہے لہٰذا ہم اس ذہن سے جس شے کو دیکھتے ہیں، وہ ہمیں محدود نظر آتی ہے۔ ثقل کا سادہ مفہوم تعفن ہے۔ تعفن زدہ چیزوں میں چپک ہوتی ہے اور چپک زمین سے اٹھنے نہیں دیتی۔

آدمی اور انسان میں فرق یہ ہے کہ آدمی کششِ ثقل میں قید ہے جب کہ انسان زمین کی کشش سے آزاد ہے۔ وہ نیند کی دنیا کی طرح بیداری میں جہاں جانا چاہتا ہے، پہنچ جاتا ہے۔ وہ ایک پرت میں محدود نہیں رہتا بلکہ صلاحیت اور ضرورت کے مطابق جتنی چاہے پرتیں active کرلیتا ہے۔ کتاب "تذکرہ قلندر بابا اولیاؒ" میں اس قانون سے متعلق ایک کرامت تحریر ہے۔

"برصغیر اور بیرون ملک ایسے لوگ اب بھی موجود ہیں جنہوں نے ایک دن اور ایک وقت میں مختلف مقامات پر حضور قلندر بابا اولیاؒ کو دیکھا ہے۔ کسی کے ساتھ حضور باباصاحبؒ نے مصافحہ کیا، کسی کو سینے سے لگایا، کہیں چائے نوش

> بیٹا خوابوں کی تکمیل میں مسلسل ناکام ہوا تو مایوس ہوکر تخریب کا راستہ اختیار کرکے مقصد حاصل کرنا چاہا۔ باپ کو خبر ہوئی تو اس نے کہا، ناکامی کا سامنا ہو تو طرزِ عمل بدلو، قدریں نہیں۔ درخت اپنے پتّے تبدیل کرتے ہیں، جڑیں نہیں بدلتے۔

فرمائی اور کسی کو ہدایت دی کہ ایسا کرو، ایسا نہ کرو۔ اس بات کا اظہار اس طرح ہوا کہ مجھے (راوی کو) لوگوں نے بتایا اور کچھ لوگوں نے خطوط کے ذریعے اطلاع دی کہ حضور باباصاحبؒ تشریف لائے تھے۔ مجھے (خواجہ شمس الدین عظیمی) اللہ کے فضل و کرم سے یہ اعزاز حاصل رہا ہے کہ حضور باباصاحبؒ کے نام جتنے خطوط آتے تھے ان کا جواب میں لکھتا تھا۔ ایک مرتبہ سوئیزرلینڈ سے خط آیا جس میں حضور باباصاحبؒ کی تشریف آوری سے متعلق بہت زیادہ تشکر و امتنان کا اظہار تھا اور یہ بھی تحریر تھا کہ میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق فلاں کام کردیا ہے۔ جب میں نے یہ خط باباصاحبؒ کو سنایا تو ان سے عرض کیا کہ اس عرصے میں تو آپ کہیں نہیں گئے، یہ کیا لکھا ہے؟ قلندر بابا اولیاؒ مسکرائے اور فرمایا، اہلِ تکوین حضرات کے پچیس (25) جسم ہر وقت کام کرتے ہیں اور جب کام کی زیادتی ہوتی ہے تو ان کی تعداد چالیس (40) سے بھی زیادہ ہوجاتی ہے۔"

عظیمی

چاند کی کرنوں سے ___
گھنے اور لمبے بالوں کی نشو ونما

45 سال سے خواتین کا پسندیدہ

روغن گلوسبز

کراچی	021-36039157	فیصل آباد	041-8540132	پشاور	03219110156
حیدرآباد	0222781798	لاہور	03224112737	مانسہرہ	03005621447
میرپورخاص	03133508543	راولپنڈی	051-5169242	مظفرآباد	05822446661
ڈگری	03453700144	اٹک	03135168800	میرپور	03455701558
ملتان	03006338192	ہری پور	03135914147		

ڈاکٹر سعیدہ شفیق میمن

صوفی ـــ لاکوفی

پیمانہ بے وقعت نہیں ہے۔ اس میں جامِ وحدت سے مخمور ہونے کا ذوق اور تڑپ ہے۔ پیمانہ اسی لئے ٹوٹتا ہے کہ وہ مست و بے خود ہو جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ فراق کے بعد وصال کی گھڑی آگئی ہے۔ وہ وصل کے خمار میں ریزہ ریزہ ہوتا ہے ـــ شناخت مٹنے سے فاصلے مٹ جاتے ہیں۔

نبوت کے فیضان کو جاری رکھنے کے لئے خاتم النبیین رسول اللہؐ کے علوم کے وارث اولیاء اللہ نے روحانی علوم کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ کا شمار اعلیٰ مرتبت صوفی بزرگوں میں ہوتا ہے جن کی زندگی کا مشن روحانی تعلیمات کو عام کرنا ہے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ فرماتے ہیں،

"صوفی ہر قسم کی تفریق سے آزاد ہوتا ہے۔ وہ اپنے اندر کی "میں" کو مغلوب کر دیتا ہے اور جو اس سے بیر رکھتے ہیں، ان کے مشکل وقت میں ان کے لئے دعا کرتا ہے۔"

علم کی دو طرزیں ہیں۔

۱۔ علمِ حصولی ۲۔ علمِ حضوری

علمِ حصولی: مادی علوم کے حصول کو کہتے ہیں جس میں علم پہلے اور بعد میں عمل ہے۔

علمِ حضوری: باطنی علوم کے حصول کا نام ہے۔ اس میں عمل پہلے اور علم بعد میں ہے۔ اس علم کا براہِ راست تعلق روح اور باطن سے ہے اور اس کو تصوف بھی کہتے ہیں۔ تصوف کا علم حاصل کرنے والے کو "صوفی" کہا جاتا ہے۔

صوبہ سندھ اس لحاظ سے زرخیز ہے کہ اولیاء اللہ نے اسے صوفیانہ تعلیمات کا مرکز بنایا ہے۔ شاہ عنایتؒ سے لے کر شاہ عبداللطیفؒ اور سچل سرمستؒ سے لے کر ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ اور قلندر باباؒ کے شاگردِ رشید محترم عظیمی صاحب، سب نے ایک ہی تعلیم دی ہے کہ،

"فرد ہر لمحہ مرتا ہے اور لمحے کی موت اگلے لمحے کی زندگی ہے۔ زندگی کا ادراک ہو جائے تو حیاتِ ابدی کا راز اسی دنیا کے لیل و نہار میں کھل جاتا ہے۔"

صوبہ سندھ سے تعلق رکھنے والے صوفیائے کرام کے حالاتِ زندگی پر غور کیا جائے تو ان میں سے اکثر اس صوبے میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ قدرت نے ان کو لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے یہاں بھیجنے کا انتظام کیا۔

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ یو پی، بھارت میں پیدا ہوئے لیکن قیامِ پاکستان کے بعد وہ پاکستان تشریف لائے اور روحانی تعلیمات سے اس خطے کو روشن کیا۔ عظیمی صاحب نے مرشد کریم سے پہلی ملاقات کا حال ان الفاظ میں بیان فرمایا،

"میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ اتنا پُرسکون چہرہ دیکھا تھا۔یقین نہیں آیا کہ اس زمانے میں کسی بندے کو اتنا سکون میسر آسکتا ہے۔"

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے،

"بے شک اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔" (یونس: ۶۲)

سکون آشنا بندے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا کی زندگی محض فریب ہے، وہ دنیا کے دھوکے میں نہیں آتا اور ہر حال میں یکسو رہتا ہے۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی محبت کا اعجاز ہے کہ ان سے جڑنے والے بندے، ان کے ہو جاتے ہیں۔ ان کی تربیت کا انداز دلنشین ہے— اندر کی لہریں مقابل کے دل پر اثر کرتی ہیں۔ مرشد اور مرید کے درمیان ہونے والی ایک گفتگو پڑھیے۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا کہ دوستی کی تعریف بیان کرو۔ میں (عظیمی صاحب) نے عرض کیا کہ دوستی ایثار ہے۔ کسی کو کچھ دینے کے لئے کچھ بنانے کے لئے، سنوارنے کے لئے اپنا بہت کچھ کھونا پڑتا ہے۔

فرمایا، بات صحیح ہے لیکن عام فہم نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا، آپ کا فرمان حق ہے۔ ارشاد فرمائیں کہ میرا دامن مراد سے بھر جائے اور محرومی کا احساس نہ رہے۔

قلندر باباؒ نے فرمایا، دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی دوست کی طرز فکر میں خود کو نیست کر دے۔ اگر تم کسی نمازی سے دوستی کرنا چاہتے ہو تو نمازی بن جاؤ۔ شرابی سے دوستی اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کے ساتھ مے نوشی کی جائے اور وسیع دسترخوان، سخی کی دوستی ہے۔ پھر فرمایا، خواجہ صاحب! اللہ سے دوستی کرنی ہے؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

جواب سن کر پوچھا، بتایئے اللہ کیا کرتا ہے؟

پھر خود ہی فرمایا، اللہ یہ کام کرتا ہے کہ وہ اپنی

مخلوق کی خدمت کرتا ہے۔ اگر آپ کو اللہ سے تعلق قائم کرنا ہے اور اس سے پکی دوستی کرنی ہے تو آپ بھی یہی کیجئے یعنی بے غرض ہو کر اللہ کی مخلوق کی خدمت کیجئے۔

مرشد کریم کی اس بات کو مرید نے حرزِ جاں بنالیا۔ جب مرید اور مرشد کے درمیان ایسا تعلق استوار ہو جائے تو منزلیں آسان ہو جاتی ہیں۔

قلندر بابا اولیاؒ نے نثر کے ساتھ سخن میں بھی تصوف کے خزینے سے پردہ اٹھایا ہے۔ سخن کے لئے زیادہ تر رباعیات کی صنف اختیار کی۔ رباعی گو کہ چار سطروں پر مشتمل ہوتی ہے لیکن دریا کو کوزے میں سمیٹنا اسے ہی کہتے ہیں۔ کائنات کی ابتدا، تخلیق کا میکانزم اور دنیا کی بے ثباتی کو ایک رباعی میں اس طرح بیان کیا ہے۔

اک لفظ تھا اک لفظ سے افسانہ ہوا
اک شہر تھا اک شہر سے ویرانہ ہوا
گَردوں نے ہزار عکس ڈالے ہیں عظیمؔ
میں خاک ہوا خاک سے پیمانہ ہوا

لوحِ محفوظ کا قانون بتاتا ہے کہ ازل سے ابد تک صرف لفظ کی کارفرمائی ہے۔ حال اور مستقبل کا درمیانی وقفہ لفظ کے علاوہ کچھ نہیں۔ کائنات میں جو کچھ ہے، سب اللہ کا فرمایا ہوا لفظ ہے۔

یہ رباعی "کُن" کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ربِ کائنات اللہ کی عظمت کی کوئی انتہا نہیں۔ اللہ نے کُن فرماکر ذرّے پر اتنے عکس ڈال دیئے ہیں کہ ذرّات سے پیمانہ بنتا ہے اور پیمانہ بکھر کر ذرّات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

خاک سے بننے والا پیمانہ بے وقعت نہیں ہے۔ اس میں جامِ وحدت سے مخمور ہونے کا ذوق اور تڑپ ہے۔ پیمانہ اسی لئے ٹوٹتا ہے کہ وہ مست و بے خود ہو جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ فراق کے بعد وصال کی گھڑی آگئی ہے۔ وہ وصل کے خمار میں ریزہ ریزہ ہوتا ہے — شناخت مٹنے سے فاصلے مٹ جاتے ہیں۔

اللہ کے قرب کی خواہش بندے کو خود سے بے خود کر دیتی ہے۔ جو بندہ شرابِ معرفت کا گھونٹ پی لیتا ہے، اسے ہر شے کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ معرفت کے جام کے بارے میں خواجہ محمد زمانؒ فرماتے ہیں،

"معرفت کی شراب کی بوند جن کو حاصل ہوگئی، وہ سونا بن جاتے ہیں — ان کی نیند کو عبادت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور ان کے کام کو کیمیا گری کا رتبہ مل جاتا ہے۔"

قلندر دو حروف جانتا ہے — کوئی نہیں، کبھی نہیں۔ تصوف بتاتا ہے کہ اثبات نہیں، صرف نفی مادے کی اصل ہے۔ طرز فکر میں جیسے جیسے نفی یعنی لا کے عمل میں اضافہ ہوتا ہے، انسان کا ظاہری وجود، انسان کے باطنی وجود میں داخل ہوتا ہے۔ جب ظاہر اور باطن ایک ہو جاتے ہیں تو مٹی کی دیوار گرتی ہے اور فرد خود کو نورانی یعنی لامحدود دنیا میں دیکھتا ہے۔ قلندر باباؒ فرماتے ہیں،

ساقی تیرے قدموں میں گزرنی ہے عمر
پینے کے سوا کیا مجھے کرنی ہے عمر
پانی کی طرح آج پلادے بادہ
پانی کی طرح کل تو بکھرنی ہے عمر

نور کی دنیا میں داخل ہونے والا بندہ عارف کہلاتا ہے اور عارف ہر آن جامِ معرفت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ وہ معرفت کے اعلیٰ درجے کی روشناسی کی خواہش میں مشیت پر راضی برضا رہنے کی توفیق سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جسم ایک روز پانی کی طرح بکھر جائے گا۔ وہ خود کو اللہ کے لئے قربان کر کے زندگی کے مختصر وقفے کو جاوداں کرنا چاہتا ہے۔

قلندر باباؒ کی تعلیمات سکھاتی ہیں کہ رب سے واقف ہونا مقصدِ حیات ہے جس کے لئے آدمی کو خاتم النبیین رسول کریمؐ کے ارشاد کے مطابق پہلے خود سے واقف ہونا ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں،

”انسان کو محض روٹی، کپڑے کے حصول اور آسائش و زیبائش ہی کے لئے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس کی زندگی کا اولین مقصد یہ ہے کہ وہ خود کو پہچانے۔ اپنے اس رحمۃ للعالمین محسن صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبی اور باطنی تعارف حاصل کرے جن کے جودوکرم اور رحمت سے ہم ایک خوش نصیب قوم ہیں۔“

حضور قلندر بابا اولیاؒ نے دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے خاص شاگرد سے فرمایا،

خواجہ صاحب! اس دنیا سے جب بھی کوئی جاتا ہے تو کچھ بھی ساتھ نہیں لے جاتا۔ وہاں جو چیز ساتھ جاتی ہے، وہ خوشی ہے۔ اگر آپ اس دنیا میں خوش ہیں تو وہاں بھی خوشی آپ کا استقبال کرے گی۔ خوشی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب آدمی ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرے۔ جو حاصل ہے اس پر صبر و شکر کے ساتھ قناعت کرے اور جو چیز میسر نہیں، اس کا شکوہ نہ کرے۔ نعمتوں کے حصول کے لئے بھرپور جدوجہد کرے۔ ہر حالت میں خوش رہنے سے بندہ راضی برضا ہو جاتا ہے۔

سید نوشاد کاظمی

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

کیسی ستم ظریفی اور جہالت ہے کہ جو چیز ہمارے پاس ہے، ہم اس سے ناواقف ہیں اور اس صلاحیت کو قدرت کی تخلیق میں بگاڑ پیدا کر کے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

غور و فکر اور سوچ سمجھ کا رخ مادی تقاضے یا دنیا کی ظاہری زندگی ہو اور طرزِ فکر الہامی روشنی سے ناواقف ہو تو جس حد تک فکری ارتقا ہوگا اور جس قدر اختراعات و ایجادات ہوں گی، ان کا رخ پستی کی طرف ہوگا اور نتیجہ بے سکونی و بربادی کی شکل میں سامنے آئے گا۔

مادی طرزوں میں غور و فکر سے آدمی کی اصل یا زندگی کا باطنی رخ نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور وہ رجحان و میلان پروان چڑھتا ہے جس سے نوعِ آدم پر بے سکونی اور پریشانی کے بادل مسلط ہوتے ہیں۔ بے سکونی حد سے بڑھتی ہے تو آبادیاں صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہیں۔

موجودہ تحقیق و تلاش (سائنس) کہتی ہے کہ اس دور کی ایک اہم انقلابی پیش رفت ''ٹرانس ہیومن ازم'' کا نظریہ ہے جس کے عملی اطلاق میں، ان کے مطابق تقریباً 20 سال لگیں گے۔

ٹرانس ہیومن ازم کیا ہے؟

عالمگیر تحریک ہے جس کا بنیادی مقصد جینیاتی بناوٹ تبدیل کر کے بہترین صلاحیتوں کا حامل آدمی بنانا، اور حیوانات سے ''قلبی تعلق'' قائم کرنا ہے۔ اس نظریے کا حامل گروہ آدمی کو بَن مانس کی بدلی ہوئی شکل سمجھتا ہے۔

ٹرانس ہیومن ازم پر کام کرنے والے محققین کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے انسانی جین کو پڑھ لیا ہے اور اس میں مرضی سے تبدیلی کر سکتے ہیں۔ تحریک کے لئے عالمگیر سطح پر تنظیمیں بن چکی ہیں اور ترقی یافتہ ممالک اس دوڑ میں سبقت لے جانے کی کوشش میں ہیں۔ ٹرانس ہیومن ازم کے سلسلے میں محققین کے اہداف، اندازوں اور دعووں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

تحقیق و تلاش کہتی ہے کہ ٹرانس ہیومن ازم

کے عملی اطلاق کے بعد معاشرہ بدل جائے گا اور آدمی گوناگوں کمالات کا حامل ہو گا۔ مثلاً آدمی کی سماعت، بصارت اور ذہانت سینکڑوں گنا بڑھے گی، سمندروں اور خلا میں جانے کے لئے خاص لوگ بنائے جائیں گے، ٹرانس ہیومنز بہت سے جانوروں، پرندوں اور انسانی دنیا میں ذہین افراد کے جین کا ملغوبہ ہوں گے اور انہی سے آئندہ نسلیں پیدا ہوں گی، نئی دنیا آباد ہو گی جن میں لوگوں کی عمر ہزاروں برس ہو گی، ایسے لوگ بنائے جائیں گے جو صفر گریویٹی پر کام کر سکیں تا کہ ان کو خلا میں بھیجا جائے۔ وہ لوگ بھی زیر غور ہیں جو سمندر کی تہ تک پہنچ سکیں۔ اسی طرح نہ تھکنے والی فوج اور روبوٹ جیسی محکوم افرادیِ قوت منصوبے میں شامل ہیں۔ آدمی کا اخذ کردہ یہ ورژن ذہانت اور فہم سے وہ علوم منظر عام پر لائے گا جو پردے میں ہیں۔

محقق کہتے ہیں کہ ٹرانس ہیومن ازم تحریک میں شریک نہ ہونے والے معاشرے نئی دنیا میں مفلوج ہوں گے ۔ ان کا کہنا ہے کہ ترمیم کا عمل دیگر نوعوں میں بھی انجام دیا جائے گا جس سے جانوروں کی موجودہ ہیئت برقرار نہیں رہے گی کیوں کہ ان میں آدمی کی ضروریات کے مطابق تبدیلیاں کی جائیں گی۔

اس پروگرام پر عمل کے دو حصے ہیں۔

ا۔ مختلف جانوروں اور انسانوں کے جینیٹک کوڈز کو یکجا کر کے انسانی بچے پیدا کرنا۔

۲۔ مختلف علوم اور ٹیکنالوجی کے ارتباط کے ذریعے نینو مشین سے آدمی کے جینیٹک کوڈ میں تبدیلی لانا جو خلیے اور سائٹو پلازم* کی سطح پر ہو گی۔

محقق کہتے ہیں کہ نینو ٹیکنالوجی اتنی خفیف ہے کہ اس میں ایٹم اور مالیکیول کی سطح پر کام کیا جاتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک نینو میٹر کے پیمانے سے جب ہم انسانی خلیے میں جھانکیں گے تو ہمیں اس میں ہزاروں، لاکھوں مربع کلو میٹر کا ایک ملک نظر آئے گا، ہم خلیے کے جینیٹک کوڈز میں من پسند تبدیلیاں کر سکیں گے اور اس تحریک سے ادویہ کی صنعت میں بھی انقلاب آئے گا۔

ٹرانس ہیومن ازم کی عالمگیر تحریک کو ایچ پلس (H+) یعنی ہیومنز پلس بھی کہا جاتا ہے۔ یہ تیزی سے پھیل رہی ہے۔ بعض مذاہب کے کچھ لوگ اس دوڑ میں شامل ہیں۔ انہوں نے مل کر ورلڈ وائڈ ایسوسی ایشن بنالی ہے جسے انسٹیٹیوٹ فار ایتھکس اینڈ ایمرجنگ ٹیکنالوجیز کا نام دیا ہے۔

---

* سائٹو پلازم (جیلی نما مائع جو خلیے کے اندر ہوتا ہے)

دنیا کے با اثر لوگ اور بڑے بڑے محقق اس تحریک اور ایسوسی ایشن میں شامل ہیں۔

قدرت نے کائنات کی تخلیق جس فطرت پر کی ہے، اس میں ربط ہے۔ سماوات، ارض، نباتات، جمادات، حیوانات، حشرات، جنات، ملائکہ اور نوعِ آدم کے درمیان رشتہ فطری قوانین پر استوار ہے۔ زمین، وادیوں، پہاڑوں، میدانوں اور ریگستانوں کی ساخت اور سمندر کے طبقات یوں ہی نہیں بنے بلکہ ہر ذرّے کی مخصوص مقام پر موجودگی مربوط حکمت عملی کے تحت ہے۔ جو ذرّہ جس مقام پر ہے، اس کے اندر ماحول کی ساری چیزوں کے خواص ہیں ورنہ دیگر اشیا سے ہم آہنگی نہیں ہوگی اور وہ وہاں نہیں رہ سکے گا۔

ہر ذرّہ کثیر الجہت صلاحیتوں سے معمور ہے۔ ذرّات کی یکجائی سے آدمی، پہاڑ، شیر، عقاب، درخت وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں اور ذرّات بکھرنے سے غائب ہو جاتے ہیں۔ فہم کے صعودی ارتقا کے لئے فطرت میں ہر چیز موجود ہے۔ صعودی ارتقا سے مراد فہم کا illusion، گمان اور سراب سے نکل کر تخلیقی فارمولوں سے واقف ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر خلیفہ (نائب) بنایا ہے اور احسنِ تقویم سے متصف* کیا ہے۔ زمین و آسمان میں جتنی مخلوقات ہیں، سب سے زیادہ صلاحیتیں یعنی وہ تمام صفات عطا کی ہیں جو نائب کو دی جاتی ہیں۔ اگر محقق عقاب کی نگاہ سے متاثر ہیں تو انسان اس سے لاشمار گنا زیادہ بصارت اور بصیرت رکھتا ہے۔ وہ ٹائم اور اسپیس کا علم سیکھ کر ماضی میں داخل ہو سکتا ہے، مستقبل کو دیکھ سکتا ہے، لہروں کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتا ہے، کسی بھی شے کو منتقل کر سکتا ہے اور ایک سے زیادہ جگہ پر ظاہر ہو سکتا ہے۔

یہ باتیں انہونی نہیں ہیں۔ نیند کی دنیا میں روز ان کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ ہم یہاں سوتے ہیں۔ ایک جسم بستر پر ہوتا ہے اور دوسرا لوگوں سے ملتا ہے، کھاتا پیتا ہے، خوش اور ناراض ہوتا ہے، زمین و آسمان کی سیر کرتا ہے اور آنکھ کھلتے ہی خود کو بستر پر موجود دیکھتا ہے۔ جاگنے کے بعد نیند میں گزری ہوئی زندگی سے انکار نہیں کرتا بلکہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ میں ہی تھا۔

ٹرانس ہیومن ازم کے نظریے سے متاثر محقق ایسے لوگ بنانا چاہتے ہیں جو کثیر الجہت صلاحیتوں کے حامل ہوں اور ان سے ہر کام لیا جا سکے۔ کیسی ستم ظریفی اور جہالت ہے کہ جو چیز

---

* متصف (صفت رکھنے والا)

ہمارے پاس ہے، ہم اس سے ناواقف ہیں اور اس صلاحیت کو قدرت کی تخلیق میں بگاڑ پیدا کرکے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے،

”ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر تخلیق کیا ہے۔ پس وہ اسفل سافلین میں پڑا ہوا ہے۔“
(التین: ۴۔۵)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی جو ساخت بنائی ہے، اس سے بہترین ساخت انسان کی نہیں ہو سکتی۔ انسان صرف مٹی کا وجود نہیں، مٹی کا لباس اس کے وجود کا محض ایک حصہ ہے۔ قدرت نے انسانی ساخت میں وہ تمام پہلو رکھ دیئے ہیں جو کائنات کو تسخیر کرکے فی الارض خلیفہ کے منصب سے واقف ہونے کے لئے ضروری ہیں۔

محقق ٹرانس ہیومن ازم کے عمل سے جو کچھ حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں، اس سے ہزاروں، لاکھوں گنا زیادہ عظیم الشان صلاحیتیں قدرت نے ہمارے اندر رکھی ہیں اور ان کا علم حاصل کرنے کے لئے ذوق عطا کیا ہے۔

عظیم روحانی سائنس دان ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ نے ایک مکتوب میں تحریر کیا ہے،

”یہ ذوق ہی انسان کے اندر بستا ہے۔ ورنہ انسان خلا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے، 'میں نے انسان کو بجنی مٹی سے بنایا ہے۔' یہاں مٹی کی نیچر (فطرت Nature) بیان کی گئی ہے جو 'خلا' ہے۔ اب یہ بات تمہارے لئے سمجھنا بہت آسان ہے کہ ذوق میں نہ وزن ہوتا ہے، نہ ذوق کے لئے فاصلہ کوئی معنی رکھتا ہے، نہ ذوق زمین و آسمان کی حدود کا پابند ہے، نہ اسے وقت پابند بنا سکتا ہے۔ یہی ذوق چلتا پھرتا ہے۔ یہ بات ضرور ہے کہ انسان اس سے، اس وقت تک متعارف نہیں ہوتا جب تک اس سے تعارف حاصل نہ کرے۔ جب تعارف حاصل کرلیتا ہے تو اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہی ذوق انسان ہے۔ یہ پوری کائنات میں آزاد ہے، فرشتوں کا سربراہ ہے، اللہ کی بہترین صنعت ہے اور کائنات میں اللہ کا نائب ہے۔ نہ وہ پیروں سے چلنے اور ہاتھوں سے پکڑنے کا پابند ہے۔ نہ وہ آنکھوں سے دیکھنے اور کانوں سے سننے کا محتاج ہے۔ یہ ساری خرافات انسان نے آپ ہی تخلیق کی ہیں اور آپ ہی ڈھول بجاتا پھرتا ہے کہ 'ہائے میں تو بالکل مجبور ہوں'۔ تم یہ سوچو گے کہ کتنے ہی آدمی جو اللہ تعالیٰ سے تعارف حاصل کرسکے، وہ تو بہر صورت آزاد نہیں ہیں انہیں ہر معاملہ میں آزاد ہونا چاہئے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ آزاد ہیں مگر ساتھ ہی وہ نوعِ انسانی کے معاشرے کی رسّی میں بندھے ہوئے ہیں۔ ہر دور میں اس ہی کمزوری نے ایسے لوگوں کی آزادی کو ادھورا

رکھا ہے۔ جس کا نام زید ہے، وہ اس ہی ذوق کا پیٹرن (طرز) ہے۔ کوئی پیٹرن ساکت وصامت پنجرہ نہیں بلکہ بولتا، چلتا پھرتا، کھاتا پیتا، سوچتا سمجھتا انسان ہے۔ فرش سے عرش تک اس کا ایک قدم ہے۔ سوئی کا روزن اور آسمانوں کی کھلی فضا، ایک ستارہ سے دوسرے ستارے تک کا فاصلہ اس کے لئے ایک ہی معنی رکھتا ہے۔ وہ نہ کہیں رکتا ہے، نہ کھٹکتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ وہ خود کو جانتا نہیں کہ میں کیا ہوں اور کائنات کیا ہے۔ خاتم النبیین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نوعِ انسانی پر یہ سب سے بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ان تمام رازوں کو واشگاف کر کے رکھ دیا۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ سب راز انہوں نے از خود منکشف کر دیئے تھے بلکہ ان پر اللہ نے کھولے جن کو من وعن انہوں نے قرآن کی صورت میں ریکارڈ کرا دیا۔ انہوں نے ساری زندگی کی جفاکشی سہہ کر اس امانت کو نوعِ انسانی کے حوالے کیا۔ نوعِ انسانی نے جو قدر کی ہے، وہ ظاہر ہے۔" (کتاب: تذکرہ قلندر بابا اولیاؒ)

پیغمبران کرام علیہم السلام کے معجزات اور ان کے روحانی علوم کے وارث اولیاء اللہ کی کرامات انسان کو عطا کی گئی صلاحیتوں کا اظہار ہیں۔ دنیا میں جتنے علوم ہیں، سب کی ابتدا مختلف زمانوں میں انبیائے کرام علیہم السلام کے دور میں ہوئی۔

مادہ پرست محققین اور عام لوگوں نے جب انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات سے منہ موڑا تو اسفل سافلین میں جا گرے۔ اسفل سافلین میں رہنے والے شخص کے سننے، دیکھنے، سمجھنے اور محسوس کرنے کی رفتار جانوروں اور پرندوں سے بہت کم ہے، وہ اپنے اندر موجود انسان کو تلاش کرنے کے بجائے اسفل ذہن کے تابع ہو کر اپنا موازنہ نوعِ حیوانات سے کرتا ہے اور ان کی طرح سننا اور دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کو وہ ترقی سمجھتا ہے اور اسی کی بنیاد پر اس نے ٹرانس ہیومن ازم کے شعبے کی بنیاد رکھی ہے۔ نافرمان لوگ اور گم گشتہ قوموں کی تاریخ ایک ہی پیغام دیتی ہے کہ قدرت کے نظام میں مداخلت کا نتیجہ تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ بزرگ فرماتے ہیں،

"شعوری اور فکری ارتقا کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی سوچ اور تحقیق کا رخ باطنی زندگی کے ہمہ جہت پہلوؤں کو جاننے پر مرتکز کر دے تاکہ اس پر کائنات کے عظیم الشان حقائق منکشف ہوں اور وہ اپنی تخلیق سے واقف ہو سکے مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس نے اپنی تباہی کا ہی انتخاب کیا ہے۔"

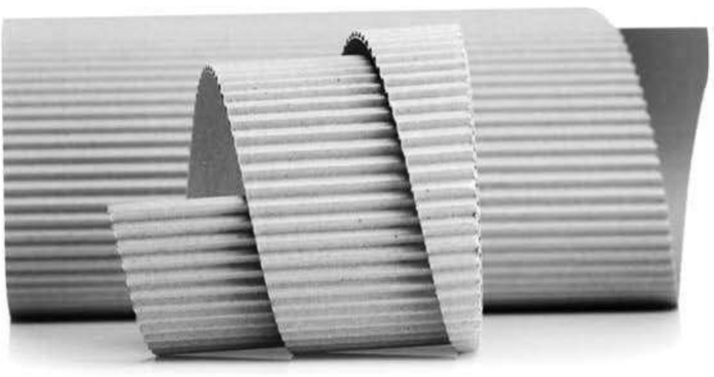

Manufacturer of
Liner & Floating Paper

PRIME PACK INDUSTRIES

C-21, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880627
Fax: 022-3880381

نیّر اعظم

عقل مند مکھی

آپ نے تیلاپیا مچھلی کا نام سنا ہو گا۔ اس کو اردو میں چڑا مچھلی کہتے ہیں۔ یہ تازہ پانی کے ذخیرے میں پائی جاتی ہے۔ اس کو افزائش اور نشوونما کے لئے گھریلو مکھی کے لاروے کھلائے جاتے ہیں۔

گھروں میں پائی جانے والی مکھی (ہاؤس فلائی) کا تصور ذہن میں آتے ہی بیماریوں اور انفیکشن کا خیال آتا ہے مگر ان مقامات کا خیال نہیں آتا جہاں یہ پیدا ہوتی ہیں۔ ہے نا تعجب کی بات؟

لوگ ناک پر مکھی بیٹھنے نہیں دیتے اور نہ گھر میں ان کی آمد پسند کرتے ہیں لیکن مکھیوں کو کب اجازت کی ضرورت ہے، وہ نہ جانے کہاں کہاں سے آکر دروازے اور کھڑکی کے قریب بیٹھ جاتی ہیں اور گھر میں داخل ہونے کی منتظر رہتی ہیں — دروازہ کھلتا ہے اور مکھی مع اہل و عیال اندر آموجود ہوتی ہے۔ دیدہ دلیری دیکھئے کہ ایک تو بن بلائی مہمان، اوپر سے گھر کی ہر شے اور جگہ پر شراکت کی خواہش۔ لاکھ ہٹانے کی کوشش کی جائے، تنگ آکر آپ وہاں سے ہٹ جاتے ہیں، مکھی نہیں ہٹتی۔

ننھی مکھی دلیر اور آدمیوں سے زیادہ سمجھ دار معلوم ہوتی ہے۔ اپنے سے ہزاروں گنا بڑے آدمی کو خاطر میں اس لئے نہیں لاتی کہ وہ خود کو دیکھتی ہے، آدمی کو نہیں دیکھتی۔ اگر وہ آدمی کو دیکھے تو قد و قامت اور طاقت سے ڈر جائے اور اس پر بیٹھنے کی کوشش نہ کرے لیکن مکھی عقل مند ہے۔ وہ آدمی کو دیکھتے ہوئے بھی اپنے آپ کو دیکھتی ہے اس لئے اسے آدمی نظر نہیں آتا، اپنے اوصاف نظر آتے ہیں۔ اس کو معلوم ہے کہ جتنی دیر میں اسے بھگانے یا مارنے کی کوشش کی جائے گی، وہ جگہ بدل چکی ہو گی۔ مکھی کی ہٹ دھرمی دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ پانچ چھ فٹ کا آدمی اسے اپنے برابر یا اپنے سے کم نظر آتا ہے۔

مضمون لکھتے ہوئے اندازہ ہوا کہ ننھی مخلوق مکھی کے بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اور مکھی کے بارے میں آپ کتنا جانتے ہیں، مضمون پڑھ کر اندازہ ہو جائے گا۔

بالغ مکھی چھ سے سات ملی میٹر جسامت رکھتی ہے ۔ پروں کی لمبائی 13 سے 15 ملی میٹر تک ہے۔ پر جسم سے بڑے ہیں اور اڑان کے دوران توازن قائم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ محققین کے مطابق مکھی ایک سیکنڈ میں دو سو سے تین سو مرتبہ پر پھڑ پھڑاتی ہے۔

اگر آپ کو قریب بیٹھی مکھی کی صنف معلوم کرنی ہو تو غور سے دیکھیں کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں کتنا فاصلہ ہے۔ اگر فاصلہ اتنا کم ہو کہ آنکھیں تقریباً ملی ہوئی نظر آئیں تو یہ نر مکھی ہے اور اگر آنکھوں میں فاصلہ اتنا واضح ہے یعنی دونوں آنکھیں ایک دوسرے سے نہیں ملتیں تو سمجھ جائیں کہ یہ مادہ مکھی ہے۔ تجربے سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ آپ کی نظر کتنی تیز ہے جس نے مکھی کی آنکھوں کے درمیان فاصلے کی پیائش کرلی۔

کہتے ہیں کہ مکھی کی آنکھ آدمی (انسان نہیں) کی آنکھ سے سات گنا زیادہ دیکھتی ہے۔ بصارت تیز ہے پھر سماعت اور محسوس کرنے کی حس بھی تیز ہو گی کہ سنے اور محسوس کئے بغیر فرد دیکھ نہیں سکتا۔ ماہرینِ حشرات کے مطابق یہی وجہ ہے کہ جب ہم ہاتھ ہلا کر مکھی کو بھگاتے ہیں تو اسے ہمارا ہاتھ slow motion میں نظر آتا ہے اور مارنے کی کوشش ناکام ہو جاتی ہے۔

مکھی کے منہ کے آگے کا حصہ نلکی (straw) جیسا ہے جس کا ایک سرا اسفنج نما ہے۔ نلکی کے ذریعے مکھی مائع اشیا پیتی ہے اور لعاب کی مدد سے سخت اشیا کو نرم کرتی ہے۔ ہمیں زبان میں ٹشوز کے ذریعے ذائقے کا پتہ چلتا ہے، بتایا جاتا ہے کہ مکھی کے پیروں میں ایسی حسیات ہیں جن کے ذریعے وہ ذائقہ معلوم کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکھی پہلے تھوڑی چہل قدمی کرتی ہے، اس دوران میں چند لمحے ساکت ہوتی ہے جیسے شے کی خوش بو بدبو کا تجزیہ کر رہی ہو۔ کسی نتیجے پر پہنچنے کے بعد تیزی سے پر ہلاتی ہے۔ ذائقہ پسند آئے تو کھاتی ہے ورنہ دوسری چیز کی جانب بڑھ جاتی ہے۔

مکھی جب تک زندہ رہتی ہے، پانچ سے چھ مرتبہ انڈے دیتی ہے اور انڈے بھی کتنے؟ ایک دفعہ میں 75 سے 150 تک۔ سڑی ہوئی سبزیاں اور گوشت، خراب پھل اور میٹھی اشیا، کوڑے کا ڈھیر اور آلودہ پانی مکھی کے میٹرنٹی ہوم ہیں۔ ایسی ویڈیوز موجود ہیں جن میں مکھیوں کو کھانے کی اشیا پر انڈے دیتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔

تحقیق و تلاش (سائنس) کے مطابق انڈوں میں سے 24 گھنٹے کے اندر لاروا کی شکل میں بچے نکلتے ہیں۔ دو سے چار ہفتوں میں لاروا پیوپا کی شکل اختیار کرتا ہے۔ پیوپا سے مکھی بننے میں دو سے چھ دن یا سردیوں میں بیس یا زیادہ دن لگتے ہیں۔ پھر پیوپا کے اندر سے بالغ مکھی نکلتی ہے۔ بالغ مکھی کی عمر دو ہفتوں سے ایک ماہ تک ہوتی ہے۔

گندگی میں وقت گزارنے کی وجہ سے اس کے پیروں میں بیماریوں کے جراثیم ہوتے ہیں۔ جب یہ ہماری غذا پر بیٹھتی ہے تو جراثیم منتقل ہوتے ہیں اور بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔ بیماریوں سے بچنے کے لئے نئی نئی دوائیں ایجاد ہوتی ہیں۔

ترقی یافتہ ممالک میں صفائی کا خیال رکھا جاتا ہے اس لئے مکھیوں کی تعداد وہاں محدود ہے۔ ترقی پذیر ممالک کا حال ہمارے سامنے ہے۔ کتنے لوگ صفائی کا خیال رکھتے ہیں، ماحول کو صاف رکھتے ہیں یا کوڑا کرکٹ پھیلانے کا سبب بنتے ہیں، یہ ڈھکی چھپی بات نہیں۔ تربیت کا یہ حال ہے کہ بچہ ہو یا بڑا، جو جہاں کھاتا ہے، وہیں چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ یہ عمل بچوں نے بڑوں سے سیکھا ہے۔ واضح رہے کہ بات عمومی ہو رہی ہے۔ معاشرے میں مہذب اور صفائی پسند لوگ موجود ہیں لیکن محسوس ہوتا ہے کہ ان کی تعداد کم ہے۔

اس دنیا میں ہر شے کسی نہ کسی شے کی خوراک ہے۔ گوشت خور جانور دیگر جانوروں کو کھاتے ہیں جب کہ سبزہ خور سبزی، اناج اور پھل کھاتے ہیں اور ان دونوں کی باقیات سے پیڑ پودے اپنی غذائی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ مکھی گندگی کھاتی ہے اور کئی دوسرے حشرات اور جانور مکھی کا لاروا شوق سے کھاتے ہیں۔

آپ نے تیلاپیا مچھلی کا نام سنا ہوگا۔ اس کو اردو میں چڑا مچھلی کہتے ہیں۔ یہ تازہ پانی کے ذخیرے میں پائی جاتی ہے۔ اس کو افزائش اور نشو و نما کے لئے گھریلو مکھی کے لاروے کھلائے جاتے ہیں۔ لاروے کے حصول کے لئے ایسی جگہیں یا فارم ہاؤس بنائے گئے ہیں جہاں مکھیوں کی نشو و نما کی جاتی ہے اور لاروے فروخت کئے جاتے ہیں۔

مکھی متعفن مقامات پر پیدا ہوتی ہے، بدبودار چیزوں پر بیٹھتی ہے اور جراثیم پھیلاتی ہے تاہم محققین کہتے ہیں کہ اس کے فوائد بھی ہیں اور وہ اس پر تجربات میں مصروف ہیں۔ 2017ء میں شائع کی گئی تحقیق کے مطابق مکھیاں نہ صرف گندگی کے خاتمے کا ایک ذریعہ ہیں بلکہ یہ کئی

جانداروں کی غذا ہیں۔ اس تحقیق میں ڈیری فارم کے جانوروں کا گوبر مکھیوں کے لاروے کی غذا کے لئے استعمال کیا گیا اور بتایا گیا کہ لاروؤں میں موجود پروٹین کو چوپایوں کے چارے میں ملانے اور کھیتی باڑی میں استعمال کرنے سے کافی فوائد حاصل ہوسکتے ہیں۔

مکھی کو گھروں کے علاوہ ادب میں بھی جگہ ملی۔ لاطینی زبان کی ایک حکایت ہے کہ مکھی بگھی کے پہیّے کے لوہے پر بیٹھ کر کہتی ہے کہ میری وجہ سے کتنی مٹی اڑ رہی ہے۔ اس حکایت پر انگریزی زبان میں محاورہ The fly on the chariot wheel ہے — ایسا فرد جو خود کو بہت اہم سمجھے جب کہ اس کی اہمیت نہ ہو۔ اردو میں محاورہ "ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دینا" مغرور اور انا پرست شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

مکھی کو مصوروں نے تصاویر میں استعاروں کے طور پر استعمال کیا ہے اور نظمیں لکھی ہیں۔ ایک مشہور نظم "The Fly" ہے جو اٹھارویں صدی کے برطانوی شاعر ولیم بلیک نے لکھی۔ ولیم بلیک نے اپنی زندگی اور موت کا موازنہ مکھی سے کیا جسے اس نے غیر ارادی طور پر مار دیا تھا اور اس عمل پر ناخوش تھا۔ مکھی کے مرتے ہی شعور نے اسے زندگی کی مدت کی طرف متوجہ کیا۔ اس نے نظم میں لوگوں کو پیغام دیا کہ موت کسی بھی وقت آسکتی ہے اس لئے پریشان ہونا چھوڑ دو اور جو وقت میسر ہے، ہنسی خوشی بسر کرو۔

صوفی شاعر سرمدؔ کاشانی نے مکھی اور پروانے کی مثال سے عشق کو بیان کیا ہے۔

سرمد غمِ عشق بوالہوس را نہ دہند
سوزِ دلِ پروانہ مگس را نہ دہند

سرمدؔ! عشق کا غم ہوس کے ماروں کو نہیں ملتا۔ دل کا سوز پروانے کی پہچان ہے، مکھیوں کو نہیں دیا گیا۔ پروانہ خود کو مٹا دیتا ہے لیکن مکھی جان بچانے کی فکر میں رہتی ہے جو ایک روز جانی ہے۔

مکڑے اور مکھی پر شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؒ نے بھی خوب لکھا ہے،

اک دن کسی مکھی سے یہ کہنے لگا مکڑا
اس راہ سے ہوتا ہے گزر روز تمہارا
لیکن مری کٹیا کی نہ جاگی کبھی قسمت
بھولے سے کبھی تم نے یہاں پاؤں نہ رکھا
غیروں سے نہ ملیے تو کوئی بات نہیں ہے
اپنوں سے مگر چاہیے یوں کھنچ کے نہ رہنا
آؤ جو مرے گھر میں تو عزت ہے یہ میری
وہ سامنے سیڑھی ہے جو منظور ہو آنا

مکھی نے سنی بات جو مکڑے کی تو بولی
حضرت کسی نادان کو دیجے گا یہ دھوکا
اس جال میں مکھی کبھی آنے کی نہیں ہے
جو آپ کی سیڑھی پہ چڑھا پھر نہیں اترا
مکڑے نے کہا واہ فریبی مجھے سمجھے
تم سا کوئی نادان زمانے میں نہ ہوگا
منظور تمہاری مجھے خاطر تھی وگرنہ
کچھ فائدہ اپنا تو مرا اس میں نہیں تھا
اڑتی ہوئی آئی ہو خدا جانے کہاں سے
ٹھہرو جو مرے گھر میں تو ہے اس میں برا کیا
اس گھر میں کئی تم کو دکھانے کی ہیں چیزیں
باہر سے نظر آتا ہے چھوٹی سی یہ کٹیا
لٹکے ہوئے دروازوں پہ باریک ہیں پردے
دیواروں کو آئینوں سے ہے میں نے سجایا
مہمانوں کے آرام کو حاضر ہیں بچھونے
ہر شخص کو ساماں یہ میسر نہیں ہوتا
مکھی نے کہا خیر یہ سب ٹھیک ہے لیکن
میں آپ کے گھر آؤں یہ امید نہ رکھنا
ان نرم بچھونوں سے خدا مجھ کو بچائے
سو جائے کوئی ان پہ تو پھر اٹھ نہیں سکتا

مکھیوں سے ناواقف لوگ ان کو ناکارہ مخلوق سمجھتے ہیں جن کا کام گندگی پھیلانا ہے جب کہ مکھیوں کی وجہ سے کاروبار اور فیکٹریاں چل رہی ہیں، لوگ نوکریاں کر رہے ہیں، دکانوں پر اشیا

افریقا میں پائی جانے والی سوسو مکھی (Tsetse fly) خطرناک مکھیوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کے انفیکشن سے بچاؤ کے لئے دوا نہیں ہے۔ یہ گہرے اور شوخ رنگوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے اس لئے بچاؤ کا طریقہ یہی ہے کہ ہلکے رنگ کا لباس پہنا جائے۔

فروخت ہو رہی ہیں، میڈیا پر اشتہار چل رہے ہیں کہ مکھیوں کو خود سے دور کیسے رکھا جائے۔ اب تو الیکٹرانک ریکٹ بن گئے ہیں جو مکھی مار کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ نوعِ آدم کو مکھی کا شکر گزار ہونا چاہئے جس کی وجہ سے ان کا کاروبار اور صنعتیں چل رہی ہیں۔

آدمی مکھی کو کتنا کمزور کیوں نہ سمجھے لیکن سچ یہ ہے کہ جو فرد دوسروں سے توقعات رکھتا ہے اور اپنی صلاحیت سے واقف نہیں، مکھی اس فرد سے بہتر ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے،

"لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے، غور سے سنو۔ اللہ کو چھوڑ کر تم جن کو پکارتے ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ مدد چاہنے والے بھی کمزور اور جن سے مدد چاہی جاتی ہے وہ بھی کمزور۔" (الحج: ۷۳)

کوڑے کا آگ سے کیا رشتہ ــــ؟

ہم جب کوڑے کے ڈھیر میں آگ لگاتے ہیں تو وہ جلنے لگتا ہے اور اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ کوڑے کا آگ سے کیا رشتہ ؟ اسی کوڑے سے آگ نکلتی ہے جہاں ایک سیکنڈ پہلے آگ کا نشان موجود نہیں تھا۔ وہ ایک الگ بات ہے کہ کوڑا آخر میں راکھ بن جاتا ہے مگر یہ بات سمجھنے کی ہے کہ لال شعلے جو کوڑے میں سے نکلے تھے، وہ کہاں سے آئے اور کہاں گئے ؟ حالاں کہ کوڑے سے لال شعلوں کا اور جلنے کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔

جس چنگاری سے آگ کی ابتدا ہوئی، وہ تو صرف ایک چنگاری تھی۔ اس کی حیثیت چنگاری سے زیادہ ہرگز نہیں تھی مگر دیکھنے والی آنکھ اسے بڑھتی ہوئی آگ کی شکل میں دیکھتی ہے اور شعلوں پر شعلوں کا احساس ہوتا ہے۔ کبھی کبھار آبادیاں، بستیاں بھی جل جاتی ہیں اور ہمیں راکھ کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ حقیقت میں یہ تمام شعلے اسپیس سے آئے تھے اور اسپیس میں گم ہو گئے۔

ہم کسی چیز کے ڈائی مینشن اسپیس میں دیکھتے ہیں یعنی کہ لمبائی، چوڑائی اور موٹائی ـــ اور کبھی یہ سوچنے کی تکلیف نہیں کرتے کہ یہ سب کیسے نظر آتا ہے؟ آپ ذرا تھری ڈائی مینشن فلم کے اوپر سوچیں۔ اس فلم میں کچھ گہرائی نہیں مگر آپ کی آنکھوں پر جو چشمے لگے ہوئے ہیں، اس میں گہرائی موجود ہے جو آپ کو نظر آتی ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ دیوار کی لمبائی، موٹائی اور چوڑائی سب آپ کے سامنے موجود ہیں۔

اگر ہم اس فلم سے گہرائی نکال لیں تو صرف تصویر رہ جاتی ہے اور تصویر کو مائیکروفلم میں تبدیل کر دیں تو صرف ایک ذرّہ رہ جائے گا ـــ اور ذرّے کے ٹکڑے کر دیں تو ذرّے کے ہر ٹکڑے میں وہ تمام خوبیاں موجود ہوں گی مگر ٹکڑے ہونے سے اور چھوٹا ہونے سے ایک وقت ایسا آئے گا کہ ٹکڑے کا ہر حصہ آپ کی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے گا۔ تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ ذرّہ کی ہستی مٹ گئی؟ ہرگز نہیں۔

میں یہ بات کسی طرح بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ وہ ذرّہ موجود نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ذرّہ میرا دیکھا ہوا ہے اور میرے ذہن کے پردے پر موجود ہے۔ حالاں کہ وہ ہمیں نظر نہیں آتا مگر ہم اس کی ہستی سے انکار نہیں کرسکتے۔ (کتاب: قدرت کی اسپیس)

محمد عدنان خان

پورب کے ہم زاد

رنگ و چمن، عروج و زوال، عشق و مستی اور فنا و بقا کے رنگوں سے معمور صدیوں پر محیط داستان جس کی مکانیت تبت کی فلک بوس چوٹیوں سے لے کر ٹیکسلا کی سرسبز وادیوں تک پھیلی ہوئی ہے۔

ردا کو ٹیکسلا میں صدیوں پرانے کشان دورِ حکومت کا شہزادہ ملا جو اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ شہزادے سے دور رکھنے کے لئے مکروہ صورت بوڑھا بجر ولال سامنے آیا اور ردا کی پریشانیوں کا آغاز ہوا۔ ایک بزرگ نے ردا کو بتایا کہ شہزادے کے ہم زاد کو شیطانی چیلوں سے آزاد کروانے کے لئے تمہارا انتخاب ہوا ہے۔ ردا ایک حادثے میں کوما میں چلی گئی۔ اسپتال میں اس کے اندر سے روشنی کا پرت نکلا اور ماضی میں سفر کرتے ہوئے ہزاروں سال پہلے کے تبت میں لے گیا جہاں پہاڑی عبادت گاہ اس کا نیا مسکن تھی۔ ردا سے پہلے عبادت گاہ میں بزرگ خاتون رہتی تھیں جو ان دنوں شہزادے کے علاج کے لئے محل گئی ہوئی تھیں۔ علاقے کی شیطانی قوتوں کو ردا کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے مشکلات کھڑی کیں لیکن قدرت ردا کی حفاظت کر رہی تھی۔ محل سے واپس آکر بزرگ خاتون نے جوبی پہاڑ پر رہنے کے بجائے تبت کے اس علاقے کا رخ کیا جہاں ان کے استاد مقیم تھے۔ شہزادہ سلطنت چھوڑ کر ان کی تلاش میں نکلا۔ اس دوران میں بادشاہ کنذل کڈ فیزز کے بھائی راجا پدل نے لچھاوی کے ساتھ مل کر تخت پر قبضہ کر لیا اور شہزادے اور بزرگ خاتون کو جان سے مارنے کے لئے سپاہی روانہ کئے۔ دونوں محفوظ رہے۔ بزرگ خاتون نالندہ یونیورسٹی چلی گئیں، شہزادہ نے علاقے میں ان کی غیر حاضری محسوس کی تو انجانی سمت چل پڑا۔

بوڑھے جادوگر کے گلے میں تسبیح طوق کی مانند اسے بے بس کئے ہوئے تھی اور وہ بے دام غلام کی طرح ہماری مدد کرنے پر مجبور تھا۔ میرے نزدیک پہنچنے پر اس نے سکون کا سانس لیا کہ سانپ کی پہرے داری سے نجات ملی۔

وہ گیتی کو دیکھتے ہی بولا، مجھے کاہو کی موت کا دکھ ہے۔ ہم نے کئی مرتبہ ساتھ کام کیا ہے۔

گیتی محض سر ہلا کر رہ گئی۔ طالام نے کپڑے میں لپٹی ہوئی کوئی شے روٹی کی تھیلی میں ڈالی تو بوڑھا جادوگر خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا، کیا لچھاوی کا بیٹا دندان مارا گیا؟

گیتی غصے سے بولی، ہاں! لچھاوی کو اب پتہ چلے

گا کہ اپنوں کے مرنے کا درد کیا ہوتا ہے۔

بوڑھا بدستور خوفزدہ لہجے میں بولا، ہم اس وقت چوٹ کھائے ہوئے اژدھے کے بل میں ہیں۔ وہ ہمیں لقمۂ تر کی طرح نگل جائے گا اس لئے گورکھا سے فوراً نکلنا ہوگا۔

میں اس کی کیفیت نظر انداز کرتے ہوئے اٹل لہجے میں بولی، مجھے ہم زادوں والے غار کا راستہ سمجھا دو اور ان لوگوں کو لے کر دریائے دراوندی کی دوسری جانب ناک (ناشپاتی) کے جنگل کی سرحد پر چلے جاؤ۔ کل تک میرا انتظار کرنا، اگر میں نہ آؤں تو طالام کو اجازت دیتی ہوں کہ وہ گردن سے تسبیح اتار کر تمہیں آزاد کر دے۔ اس سے پہلے وہ دریا میں نہائے گا پھر تسبیح تمہارے گلے سے اتار کر اپنے گلے میں ڈال لے گا۔

سب خاموشی سے مجھے دیکھ رہے تھے کہ میں موت کو گلے لگانے کا قصد کر رہی ہوں۔

گیتی نے روکنے کی کوشش کی تو میں نے سمجھایا کہ اب جو کام ہے، وہ صرف میرے کرنے کا ہے۔ تم لوگ اپنی زندگی خطرے میں نہ ڈالو۔

بوڑھا جادوگر خاصا متاثر دکھائی دے رہا تھا۔ بہرحال اس نے وعدہ کیا کہ وہ گیتی اور طالام کو گورکھا سے بحفاظت مقرر جگہ تک لے جائے گا اور کل تک میرا انتظار کرے گا۔

پہرہ دار سرپ پندورا عصا پر واپس آچکا تھا۔

تینوں افراد یعنی جادوگر، گیتی اور طالام گورکھا سے روانہ ہوئے تو میں نے بوڑھے کے بتائے ہوئے راستے کی سمت قدم بڑھا دیئے۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی تلاوت کرتے ہوئے میں تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی۔ جگہ جگہ سیاہ ذرّات کا بھنور بنتا اور میرے پھونکنے پر تحلیل ہو جاتا۔ لگ بھگ ایک گھنٹے کی چڑھائی کے بعد متوازی زمین نظر آئی۔ کچھ دیر مزید چلنے پر پھر چڑھائی تھی۔ ساتھ ہی غار کے آثار دکھائی دینے لگے۔ تنگ دہانے کو چپٹے پہاڑی پتھر کی مدد سے بند کیا گیا تھا جسے سرکانا مشکل کام نہ تھا۔

عصا میں ارتعاش محسوس ہونا شروع ہوا۔ میں نے دہانے کے پتھر پر دم کیا تو وہ آسانی سے سرک گیا۔ اندر سے سیلن زدہ ہوا کا گرم بھپکا باہر آیا جب کہ سرنگ میں کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ساتھ ہی کئی سرد لہریں ریڑھ کی ہڈی میں سے گزرتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ وحشت کا سماں تھا، طبیعت اندر جانے سے گریزاں تھی۔ یہاں تک پہنچ کر پلٹنا ممکن نہیں تھا۔ ہمت کر کے غار نما

سرنگ میں قدم رکھ دیئے۔

اندر گھپ اندھیرا اور ناگوار بدبو تھی جس سے طبیعت خراب ہونے لگی۔ نظریں اندھیرے پر جمی ہوئی تھیں۔ عصا کی مدد سے راستہ ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھ رہی تھی۔ جیسے جیسے قدم آگے اٹھ رہے تھے، راستہ تنگ محسوس ہورہا تھا۔ پھر زوردار گھڑگھڑاہٹ کے ساتھ سرنگ کا دہانہ بند ہوگیا اور میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ میں جتنا خوف سے خود کو بچارہی تھی، وہ اتنا ہی مجھ پر سوار ہورہا تھا۔ دل چاہا کہ پلٹ کر بھاگ جاؤں مگر یہ بزدلانہ فعل مجھے قبول نہیں تھا۔

تنگ راستے سے گزر کر وسیع و عریض ہال نما غار میں پہنچی ۔ یہاں کچھ روشنی تھی۔ نظریں جمانے پر دھوئیں کے سفید مرغولے دکھائی دینے لگے، مجھ پر ہیبت طاری تھی۔ زبان پر آیۃ الکرسی جاری ہوگئی ۔ بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا تو دھوئیں کے سفید ہیولوں میں طوفان بپا ہوگیا اور دیکھتے دیکھتے مرغولے آدمیوں میں تبدیل ہو گئے جن کے چہروں پر اضطراب تھا۔ وہ سراسیمہ نظروں سے مجھے گھور رہے تھے جیسے میں نے آرام میں خلل ڈال کر انہیں پریشان کر دیا ہو۔ آیۃ الکرسی کی تلاوت سن کر چہروں پر سکون کی لہریں دیکھیں مگر وہ مجھے لچھاوی کا کارندہ سمجھ رہے تھے کیوں کہ اس جگہ کسی اور کا آنا بظاہر ناممکن تھا۔

آنکھیں دیکھ کر محسوس ہوا کہ خیال کی ایک رَو سب کے دماغوں میں بیک وقت دَور کر رہی ہے۔ وہ مجھ پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ مجھے سانس اکھڑتا محسوس ہوا۔ دہشت قدم جمارہی تھی کہ آواز سماعت میں داخل ہوئی —استقامت!

یہ ان بزرگ کی آواز تھی جو سفر کے آغاز سے میری راہ نمائی فرمارہے تھے ۔ آواز کیا تھی، یقین کا سمندر تھا جس کے غالب ہوتے ہی وحشت فنا ہوگئی۔ یقین نگاہ کا زاویہ بنا تو خوف کی اسپیس مغلوب ہوگئی اور غار میں قید ہم زاد مجبور و بے بس دکھائی دینے لگے۔ وہ جسم کی قید سے آزاد ہونے کے بعد بھی آزاد نہ تھے۔ جب میں نے خوف کی کیفیت کے زیر اثر ان کو دیکھا تو سب خوں خوار نظر آئے اور جیسے ہی میں خوف کے اثر سے نکلی، ان کے چہروں پر مظلومیت دیکھی۔ یہ مادی اور مفروضہ حواس کے زیر اثر وہ تغیر ہے جو دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ العنکبوت کی آیت 64 میں دنیا کو کھیل تماشے اور دل بہلانے کی جگہ قرار دیا ہے۔

احساس ہوا کہ میں اکیلی نہیں ہوں ۔عصا پر گرفت مضبوط کی تو ہم زاد جو آہستہ آہستہ میری جانب بڑھ رہے تھے، ٹھہر گئے ۔میں ان سے مخاطب ہوئی۔ دوستو! گھبراؤ نہیں، تمہیں قید سے آزادی دلانے آئی ہوں ۔کیا تم اپنے اصل ٹھکانے کی طرف لوٹنا چاہو گے؟

وہ کچھ نہ سمجھنے کی کیفیت میں اور بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ میں نے پھر کہا، تمہیں لچھاوی کی قید سے آزاد کرنے آئی ہوں۔

ایک طاقتور ہم زاد آگے بڑھ کر کھردرے لہجے میں بولا، لچھاوی کی طاقت عظیم ہے، ہم اس سے کیسے بغاوت کر سکتے ہیں؟

دراصل ان کا آزادی پر سے بھروسا اٹھ چکا تھا۔ میں پھر گویا ہوئی، اگر لچھاوی کی طاقت عظیم ہوتی تو کیا میں یہاں آسکتی تھی؟ طاقت صرف ایک ہستی کی ہے اور وہ ہم سب کا خالق اللہ ہے۔

وہ ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔

ایک نحیف ہم زاد آگے بڑھ کر لرزتی ہوئی آواز میں بولا ، میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ جو کچھ کہہ رہی ہیں، وہ ٹھیک ہے۔

اس کے الفاظ نے ہلچل پیدا کر دی۔ آزادی کی خواہش جو غار کے اندھیروں میں گم ہو گئی تھی، سر اٹھانے لگی۔ میرے کانوں میں سورۃ الدھر کی آیت کی گونج ہوئی،

”ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لئے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔“

(الدھر: ۲۔۳)

نورانی الفاظ کی تاثیر دل پر غالب ہوئی اور میں بلند آواز میں ٹھہر ٹھہر کر آیت پڑھنے لگی۔ سب غور سے سن رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں وہ میری آواز سے آواز ملا کر آیت پڑھنے لگے۔ غار الہامی کلمات سے گونج رہا تھا اور گونج میں اضافہ ہو رہا تھا۔ آیت میں یقین کی توانائی نے ان کے ذہن میں غلامی کے احساس کو ختم کر دیا تھا۔

غار روشن ہو رہا تھا، روشنی کہاں سے آرہی تھی — نظروں سے اوجھل تھا۔ پھر داخلی راستہ روشن ہوا تو میں نے اس طرف قدم بڑھا دیئے۔ سب نے تقلید کی۔ غار کا منہ جس چٹان سے بند تھا، اس پر مزید رکاوٹیں رکھ دی گئی تھیں گویا شیاطین آگاہ ہو چکے تھے کہ میں غار میں ہوں۔ جیسے ہی عصا کی ضرب چٹان پر پڑی ، وہ ذرّات میں تبدیل ہو کر ڈھے گیا۔ غار سے باہر سیاہ ذرّات

بگولوں کی طرح گھوم رہے تھے۔

ہماری زبان پر اب بھی سورۃ الدھر کی آیت کا ورد تھا۔ آواز میں ردھم تھا، تاثر تھا، رعب تھا جس نے سیاہ ذرّات کے بگولوں کو آگ میں تبدیل ہونے سے پہلے بکھیر دیا تھا۔

میں دیکھ رہی تھی کہ بگولوں کے فنا ہوتے ہی نورانی وجود ہم زادوں کو لے جانے کے لئے اتر رہے تھے اور پھر چند لمحوں میں گورکھا سے تمام ہم زاد اپنے وطن لوٹ گئے — میرا کام ہو چکا تھا۔

سورج غروب ہونے میں زیادہ وقت نہیں تھا۔ شیاطین انتقام کی آگ میں جھلس رہے تھے۔ ضروری تھا کہ جلد از جلد گورکھا سے نکل جاؤں۔ واپسی کے لئے قدم بڑھائے کہ بوڑھا جادوگر گورخر پر آتا دکھائی دیا۔ وہ زخمی تھا۔ قریب پہنچ کر گورخر سے اترا اور اس کی لگام میرے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولا، یہ آپ کو گیتی تک پہنچا دے گا۔ اس علاقے سے فوراً نکل جائیں۔

تم یہاں کیوں آئے۔ کس نے زخمی کیا؟

وہ بولا، باتوں کا وقت نہیں ہے۔ گیتی اور طالام کو آپ کی ضرورت ہے، کہیں دیر نہ ہو جائے۔

گیتی کا خیال آتے ہی خطرے کا احساس ہوا۔ میں بوڑھے کو وعدے کے مطابق آزاد کرنے اور گلے سے تسبیح اتارنے کے لئے آگے بڑھی تو وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے بولا، کیا آپ مجھ سیاہ کار کو یہ تسبیح دے سکتی ہیں؟

وہ سر جھکائے رو رہا تھا۔ میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو لرزتے وجود کو قرار آ گیا۔ اس نے کہا، فوراً چلی جائیں۔ میں شیاطین کو آپ کے پیچھے آنے سے روکنے کی کوشش کروں گا۔

بوڑھے جادوگر کا دل بدل چکا تھا۔ بے شک ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ رحیم و کریم اور بے نیاز ہے۔ دل بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز تھا۔

گورخر عام گدھوں سے بڑے ہوتے ہیں۔ زیبرے کی مانند صحت مند اور توانا۔ گورخر پر سوار ہو کر اسے ایڑ لگائی تو وہ ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ ترائی کا راستہ طے کرتے ہوئے مہارت سے اتر رہا تھا۔ دریائے دراوندی تک پہنچنے میں ہمیں زیادہ وقت نہیں لگا۔ دریا کے دوسری طرف گیتی اور طالام کو سیاہ کتّوں نے گھیرا ہوا تھا۔ گورخر کی نظر ان پر پڑی تو پوری قوت سے دریا میں کود گیا۔

پہاڑی دریا زیادہ گہرے نہیں ہوتے البتہ ان میں پانی کا بہاؤ بہت تیز ہوتا ہے۔ گورخر دوسرے

کنارے پر پہنچا تو ایک کتّے نے گیتی کے بیٹے طالام پر جست لگائی۔ اس سے پہلے کہ اس تک پہنچتا، عصا سے نکلنے والی برقی رَو نے اسے زمین پر ڈھیر کر دیا۔ باقی اپنے ساتھی کا انجام دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے اور نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

یہ میری لاعلمی تھی کہ سیاہ کتّے اپنے ساتھی کا انجام دیکھ کر فرار ہوئے ہیں۔ میں گیتی اور طالام تک پہنچی تو کاہو کا ہم زاد بھی وہاں آ گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بزرگ خاتون سے مل کر آیا ہے۔ جسم کے گرد رنگوں میں سے سیاہ ہالہ غائب ہو چکا تھا۔ چمک دار کرنیں وجود سے پھوٹ رہی تھیں۔ بزرگ خاتون کی نگاہِ شفقت اور مہربانی سے وہ راہِ راست پر آ چکا تھا۔ وہ صلاحیتیں جو استدراج میں کام کرتی ہیں، ان کا رخ تبدیل ہو چکا تھا۔ اب وہ دیو کی مانند طاقتور ہم زاد تھا۔ بزرگ خاتون نے روحانی قوت سے اس کے معاملات ٹھیک کر دیئے تھے۔ وہ پُرسکون تھا اور محبت پاش نظروں سے طالام اور گیتی کو دیکھ رہا تھا جب کہ وہ دونوں اس کی موجودگی سے بے خبر تھے۔

طالام مجھ سے لپٹ گیا۔ وہ مقامی زبان میں میرا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ اس کی ماں ہاتھ جوڑے سر جھکائے کھڑی تھی۔ آنسو گالوں پر لکیریں بناتے ہوئے کپڑوں پر گر کر جذب ہو رہے تھے۔

وہ بھرّائے ہوئے لہجے میں بولی، بی بی! آپ کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتے۔ ہمارے سروں سے آسمان اور پیروں سے زمین کھینچ لی گئی ہے۔ نہ کوئی ہمدرد ہے نہ محافظ — ہوا، مٹی، پانی اور آگ سب دشمن بن گئے ہیں۔ ایسے میں یقین نہیں آتا کہ کوئی ہماری مدد کر سکتا ہے۔

میں نے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا،

”گیتی! دنیا کے سارے در بند ہو جائیں تو بھی ایک در ایسا ہے جو بند نہیں ہوتا — دنیا کے سارے چراغ گل ہو جائیں تو بھی ایک چراغ ایسا ہے جس کی روشنی گل نہیں ہوتی — دنیا کے تمام راستے مسدود ہو جائیں تو بھی ایک راستہ ایسا ہے جو مسدود نہیں ہوتا۔“

اس نے کہا، وہ کون سا در ہے، وہ کون سا چراغ ہے، وہ کون سا راستہ ہے بی بی جی —؟

میں نے یقین سے معمور لہجے میں کہا،

”وہ در اللہ پر یقین کا در ہے — وہ چراغ اللہ سے امید کا چراغ ہے — وہ راستہ اللہ سے امید کا راستہ ہے۔“

یہ الفاظ ادا ہوتے ہی آنسو میری آنکھوں کا حصار توڑ چکے تھے۔ (قسط: ۳۰)

تجمل
Tajammal

IATA
ACCREDITED AGENT
IATA Code: 27342433

تجمل ٹریولز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

تجمل للسفریات (الخاصه) المحمدوده

ویزہ + ایئرلائن ٹکٹ

ہوٹل + زیارات ٹرانسپورٹ

بجٹ پیکج
اکانومی پیکج

5
ہوٹل کی بکنگ

ٹی ایچ اے اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز

شبعۃتی ایچ اے〈THA〉لتطورالامور تتعلق بالعمال/الموعطفین الاجانب

THA
OVERSEAS EMPLOYMENT PROMOTERS
Licence No. 4189/LHR
(خصۃ تسعۃ:۴۱۸۹/ایل ایچ آر

- Labour Visa
- Skilled Visa
- Un Skilled Visa

thaoep1@gmail.com

متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، قطر
ملائشیا، میں ملازمت کے شاندار مواقع

رانا تجمل حسین
CEO

+92 300 6654 211
+92 302 1165 300
+92 321 6680 266
+92 41 2641 904

Office No. 54, Gate No. 5, Iqbal Stadium. Faisalabad. PK

قلندر شعور اکیڈمی
فیصل آباد

جس طرح ظاہری علوم سیکھنے کے لئے قاعدہ پڑھنا ضروری ہے
اسی طرح روحانی علوم کا بھی قاعدہ ہے۔ فرق یہ ہے کہ
ظاہری علوم میں علم کے بعد عمل ہے،
باطنی علوم میں عمل کے بعد مشاہداتی علم منتقل ہوتا ہے۔

مراقبہ ہال فیصل آباد: الٰہی ٹاؤن، گوکھووال ملت روڈ، فیصل آباد، پاکستان۔
041-8766190 0321-6696746

گلستان احمد

جو یقین کی راہ پر چلے

اگر ہم روز ایک آیت پر تفکر کریں اور دن رات میں ادھر ادھر کی سوچوں کے بجائے تفکر کو دہرائیں تو ذہن میں یقین کی لہریں داخل ہوں گی، شکوک و شبہات اور پریشانیوں کا وزن بے وزن ہو گا، باطنی رموز کھلیں گے اور زندگی بندگی بن جائے گی۔

ہر فرد خوش رہنا چاہتا ہے — صحت مند اور کامیاب زندگی گزارنے کی خواہش رکھتا ہے لیکن ہر فرد خوش نہیں رہتا۔ اجتماعی فائدے کے لئے کام کرنے والوں کی کمی نہیں اور لوگ ایسے بھی ہیں جن کی خواہشات اپنی ذات کے گرد گھومتی ہیں۔ کامیاب زندگی کی تلاش میں لوگ مختلف حالات اور کیفیات سے گزرتے ہیں۔ کبھی خوش ہوتے ہیں، کبھی ناخوشی غالب آجاتی ہے، کبھی امید کی لہریں دَور کرتی ہیں اور کبھی مایوسی کے جال میں الجھ جاتے ہیں۔ قدرت نشیب و فراز سے گزارتی ہے تاکہ لوگ سوچیں کہ،

۱۔ زندگی کیا ہے؟

۲۔ کن طرزوں پر گامزن ہے؟

۳۔ ایک کیفیت برقرار کیوں نہیں رہتی؟

۴۔ فرد ہمیشہ صحت مند کیوں نہیں رہتا؟

۵۔ نہ چاہتے ہوئے بوڑھا کیوں ہو جاتا ہے اور وسائل کے باوجود دنیا کو خیر باد کیوں کہہ دیتا ہے؟

فرد کبھی نہ کبھی سوچتا ہے کہ زندگی کیا ہے، کیوں ہے، وہ کون ہے، کہاں سے آیا ہے اور اس دنیا کو چھوڑ کر کون سی دنیا میں چلا جاتا ہے کہ پھر لوٹ کر نہیں آتا۔ آیئے تلاش کرتے ہیں کہ زندگی کیا ہے، اس کا مقصد کیا ہے اور حقیقت میں کامیابی کس کو کہتے ہیں۔

حدیثِ قدسی ہے،

"میں چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے محبت سے مخلوق کو تخلیق کیا۔"

تخلیقات میں افضل مخلوق انسان ہے کہ اسے تخلیقی فارمولوں کا علم عطا کیا گیا ہے۔ اس نے فرشتوں کے سامنے ان علوم کا مظاہرہ کیا اور

فرشتوں نے اللہ کے حکم سے آدم کی حاکمیت کو تسلیم کیا۔ آدم کی رہائش کے لئے جنت کا انتخاب ہوا جہاں اسپیس کی آزادی تھی۔ ساتھ ہی ایک درخت کے قریب جانے سے منع کیا گیا۔ شیطان کے بہکاوے میں آکر نافرمانی کا ارتکاب ہوا اور آدم درخت کے تغیر سے متاثر ہو گیا۔ نافرمانی کے حواس قبول کرنے سے کیفیت بدلی اور جنت کا شعور پردے میں چلا گیا۔

جنت کا شعور یقین ہے، اس کے برعکس نافرمانی کا شعور شک پر مبنی ہے۔ آدم نے خود کو اسپیس کا پابند محسوس کیا۔ پابند اسپیس کی دنیا کوئی اور ہے اس لئے جنت چھوڑنی پڑی اور نافرمانی سے غالب ہونے والے وصف کے مطابق اِس دنیا میں داخل ہونا پڑا کہ یہاں کا شعور محدود ہے۔ اسے مہلت دی گئی کہ اب وہ پابند دنیا میں رہ کر کھویا ہوا مقام یعنی یقین کا شعور حاصل کرے۔

ہر چیز دو رخ پر تخلیق ہے۔ اس قانون کے تحت آدمی کے دو رخ ہیں۔ آدمی مٹی یا گوشت پوست کا پتلا نہیں بلکہ ایک شعور ہے۔ شعور کے ایک رخ میں پُرسکون کیفیات غالب رہتی ہیں۔ قرآن کریم میں اسے احسنِ تقویم یا علیین کہا گیا ہے۔ شعور کا دوسرا رخ ہر لمحہ متغیر ہے، انتشار، بے سکونی اور اضطراب میں مبتلا رہتا ہے۔ یہ یقین کے متضاد رخ شک پر قائم ہے۔ قرآن کریم میں اسے اسفل سافلین یا سجین کہا گیا ہے۔ جب ہم جنت میں تھے تو ہم پر اعلیٰ شعور غالب تھا جس کے تحت زمان و مکان (ٹائم اینڈ اسپیس) کی آزادی تھی، اللہ کے قرب سے واقف تھے اور یقین کی دنیا منور تھی۔

اسپیس جسے ہم بے جان سمجھتے ہیں، اللہ کی مخلوق ہے۔ جب آدمی نے نافرمانی اختیار کی تو اسپیس نے اس بات کو پسند نہیں کیا اور اپنی لامحدودیت کو آدمی کے لئے محدود کر لیا۔

پابند اسپیس سے کیسے نکلیں؟

ماضی میں داخل ہوں۔ ماضی سے مراد جنت کی دنیا ہے۔ ہم چوں کہ ہر چیز کو جسمانی طور پر دیکھتے ہیں اس لئے ذہن (سوچ اور طرزِ فکر) کے تقاضوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جنت میں داخل ہونے کا مطلب جنت کا ماحول اختیار کرنا ہے جہاں مخلوق صرف عمل یعنی فرماں برداری سے واقف ہے، ردّعمل کا نام و نشان نہیں۔ جنت کے جس گوشے میں ردّعمل کے خواص ہیں، وہاں جانے سے منع کیا گیا کہ ایسا فرد ظالموں میں شمار ہو گا۔ اللہ اور اللہ کی عطا کی ہوئی آسائشوں سے دور ہونا اپنے آپ پر ظلم ہے۔

جنت کا بنیادی اصول خوش رہنا ہے اس لئے جنت میں واپسی کی پہلی منزل زمین پر خوش رہنا ہے۔ خوشی، صبر، شکر اور اللہ کی رضا سے حاصل ہوتی ہے، اس کے علاوہ جس کیفیت کو ہم خوشی کا نام دیتے ہیں وہ عارضی ہے۔ خوشی اور غم میں ردّوبدل ہونے والے لوگوں کو اس کا تجربہ ہے۔

خوشی میں اسپیس کی پابندی محسوس نہیں ہوتی، وقت کا احساس نہیں ہوتا، جتنی پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں، خوشی کے لمحات میں پس پردہ چلی جاتی ہیں۔ خوشی میں شک کا شائبہ نہیں ہوتا، یقین غالب ہوتا ہے۔ خوش رہنے والا خود کو بوجھ سے آزاد اور حواس کو لطیف محسوس کرتا ہے— یہ نافرمانی سے پیدا ہونے والے ثقل کا بوجھ ہے۔ خوشی میں آدمی سب کو معاف کر دیتا ہے، درگزر کرتا ہے، غصہ بے معانی ہو جاتا ہے، یکسوئی میں اضافہ ہوتا ہے اور لاشعوری تحریکات قبول کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔

پیغمبران کرام علیہم السلام کی حیات کا روحانی ذہن سے مطالعہ کیا جائے تو سائنس و ٹیکنالوجی، معاشرتی طرزیں، اخلاقی قدریں، معیشت کے اصول، تہذیب و تمدن کے اعلیٰ نقوش، باطنی زندگی، غوروفکر، خدمتِ خلق غرض زندگی کا ہر پہلو سامنے آتا ہے اور ان سب میں کیئر آف اللہ طرزِ فکر نمایاں ہے۔ انہوں نے ہر حال و قال میں اللہ سے ربط قائم رکھا اور رحمانی طرزِ فکر کے تابع ہو کر ایجادات اور اصلاحات کیں۔ وہ خود بھی خوش رہے اور دنیا کو بھی خوشی دی۔

پیغمبرانہ تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم شک، بے سکونی، اضطراب، اخلاقی بیماریوں اور نافرمانی کے شعور سے نجات حاصل کر کے کائنات میں اپنا حقیقی کردار ادا کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ بصورتِ دیگر ہماری زندگی خسارہ ہے۔

روشن ضمیر بندوں کی تعلیمات سے راہ نمائی ملتی ہے کہ خوشی کی راہ میں دو بڑی رکاوٹ ہیں۔

۱۔ ذہنی انتشار یا عدم یکسوئی

۲۔ توقعات کا پیٹرن

ہر مذہب نے نوعِ آدم کو مقصدِ حیات کی آگہی دی ہے کہ خالقِ کائنات اللہ نے مخلوق کو فقط اپنی پہچان کے لئے پیدا کیا ہے۔ بندگی کا تقاضا اور حق ہے کہ ہم اپنے خالق کو ایسے پہچانیں جیسے اپنے ماں باپ کو پہچانتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ماں باپ ہمیں دنیا میں لانے اور پرورش کا وسیلہ ہیں جب کہ اللہ وہ ہے جس نے ہمیں اور ہمارے

ماں باپ کو پیدا کیا ہے اور زندہ رہنے کے لئے وسائل عطا کئے ہیں۔ وہی ہمارا رازق ہے، ایک جہاں سے دوسرے جہاں میں منتقل کرتا ہے اور ہر شے پر محیط ہے۔ خالق اور مخلوق کے ربط سے واقف ہوئے بغیر زندگی بندگی نہیں۔

زندگی مسافرت ہے۔ دنیا میں عارضی رشتوں کے ساتھ اور خوش رہ کر ہمیں معین وقت گزارنا ہے اس لئے اختلاف سے گریز کر کے اتفاق کو اہمیت دیں اور توقعات سے پرہیز کریں۔ جب توقعات پوری نہ ہوں تو تکلیف بن جاتی ہیں اور رنجش پیدا ہوتی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ ذہن اللہ سے ہٹ جاتا ہے۔ جس سے ہم توقع رکھتے ہیں، وہ ہماری طرح مخلوق اور محتاج ہے، تقاضوں اور رشتوں کا پابند ہے۔ شاعر نے کہا ہے،

تمام عمر سہاروں پہ آس رہتی ہے
تمام عمر سہارے فریب دیتے ہیں

ناخوشی کی بڑی وجہ آدمی کی آدمی سے توقعات ہیں۔ آپ ایسے شخص کو کبھی ناخوش نہیں دیکھیں گے جس کا اللہ پر توکل ہو۔ لوگوں کے رویے اس کی نظر میں غیر اہم ہو جاتے ہیں کیوں کہ اس کی مرکزیت اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔

ناخوشی سے توجہ ہٹانے کا بہترین عمل قرآن کریم کی آیات میں تفکر ہے۔ اگر ہم روز ایک آیت پر تفکر کریں اور دن رات میں ادھر ادھر کی سوچوں کے بجائے تفکر کو دہرائیں تو ذہن میں یقین کی لہریں داخل ہوں گی، شکوک و شبہات اور پریشانیوں کا وزن بے وزن ہو گا، باطنی رموز کھلیں گے اور زندگی بندگی بن جائے گی۔

زندگی بندگی اور بندگی زندگی — انبیائے کرام علیہم السلام اور خاتم النبیین رسول اللہؐ کی تعلیم ہے اور اسی کو اولیاء اللہ نے دہرایا ہے۔

دل فریب سوچ

ایک دن خلیفہ ہشام بن عبدالملک اموی (724ء۔743ء) سیر و تفریح کے لئے کسی دل کش مقام پر گیا۔ منظر بلا کا دل فریب تھا۔ حدّ نگاہ تک سبزہ، پھول، درخت اور چشمے۔ ایک ٹیلے پہ چڑھ کر چاروں طرف نظر ڈالتے ہوئے کہا، میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ ان نعمتوں کا واحد مالک ہوں۔ کیا یہ نعمتیں کسی اور کو حاصل ہیں—؟ وہاں بوڑھا شخص بیٹھا تھا۔ اس نے کہا، اے خلیفہ! آپ یہاں آج تشریف لائے ہیں، یہ نعمتیں ازل سے یہیں ہیں، یہ آپ سے پہلے کروڑوں کا دل بہلا چکی ہیں اور بہت جلد آپ کے جانشین کو مل جائیں گی۔

خواب تعبیر اور مشورہ

دو راستے

زرین، ابوظہبی: بہن کے ساتھ سفر میں ہوں۔ بہت بڑے میدان میں پہنچے جہاں باریک رسّی سے بنا ایک بڑا پل ہے جو بانس کے سہارے قائم ہے۔ آواز آئی کہ پل سے گزرنا ہے۔ دو راستے تھے، ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ ہم اسمائے الٰہیہ اور درود شریف کا ورد کرتے ہوئے پل سے گزرنے لگے۔ جس راستے کا انتخاب کیا وہاں موجود لوگوں کے چہرے گلنار اور پُرسکون تھے۔ ہم بھی خوش تھے۔ دوسرا راستہ اختیار کرنے والے پریشان اور خوفزدہ تھے۔ میں نے کہا، درود شریف کی برکت انہیں بھی پل پار کرا دے گی۔

تعبیر: آپ نے جو کچھ دیکھا ہے، الحمدللہ درود شریف اور یاحی یا قیوم کی برکت کا مشاہدہ ہے۔ خواب کی تعبیر خواب سے واضح ہے۔ جنت اور دوزخ کے راستے کی نشاندہی کی گئی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے اور خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی سنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

پھل ۔۔؟

اظہر الدین، ساہیوال: جنگل اور کھیتوں کے درمیان بنے راستے سے گزر رہا ہوں۔ کھیت میں پھل دار پرانے درخت پر نظر پڑی جس کے پتّے جھڑ چکے تھے مگر ٹہنیاں پھلوں سے جھکی ہوئی تھیں۔ حالاں کہ یہ اس پھل کا موسم نہیں تھا۔ پھل توڑنے کی کافی کوشش کی۔ ایک پھل ہاتھ آیا۔ کھانا چاہا تو دائیں جانب سے صاف، بائیں جانب سے گلا ہوا تھا۔ میں نے پھینکنے کے بجائے صاف حصہ کھا لیا۔

تعبیر: خواب کے نقوش بتاتے ہیں کہ روزی کے معاملے میں ہیر پھیر ہوتی ہے۔ یہ نقصان دہ عمل ہے اور نتیجہ عمل کے عین مطابق ہے۔

ہند سے

ثوبیہ طاہر، لاہور: سفید لباس پہن کر چائے پینے بیٹھی ہوں۔ چائے کپ میں ڈالنے لگی تو کسی نے میز ہلائی اور چائے کپڑوں پر گر گئی۔ فوراً کپڑے دھونے اٹھی۔ منہ سے ایسی تاریں نکلنے

لگیں جن میں خون تھا۔ ایک جگہ دیوار کی تعمیر کی وجہ سے راستہ تنگ ہو گیا۔ ان لوگوں کو سمجھایا کہ ایسا نہ کریں۔ میری بات سن کر انہوں نے دیوار گرادی۔ راستہ کھلنے پر شمال کی جانب خوب صورت بنگلہ نظر آیا جس کی چھت پر مستطیل خانوں میں ہندسے تیزی سے جمع یا ضرب در ضرب ہو رہے تھے۔ ایک خانے پر نظر ٹھہر گئی تو ۲ + ۷ = ۹ لکھا ہوا نظر آیا۔

تعبیر: خواب کئی حصوں پر مشتمل ہے۔ کسی بیماری کی طرف اشارہ ہے۔ اچھے ڈاکٹر سے اپنا مکمل چیک اپ کروایئے اور ڈاکٹر کی ہدایت پر پابندی سے عمل کیجئے۔ سفید لباس پر داغ نکوٹین میں اضافے کی علامت ہیں۔ آپ سے حقوق العباد میں کوتاہی ہوتی ہے۔ اگر آپ نے اس کا تدارک کیا تو برکتوں اور سکون کی بارش ہوگی۔ ہندسوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے اندر جسمانی صلاحیت کے مقابلے میں ذہنی صلاحیت زیادہ ہے۔ ذہن کو لاشعور میں مرکوز کرنے کے لئے قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھئے، ذہن کھلے گا اور آپ کی ذات سے دوسروں کو فائدہ پہنچے گا۔

بینائی

شفق، منڈی بہاءالدین: چاروں طرف تاحدّ نظر درخت ہیں۔ کھلے میدان میں چارپائی پر بیٹھی ہوں کہ نہ جانے کہاں سے شیر آیا اور میری طرف بڑھنے لگا۔ میرے ہاتھ پیر سن ہو گئے اور بھاگنے کے قابل نہ رہی۔ اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی دعا مانگتے ہوئے چادر اوڑھ کر لیٹ گئی۔ شیر قریب آیا، چادر کا ایک سرا منہ میں لیا۔ چادر سونگھی پھر خود ہی وہاں سے چلا گیا۔ اس کے علاوہ کئی مرتبہ خود کو گھر میں صفائی کرتے ہوئے دیکھا۔ گھر ہر بار الگ روپ میں نظر آیا۔

تعبیر: گھر میں صفائی کا خیال نہ رکھا جائے تو جراثیم کی افزائش ہوتی ہے۔ صفائی نہ ہونے سے دماغ بوجھل ہوتا ہے جس کا اثر بینائی پر پڑ سکتا ہے۔ کتاب پڑھنے کے دوران یا ٹی وی دیکھتے ہوئے مناسب فاصلہ نہ رکھا جائے تو بھی نظر کمزور ہو سکتی ہے۔ بینائی کے سلسلے میں ڈاکٹر سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔

صفائی نصف ایمان ہے

شگفتہ، لانڈھی: کمرے میں کیڑے ہیں جن میں شہد کی مکھی کی مشابہت ہے مگر کیڑوں کے جسم کا ایک حصہ بڑا اور سفید ہے۔ کمرے میں امی اور بہنیں بھی ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ یہ کہاں سے آئے۔ دیکھا کہ گھر کے باہر فرش کیڑوں

سے بھرا ہوا ہے جو گھر کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ دوسرے کمرے میں گئی تو بائیں ہاتھ پر کیڑا بیٹھ گیا۔ مچھر مار اسپرے کرنے پر وہ اڑ کر چوزہ بن گیا۔ کئی کیڑے مجھ پر گرے۔ میں ان پر مسلسل اسپرے کرتی رہی۔ خیال آیا کہ نہانے اور لباس تبدیل کرنے سے کیڑے اتر جائیں گے لیکن غسل خانے کا دروازہ نہیں کھلا۔ الماری کے کونے میں موجود تھیلی میں سے پرندہ نکل کر اڑا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کہاں سے آیا تھا۔

تعبیر: ذہن پیچیدہ خیالات میں الجھا ہوا ہے۔ نظام الاوقات اور زندگی میں ترتیب نہیں ہے۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر گھر میں صفائی کا فقدان ہے۔ الماریاں اور درازیں غیر ضروری چیزوں سے بھری ہوئی ہیں۔ لاشعور نے خبر دار کیا ہے کہ صفائی کو اہمیت دیں اور روز نہائیں۔ گھر والوں کا وقت غیبت اور فضول گوئی میں ضائع ہوتا ہے، پرندے کا اڑ کر گھر سے جانا اسی طرف اشارہ ہے۔ یہ طرزِ عمل جاری رہا تو خدانخواستہ کوئی بڑی بیماری یا پریشانی ہو سکتی ہے۔

گاڑی ـــ؟

ـ ، سکھر: والدین کے ساتھ گھر کی طرف جا رہا ہوں۔ وہ دونوں کچھ خریدنے کے لئے راستے میں رکے۔ میں قریب بہنے والے آبشار کی طرف نہانے چلا گیا۔ واپس آیا تو گاڑی خود بخود چلنے لگی اور ایک دو جگہ حادثے سے بچ گئی البتہ نشانات آئے۔ ہر طرح سے کوشش کی کہ گاڑی روک لوں بالآخر کھمبے سے ٹکرا کر رک گئی۔ وہاں کچھ لوگ کھڑے تھے جنہوں نے دعویٰ کیا کہ یہ ان کی گاڑی ہے۔ ان کی سربراہ ایک لڑکی تھی۔ کسی سے فون لے کر والد کا نمبر ملایا لیکن انہوں نے فون نہیں اٹھایا۔ دوبارہ فون کیا تو اس بار فون اٹھالیا۔ ان کو گاڑی کے بارے میں بتایا۔ حادثے کا سن کر ابو کو چپ لگ گئی۔ لڑکی گاڑی سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھی۔ میرے اور اس کے رشتہ دار وہاں پہنچے اور لڑکی گھر والوں کے ساتھ گاڑی لے گئی۔

تعبیر: ایسی طرز فکر سے دور رہا جائے جس سے معاشرے میں برائی پروان چڑھتی ہے۔ گاڑی سے اتر کر نہانا، گاڑی کا خود بخود چلنا، کوشش کے باوجود گاڑی روکنے میں کامیابی نہ ہونا اور کھمبے سے ٹکرا کر رکنا، ساری تمثیلات ظاہر کرتی ہیں کہ ایسے خیالات ذہن میں آتے ہیں جو فطرت کے خلاف ہیں۔ بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اچھے دوستوں کا انتخاب کیجئے اور شرعی احکامات کا احترام کیجئے ورنہ ناقابلِ تلافی واقعہ پیش آسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے، آمین۔

دل آزاری

ناظمہ، مانسہرہ: پرندوں کے لئے پنجرے بنے ہیں۔ ڈنڈا ہاتھ میں لے کر میں اس طرف گئی تو دیکھا کہ پنجرے سفید کپڑوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ ایک پنجرے پر شکاری پرندہ بیٹھا تھا جسے اڑانے کے لئے آگے بڑھی تو وہ اڑنے کے بجائے نیچے بیٹھ گیا۔ میں خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹی اور کمرے کی طرف جاتے ہوئے سوچنے لگی کہ اندر سے کنڈی لگالوں۔ شکاری پرندے کے قریب دو پالتو پرندے نظر آئے جن میں سے ایک پر اس نے حملہ کیا۔ میں نے نشانہ لے کر چپل ماری، وہ دور ہو گیا۔ دوسری چپل اسے نہیں لگی۔ اس کے دور ہونے سے میری ہمت بڑھی، اسے ڈنڈے سے اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔

تعبیر: آپ سے حق تلفی ہوتی ہے جو نہایت ناپسندیدہ فعل ہے۔ پرندوں کو قید کرنا، پنجروں کے اوپر چادر اور پرندے کو جوتے یا ڈنڈے سے مارنا ظاہر کرتا ہے کہ مزاج میں ہٹ دھرمی اور ضد کے نقوش ہیں اور آپ سے دل آزاری ہوتی ہے۔ ہر فرد کو آزادیِ رائے کا حق حاصل ہے۔ اپنی بات منوانے کے لئے ضد کرنے اور اس کو انا کا مسئلہ بنانے سے نقصان ہوتا ہے۔ مزاج میں تحمل کے لئے عفو و درگزر سے کام لیجئے۔

صدقہ خیرات

شہیر منیر، اسلام آباد: والدہ اور بھابھی کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھا ہوں کہ مرحوم کزن وہاں آئے۔ ہم نے منہ چھپایا تو انہوں نے کہا، مجھ سے ڈرو نہیں۔ میں یہ سن کر اٹھ گیا۔ وہ بولے کچھ باتیں بتانی ہیں وہ لکھ لو کیوں کہ میرے پاس وقت کم ہے۔ میں اور بھابھی کاپی قلم لائے۔ وہ کہنے لگے — سب سے پہلے یہ لکھو کہ میں نے اس شخص کو معاف کر دیا جس کی وجہ سے انتقال ہوا تھا۔ پھر کچھ حساب کتاب کا بتایا جو تین افراد سے لینا تھا یا دینا تھا۔ تین میں سے دو نام یاد نہیں رہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ سب میں نے لکھ کر رکھا ہوا ہے، اگر بھول جاؤ تو وہاں دیکھ لینا۔ پھر جائیداد کی تقسیم کے بارے میں ہدایات دیں اور اس میں سے صدقہ خیرات کرنے کا کہا۔ وہ جلدی جلدی بات کر رہے تھے اور نظریں بار بار گھڑی کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ جیسے ہی بات ختم کی، ایک روشنی آئی اور وہ غائب ہو گئے۔

تعبیر: کسی قریبی عزیز کا انتقال ہوا ہے، انہیں ایصالِ ثواب کی ضرورت ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے لئے ایصالِ ثواب کریں۔ ایصالِ ثواب میں ان کی چیزیں صدقہ کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں، آمین۔ دنیا سے جانے

والوں کو اپنے عزیز رشتہ داروں سے توقع ہوتی ہے کہ ان کے لئے فاتحہ درود کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انتقام کے بجائے معاف کرنا افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کے لئے آسانی عطا فرمائے۔ آمین۔

کشمکش

زونیرہ، کراچی: اسکرین پر کسی حسین وادی کا منظر تھا۔ ایک مرحوم رشتہ دار نے کسی شہر کے موسم کی تعریف کرکے وہاں جانے کی تیاری کرنے کا کہا۔ جس کمرے میں اسکرین لگی ہوئی تھی، میں وہاں سے واپس آئی تو ایک صاحب اور خاتون میرے منتظر تھے۔ میں ان کو آنے سے منع کر چکی تھی۔ اس کے باوجود وہ آگئے تو سبزی کی بھجیا کھانے میں پیش کی اور یہ خیال رہا کہ جلدی جلدی میں ان کے لئے کھانے کا اہتمام نہیں کر سکی۔ دسترخوان پر کچھ اور رکھنے کے لئے باورچی خانے کی طرف آئی تو وہاں بھائی اور بھابھی موجود تھے۔

تعبیر: کسی معاملے کے حوالے سے ذہن الجھا ہوا ہے اور فیصلہ کرنے میں مشکل درپیش ہے۔

ماہنامہ قلندر شعور جنوری 2022ء

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر

پورا نام:............................ والدہ صاحبہ کا نام: ....

پورا پتہ:..

ازدواجی حیثیت:.................. وزن (تقریباً): .... آنکھوں کا رنگ..................

نیند کیسی آتی ہے:.................. بلڈ پریشر (نارمل/ہائی/لو):.................. تاریخ پیدائش:..................

میٹھا پسند ہے یا نمکین چیزیں زیادہ مرغوب ہیں؟.................. فون نمبر..................

خدانخواستہ دماغی، نفسیاتی مرض اور وہم کے مرض میں مبتلا ہوں تو ضرور لکھیں: ہاں / نہیں

مختصر حالات : ....

....

لاشعور نے جلدی میں فیصلہ نہ کرنے کی ہدایت کی ہے۔ رشتے کے بارے میں سب سے پہلے ضروری ہے کہ پوری معلومات حاصل کیجئے پھر بزرگوں کے مشورے سے فیصلہ کیجئے۔

اختلاف

بدرالنساء، میرپور: جس جگہ پر موجود ہوں، وہ خطرناک ہے۔ جان جانے کا خدشہ ہے۔ شوہر کے ساتھ چلنا شروع کیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد شوہر کا خیال آیا اور پیچھے مڑی تو وہ نظر نہیں آئے۔ شوہر کئی دفعہ ایسے خواب دیکھ چکے ہیں کہ میں انہیں چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہوں۔

تعبیر: ہم آہنگی نہیں ہے۔ سوچ میں اختلاف زیادہ ہے۔ دونوں اپنی اپنی دانست میں ایک دوسرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کی دلچسپی جن معمولات میں زیادہ ہے اس سے گھر اور بچوں کے معاملات متاثر ہو رہے ہیں۔ اولاد کی تربیت کا حرج ہو رہا ہے۔ یہ بات شوہر کو قبول نہیں اور وہ حق بجانب ہیں۔ دین میں حقوق العباد کی بہت اہمیت ہے۔ اعتدال کا راستہ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔

غیب کا کشف

خواب ایسی ایجنسی ہے جس کی معرفت انسان کو غیب کا کشف حاصل ہوتا ہے۔ خواب کا علم انسان کو ماورائی اطلاعات فراہم کرتا ہے۔ یہ علم بتاتا ہے کہ روح ہمہ وقت حرکت میں رہتی ہے۔ جس طرح بیداری کا پورا وقفہ کسی نہ کسی طرح حرکت سے عبارت ہے اسی طرح خواب کی زندگی بھی حرکت کے تابع ہے۔ انسان بیداری میں جسمانی حرکات سے اس لئے واقف رہتا ہے کہ بیداری میں شعوری حرکت قائم رہتی ہے۔ جب ہم بیدار ہوتے ہیں تو حواس بیرونی ماحول سے رشتہ قائم کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ہمہ وقت کوئی نہ کوئی انطباعیہ نقش اعصاب کو حرکت دیتا رہتا ہے اور اس کے اشارے پر ہمارا جسم متحرک رہتا ہے۔ جب ہم سو جاتے ہیں تو جسمانی حرکات پر سکوت طاری ہو جاتا ہے لیکن انا یا نفس کا فعال کردار ختم نہیں ہوتا۔ خواب میں اگرچہ فرد کا جسم معطل ہوتا ہے لیکن وہ تمام حرکات و سکنات کو اپنے سامنے اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح بیداری میں دیکھتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ وقت اور فاصلے کی رائج پابندیاں قائم نہیں رہتیں۔

ظاہر — باطن
باطن — ظاہر

اللہ خالق ہے اور کائنات اللہ کی تخلیق ہے۔ جب یقین حاصل ہو جاتا ہے تو ذہن میں کائنات کا تصور ابھرتا ہے۔ کائنات کا اجتماعی نظام ذہن کے اوپر منعکس ہونے سے تفکر کھلتا ہے کہ کوئی بساط ہے جہاں تمام مخلوقات موجود ہیں اور تخلیقِ کائنات کا پورا پروگرام اس بساط پر نقش ہے۔ یہی وہ یقین ہے جس کی بنا پر انسان چاند، ستاروں اور اپنی زمین سے الگ ماحول اور زمین پر موجود دوسری مخلوقات سے متعارف ہوتا ہے۔

جب ہم آسمان کی طرف دیکھتے ہیں تو بے شمار ستارے نظر آتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ستارے نظر آتے ہیں بلکہ حواس ستاروں کی روشنی کو، ان کی ٹھنڈک کو، ان کی چمک کو اور اس ماحول کو جس میں ستارے جگمگ کر رہے ہیں، محسوس کر لیتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ چمک اندر اتر گئی ہے۔ جب ہم ستاروں کو دیکھتے ہیں تو یہ بات لاشعور میں آجاتی ہے کہ ستارے موجود ہیں اور کسی بساط پر مخصوص نظام کے تحت گردش کر رہے ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ انسانی نگاہ اپنے ماحول کے باہر کی چیزوں کو دیکھ سکتی ہے اور دیکھنے کے ساتھ ساتھ انسان کے اندر کام کرنے والی حس (information) ان چیزوں کے تاثرات کو محسوس کرتی ہے۔

"ہم نے آسمان میں بروج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اسے زینت بنایا اور شیطان مردود سے اسے محفوظ کر دیا۔" (الحجر: ۱۶۔۱۷)

(مثال) جب ہم چاند دیکھتے ہیں تو دماغ میں ٹھنڈی لہریں گردش کرتی ہیں۔ جب ہم سورج کو دیکھتے ہیں تو دماغ تپش کو محسوس کرتا ہے۔ چاند کی روشنی اور سورج کی روشنی کو دیکھنا آنکھ کا دیکھنا ہے اور چاند سورج کے تاثرات کو قبول کرنا، حس کا پہچاننا ہے۔

چاند اور سورج کیا ہے —؟ اس بارے میں ہمیں صرف اتنا علم ہے کہ یہ چاند ہے، یہ سورج ہے۔ ہم نہیں جانتے لیکن مقدس خواتین و حضرات جانتے ہیں کہ سورج کو روشنی کہاں سے ملتی ہے

اور چاند کی روشنی کا منبع اور مخزن کیا ہے۔ آسان الفاظ میں اس طرح بیان کرسکتے ہیں کہ آدمی اور انسان دو کردار ہیں۔ دونوں ایک ہونے کے باوجود الگ الگ ہیں۔ انسان کی نگاہ ارضی سماوی مخلوقات کو دیکھتی ہے۔

کائنات کو دیکھنا دو طرزوں میں دیکھنا ہے۔

ا۔ کائنات کے ظاہر کو دیکھنا۔ ۲۔ کائنات کی ماہیت سے واقف ہونا۔

کائنات کو دیکھنا یا مظاہر کو دیکھنا شعوری دائرہ کار میں آتا ہے۔

کائنات کے باطن کو دیکھنا یعنی کائنات کن فارمولوں پر قائم ہے، لاشعور میں دیکھنا ہے۔

انسان کا لاشعور اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ کائنات کے ہر ذرّے کی شکل و صورت، حرکات اور باطنی حسیات کیا ہیں۔ یہ علم شعور میں اس لئے نہیں آتا کہ انسانی شعور کو اپنے لاشعور کا مطالعہ کرنا نہیں آتا۔ اگر ہمارے اندر لاشعور کا مطالعہ کرنے کی صلاحیت بیدار ہو جائے تو ہر ذرّے کی شکل و صورت، حرکات اور باطنی حسیات کا مطالعہ کرنا آسان ہو جائے گا۔

قرآن کریم میں تفکر سے ذہن کھلتا ہے کہ کائنات، خالقِ کائنات کا بنایا ہوا پروگرام ہے۔ اس پروگرام میں پوری کائنات موجود ہے لیکن ہر موجود شے غیب ظاہر اور ظاہر غیب ہے۔ اگر بیداری اور خواب کی دنیا کو سمجھ لیا جائے تو مسئلہ، مسئلہ نہیں رہتا اس لئے کہ زندگی ظاہر اور غیب ہے۔ ایک دن کا بچہ جب دس دن کا ہوتا ہے تو معانی یہ ہیں کہ دس دن ظاہر غیب کی بیلٹ پر چلتا ہے۔

ذی احترام قارئین سے درخواست ہے کہ مضمون کو پڑھئے، غور سے پڑھئے، بزرگوں اور اساتذہ کرام سے مشورہ کیجئے اور جو کچھ سمجھ میں آیا ہے، وہ دس سطروں میں لکھ کر بھیج دیجئے۔ اردو انگریزی میں لکھا جائے تو ادارے کے لئے معانی و مفہوم سمجھنا آسان ہو گا۔

i

ظاہر ـــ باطن
باطن ـــ ظاہر

الله هو الخالق والكائنات هو خلق الله. عند نيل اليقين يبرز تصور الكائنات في الذهن. وانعكاس نظام الكائنات الجماعي على الذهن يفتح التفكر بأن هنالك بساط توجد عليه جميع المخلوقات وعلى هذا البساط مرسوم برنامج خلق الكائنات. وهذا هواليقين الذي على أساسه يتعرّف الإنسان على القمر والنجوم والمحيط المختلف عن أرضه والمخلوقات الأخرى الموجودة على الأرض.

عندما ننظر إلى السماء نرى عددًا لا حد له من النجوم، ولا نرى هذه النجوم فحسب إنما تشعر الحواس ببريق النجوم وبرودتها ولمعانها وبالمحيط الذي تلمع فيه هذه النجوم، وكأنما البريق حلّ بداخلنا. حين ننظر للنجوم يرد إلى لا شعورنا أن النجوم موجودة وأنها تدور وفق نظام معين على بساط ما. والمفهوم هو أن النظر الإنساني يستطيع الرؤية خارج محيطه، ومع الرؤية جنبًا لجنب يشعر الحس (information) الذي يعمل بباطن الإنسان بانفعالات هذه الأشياء.

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝
وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ (الحجر: ١٦-١٧)

(مثال) عندما ننظر للقمر تدور في العقل موجات باردة، ويشعر العقل بالحرارة حينما ننظر للشمس. إن رؤية ضوء القمر وضوء الشمس هي رؤية العين، وقبول انفعالات القمر والشمس هو تعرّف الحس.

ما هما القمر والشمس ـــ؟

لسنا نعرف إلا أن هذا هو القمر، وهذه هي الشمس.

إننا لا نعلم، لكن النساء والرجال المقدسون يعلمون من أين تحصل الشمس على ضوئها

ii

وما هو منبع ومخزن ضوء القمر.

وبكلمات أسهل يمكننا توضيح ذلك بأن الآدمي والإنسان هما شخصيتان اثنتان، ورغم كونهما واحد إلا أنهما منفصلان. كما وأن النظر الإنساني يرى المخلوقات الأرضية والسماوية.

يُنظر إلى الكائنات بطريقتين.

١۔ رؤية ظاهر الكائنات ٢۔ الوقوف على ماهية الكائنات

إن رؤية الكائنات أو النظر إلى المظاهر يقع ضمن الدائرة الشعورية.

ورؤية باطن الكائنات أي المعادلات التي يقوم عليها الكائنات هي رؤية اللاشعور.

لا شعور الإنسان يعرف جيدًا شكل وصورة كل ذرة في الكائنات وحركاتها وحسياتها الباطنية. وهذا العلم ليس من ضمن الشعور لأن الشعور الإنساني لا يعلم كيفية مطالعة اللاشعور. وإذا قمنا بتفعيل قدرة مطالعة اللاشعور بداخلنا فسيسهل علينا مطالعة شكل وصورة وحركات كل ذرة وحسياتها الباطنية.

التفكر في القرآن الكريم يفتح مدارك ذهننا إلى أن الكائنات هو البرنامج الذي صنعه خالق الكائنات، وفي هذا البرنامج يوجد الكائنات كله. لكن كل شيء موجود هو "غيب ظاهر وظاهر غيب". فطفل اليوم الواحد عندما يبلغ عشرة أيام يعني ذلك أن عشرة أيام هي السير على حزام "ظاهر غيب".

نرجو من القراء المحترمين قراءة المقال، وقراءته بتمعن، واستشارة الكبار والمعلمين الكرام، ثم اكتبوا لنا عشر سطور بما فهمتم سواء بالأردية أو الإنكليزية بلغة يسهل على الإدارة فهمها.

ظاهر ـ باطن
باطن ـ ظاهر

الله خالق آهي ۽ ڪائنات الله جي تخليق آهي.جڏهن يقين حاصل ٿي ويندو آهي ته ذهن ۾ ڪائنات جو تصور اڀري ٿو. ڪائنات جي اجتماعي نظا م جو ذهن مثان عڪس پوڻ تي تفڪر ڪلي ٿو ته ڪا بساط آهي، جتي سموري مخلوق موجود آهي ۽ تحقيق ڪائنات جو پورو پروگرام انهئ بساط تي نقش آهي. اهو ئي اهو يقين آهي، جنهن جي بنياد تي انسان چنڊ ، تارن ۽ پنهنجي زمين کان الگ ماحول ۽ زمين تي موجود ٻي مخلوق سان متعارف ٿئي ٿو.

جڏهن اسين آسمان ڏي ڏسون ٿا ته بيشمار تارا نظر اچن ٿا بلڪه حواس تارن جي روشنئ کي، انهئ جي ٿڌڪارکي،انهن جي چمڪ کي ۽ ان ماحول کي جنهن ۾ تارا جڳمڳ جرڪن ٿا، محسوس ڪن ٿا. ايئن لڳي ٿوته چمڪ اند ر ۾ لهي آئي آهي. جڏهن اسين تارن کي ڏسون ٿا ته اها ڳالهه لاشعورم اچي ٿي ته تارا موجود آهن ۽ ڪنهن بساط تي مخصوص نظام هيٺ گردش ڪري رهيا آهن. مطلب اهو آهي ته انساني نظرپنهنجي ماحول جي شين کي ڏسي سگهي ٿي ۽ ڏسڻ سان گڏ اسان جي اندر ڪم ڪرڻ واري حسinformation انهن شين جي اثر کي محسوس ڪري ٿي.

’’اسان آسمان ۾ برج ٺاهيا ۽ ڏسڻ وارن لاء انهن کي زينت بڻايو ۽ شيطان مردود کان انهن کي محفوظ ڪري ڇڏيو.‘‘ (الحجر: ١٦-١٧)

(مثال) جڏهن اسين چنڊ ڏسون ٿا ته دماغ ۾ ٿڌيون لهرون گردش ڪن ٿيون. جڏهن اسين سج کي ڏسون ٿا ته دماغ تپش محسوس ڪري ٿو. چنڊ جي روشني ۽ سج جي روشنئ کي ڏسڻ هڪ اک جوڏسڻ آهي ۽ چنڊ، سج جي اثر کي قبول ڪرڻ حس جي سڃاڻپ آهي.

چنڊ ۽ سج ڇا آهن ؟ انهئ باري ۾اسانکي صرف ايترو علم آهي ته هي چنڊ آهي ، هي سج آهي. اسين نه ٿا ڄاڻون پر مقدس عورتون ۽ مرد ڄاڻن ٿا ته سج کي روشني ڪٿان ملي ٿي ۽ چنڊ جي روشنئ جو منبع ۽ مخزن ڇا آهي.

آسان لفظن ۾ هن طرح بيان ڪري سگهجي ٿو ته ماڻهو ۽ انسان ٻه ڪردار آهن . ٻئي هڪ هجڻ جي باوجود الڳ الڳ آهن .انسان جي نگاه زميني ۽ آسماني مخلوق کي ڏسي ٿي.

ڪائنات کي ڏسڻ ٻن نمونن ۾ ڏسڻ آهي.

١. ڪائنات جي ظاهر کي ڏسڻ ٢. ڪائنات جي بنياد کان واقف ٿيڻ.

ڪائنات کي ڏسڻ يا مظاهر کي ڏسڻ شعوري دائري ۾ اچي ٿو.

ڪائنات جي باطن کي ڏسڻ يعني ڪائنات ڪهڙن فارمولن تي قائم آهي، لاشعور ۾ ڏسڻ آهي.

انسان جو لاشعور هن ڳالھ کي چڱيءَ ريت ڄاڻي ٿو ته ڪائنات جي هر ذري جي شڪلۡ صورت، حرڪتون ۽ باطني حسون ڇا آهن ؟ هي علم شعور ۾ انهيءَ ڪري نه ٿو اچي جو انساني شعور کي پنهنجي لا شعور جو مطالعو ڪرڻ نه ٿو اچي. جيڪڏهن اسانجي اندر لاشعور جو مطالعو ڪرڻ جي صلاحيت بيدار ٿي وڃي ته هر ذري جي شڪل ۽ صورت، حرڪت ۽ باطني حسن جو مطالعو ڪرڻ آسان ٿي ويندو.

قرآن ڪريم ۾ تفڪر سان ذهن کلي ٿوته ڪائنات، خالق ڪائنات جو ڏاهيل پروگرام آهي. انهيءَ پروگرام ۾پوري ڪائنات موجود آهي پر هر موجود شيءِ غيب ظاهر ۽ ظاهر غيب آهي . جيڪڏهن سجاڳيءَ ۽ خواب جي دنيا کي سمجهي وٺجي ته پوء مسئلو ،مسئلو نه ٿو رهي انهيءَ ڪري جو زندگي ظاهر ۽غيب آهي. هڪ ڏينهن جو ٻار جڏهن ڏينهن جوڻئي ٿو ته معني هئ آهي ته ڏه ڏينهن ظاهر غيب جي پٽي تي هلڻو آهي.

محترم پڙهندڙن کي درخواست آهي ته مضمون کي پڙهو ، غور سان پڙهو، بزرگن ۽ استادن سان مشورو ڪريو ۽ جيڪي ڪجھ سمجھ ۾ آيو آهي ،اهو ڏهن سٽن ۾ لکي موڪليو. اردو ۽ انگريزيءَ ۾ لکيو وڃي ته جيئن اداري لاء معني ۽ مفهوم کي سمجهڻ آسان ٿئي.

ظاہر — باطن
باطن — ظاہر

اللہ بنان والا اے تے ایہہ کل جگ اودھی رچنا اے، جدوں بندے نوں وشواس لبھ جاوے اودھوں اودھے من وچ برہما دوا وچار آؤندا اے۔ ایس برہما داساری کھیڈ جدوں دماغ تے کھُل دی اے تے ایہہ وچار آؤندا اے کہ کوئی تھاں ہے وے جتھے ساری جیواوی ہیگے اے تے جتھے برہما دارچی ہوئی ساری رچناوی پئی ہوئی اے۔ ایہہ ای اوہ وشواس اے جدہے باجھوں بندہ چن، تاریاں تے اپنی دھرتی تووکھرے ایک ماحول تے دھرتی دیاں دوجیاں جیوادی جانکاری لبھ دی اے۔

جدوں اسی مبرول تکنے آں اے اوتھے بوہت سارے تارے ویکھ نے آں۔ اسی صرف تاری نئیں ویکھ دے تاریاں دے نال نال اسی اونہاں تاریاں دی لو، اونہاں دی ٹھنڈ، اونہاں دے چانن تے اوس ماحول نوں جدے وچ تارے چمکاں ماردے نیں سب کجھ نوں جان لینے آں۔ اینج لگدا اے کہ ایہہ چانن ساڈے اندر بہہ گیا اے۔ جدوں اسے تاریاں نوں ویکھنے آں تے من وچ مہاندارا اگڑ دا اے کہ ایہہ امبر تارے دی رچی رچنا کسی خاص نظام دے پھیریاں وچ پھردی رہندی اے۔

وچلی گل ایہہ وے کہ بندے دے اکھ ایس ماحول دے بار دیاں شیواں نوں ویکھ لیندی اے تے ایس ویکھن دے نال نال بندے دے اندر کم کرن والی بھاونا اینہاں دے نال نال شے دی جانکاری تے اودھے تاثرات نوں وی جان لیندی اے۔

"اسی امبر وچ برج بنائے جیہڑے لوکائی نوں سوہنے لگن، تے ایس نوں پھٹکارے ہوئے شیطان توں پراں رکھیا ہویا اے۔" (الحجر: ۱۶۔۱۷)

ونگی جدوں اسی چن نوں تکنے آں تے دماغ وچ ٹھنڈ پاندیاں لہراں پھردیاں نیں، تے جے کر سورج نوں تکئیے تے دماغ وچ سیک چڑھ دا اے۔ چن تے سورج نوں تکنا، اکھ دا تکنا اے تے چن سورج دی ٹھنڈ تے سیک دی چوبھ حس دی پچھان اے۔

چن تے سورج کیہہ نہیں۔ ایس باجھوں ساڈا گیان اے وے کہ ایہہ چن اے تے ایہہ سورج اے۔ سانوں ایس گل دا کوئی گیان نہیں لیکن اللہ لوکاں نوں ایہہ گیان ہے وے کہ سورج نوں چانن کتھوں

ii

لبد اے تے چن دی چمک دا مڈھ کیہ اے۔ سو کھے لفظاں وچ آکھیے تے گل ایہہ وے کہ بندہ تے مورت دو وکھرے پرت نیں۔ کٹھے ہو کے وی ایہہ وکھو وکھ نیں۔ بندے دی اکھ دھرتی تے امبر دی ساری جیوا نوں تکدی اے۔

برہما داویکھنا دو طرزاں دا ویکھنا اے۔

ا۔ برہمانوں باروں ویکھنا ۲۔ برہمادی بنتر نوں ویکھنا

برہمانوں باروں ویکھنا دماغ راہیں ویکھنا اے۔

باہمادی بُنتر نوں ویکھنا کہ برہمادی بنتر دے دھاگے کیہڑے نیں ایہہ دماغوں بار وشواس نال ویکھنا اے۔

بندے دا وشواس ایہہ گل نوں جاندا اے کہ برہمادے اک اک ذرے دی مورت کیہ اے تے اودھی ہل چل کیوں ہوندی اے اودھے اندر کیہ اے۔ ایہہ گیان ساڈے دماغ وچ ایس کارن نئیں آوندا کہ دماغ نوں اپنے اندر دی جانکاری نہیں ہیگی، جے کر سانوں دامغ نوں اندروں پڑھن دا گیان لبھ جاوے تے فیر ایک ایک ذرے دے مکھ مورت، ہل گل تے اندر دی ساری بنتر دا کھیڈ ساڈے سامنے کھل جائے گا۔

قرآن وچ دھیان پان نال دماغ اتے ایہہ گل کھُل جاندی اے کہ ایہہ ساری برہمادی رچنا اللہ دی رچی ہوئی ہے۔ ایس رچنا وچ پوری برہما اے۔ پر ہر پئی ہوئی شے لکی ہوئی وی اے تے سامنے وی اے۔ جے کر جاگن تے سون دی دنیا دا گیان لبھ جاوے تے ایہہ مسئلہ کوئی مسئلہ نہیں رہندا کیوں کہ جندڑی وی لکی ہوئی وی اے تے سامنے وی اے۔ جس گھڑی ایک دن دا بال دس دیہاڑے دا پینڈا کر لیندا اے تے اور دس دیہاڑے لُک جاندے نیں تے یارواں سامنے آجاندا اے۔

مان پرمان پڑھن والیاں اگے ایہہ بنتی اے کہ ایس لکھت نوں پڑھو، دھیان لا کے پڑھو، وڈیاں نال تے استاداں ایدھے باجھوں صلاح کرو، گل بات کرو فیر جیہڑی گل تواڈے پلے پے جائے اوہ دس لیناں وچ سانوں لکھ کے گھل دوو۔ اردو / انگریزی دی لکھت ہووے گی تے گل دی سمجھ ساڈے لئی سوکھی ہو جائے گی۔

ظاهر ـــــ باطن
باطن ـــــ ظاهر

الله جوړونکي او کاینات د الله جوړوښت دے. کله چې باور تر لاسه شي نو د کايناتو تصورپه ذهن کی را منځ ته راځي. د کاينات اجتماعی نظام په ذهن منعکس شي او دا تفکر ترې جوړېږي چې داسې يو بساط شتون لري چې ټول موجودات پرې موجود دي او د کاينات ټول برنامه پدې بساط نقش شوی دی. دا هماغه اعتقاد دے چې ددې په وسيله انسان سپوږمۍ، ستورو،او د ځمکې او پر مخ يې نورو موجوداتو څخه بيل يو محيط سره آشنا کوی.

کله چې مونږه آسمان اړخ ته ګورو نو بې شمېره ستوري وينو. يواځې ستورى نه وينو ورسره زمونږه حواس د ستورو نور، د هغوي يخوالې رڼايی او هغه فضا چې پکښې ستوري سترګک وهي، درک اوکړو. داسې ښکاري چې د نورپړک پکښې ننوتې دې. کله چې مونږه ستورو ته ګورو نو دا خبره په لاشعور کښې راشي چې ستورى وجود لرى اود يو ځانګړى نظام له مخې په يوبساط شتون لري. ددې مفهوم دا دې چې د انسان نګاه کولې شي له محيطه بهر څيزونه ووينی، او په همدې مهال هغه حواس چې د کس په داخ کښ کار کوي تاثرات يې درک کولای شي.

''مونږه په آسمان کښې برجونه جوړ کړې دي او هغه موليدونکي لره ښکلا ګرځولي او د شرل شوي شيطان څخه موپه امن کی کړيدی.'' (الحجر: ۱۶۔۱۷)

(مثال) کله چې مياشت وينو نو مزغو کښې يخې چپې ګردش کوي. کله چې مونږه لمر ته ګورو نو مازغه د لمر ګرمۍ احساس لري. د سپوږمۍ او د لمر نور ليدل په سترګو ليدل پدې معنی ده چې د سپوږمۍ او لمر برداشت منل د حواسو تشخيص دی.

لمر او سپوږمۍ څه دی؟ يواځينی شی چه په اړه ئې پوهېږو داده چې دا سپوږمۍ ده، دا لمر دے. مونږه نور نه پوهه لرو خو پاکې مېرمنې او پاک نارينه پوهېږي چې د لمرنور له کومه راځی؟ او د سپوږمۍ د روښنايی منبع او سرچينه څه ده؟په ساده ژبه انسان او آدميت دوه کرداره دي. دواړه د يو والې باوجود بيل دې.

ii

د انسان ځمکنی لید د آسمان موجودات وینی.

له دوه اړخو جهان لیدلي شی.

۱. د جهان ظاهر لیدل ۲. د جهان له ماهیت سره آشنايي

جهان ظاهری لید په شعوری دایره کښې قرار لري او د جهان باطن لیدل یعنی کاینات په کومو فارمولونو کښې واقع دی، په لاشعور کښې لیدل دي.

په لاشعور کښې انسان ښه پوهېږي چې شکل، حرکات او دننه احساسات یی او هر بسرکې د کاینات څنګه ده. دا پوهه شعورته رسېدلې نه شي ځکه چې د انسان شعورنه پوهېږي چې د خپل لاشعورڅرنګه مطالعه وکړي. که د لاشعور مطالعې توانمندي زمونږ په وجود کښې ویښه شي نو د هر زرې شکل، حرکاتو او دننې حواسو مطالعه آسانېدای شي.

په قرآن کریم فکر سره ذهن خلاصېږي چې ګاینات، د کایناتو خالق جوړه شوې برنامه ده. په دې کښې ټول جهان شتون لرې خو هر شته څیز غیب ظاهر او ظاهر غیب (لید. نه لید، نه لید. لید) دي که د خوب او بېداري نړۍ درک شي نومشکل د یو مشکل په حبث نه پاتې کېږي ځکه چې زنده ګي ظاهر او غیب دې. کله چې د یوې روځې ماشوم لس روځنۍ شي پدې معني چې لس روځې د ظاهر د غیب په پټه روان دے.

له قدرمندو لوستونکو نه هیله ده چې دا مقاله په دقت ولولی له مشرانو او استادانو سره مشوره وکړۍ او هغه څه چې پرې پوهه شي په لس کیرخو کښې ولیکی او را و لیږوۍ. که چېرې اردو یا انګلیسی ژبه کښې ولیکل شي د مفهوم او معانی ښه درک به یې موسسې ته آسان شي.

ظاهر ـ باطن
باطن ـ ظاهر

الله خالق است و جهان خلقت خالق است. وقتی اعتقاد حاصل گردد، نقشه جهان بر ذهن بوجود می آید. نظام اجتماعی جهان بالای ذهن منعکس گردیده تفکر ایجاد میگردد که جهان بساطی است که همه موجودات در آن وجود دارند و تمام برنامه ایجاد جهان برروی این بساط نقش شده است. این همان اعتقادی است که به اساس آن انسان با ماه، ستاره ها و محیط جدا از زمین و موجودات از دیگر روی زمین آشنا می شود.

وقتي به سمت آسمان نگاه می کنیم، ستارگان زیادی را می بینیم ستارگان نه تنها قابل مشاهده است بلکه حواس نورستارگان و خنکی آنها، و درخشندگی آنها و فضای راکه ستاره ها در حال چشمک زدن هستند درک می کنند. به نظر می رسد که روشنی داخل شده است. وقتی به ستارگان نگاه می کنیم این سخن در لاشعور می آید که ستاره ها موجود دارند و تحت یک نظام خاص روی یک بساط قرار دارد. مفهوم آن این است که نگاه انسان می تواند چیز های را خارج از محیط خود ببیند، و در عین حال، حواس که در داخل کار می کند، تاثیرات این چیز ها را درک می کند.

''ما در آسمان برجهایی ساختیم و آن را زینتی برای بیننده گان قرار دادیم و از شیطان مردود آنرا محفوظ نمودیم.'' (الحجر: ١٦ـ ١٧)

(مثال) وقتی ماه را می بینیم، مغز در یک موج خنک به گردش در می آید. وقتی به خورشید نگاه می کنیم مغز گرما را احساس می کند. دیدن نور مهتاب و نور آفتاب به معنای دیدن با چشم و پذیرش برداشت های ماه و خورشید به معنای تشخیص حواس است.

مهتاب و خورشید چیست ؟

تنها چیزي که درباره آن می دانیم این است که مهتاب است، آفتاب است.ما نمی دانیم ، اما زنان و مردان پاک می دانند که نور خورشید از کجا می آید. و منبع روشنی مهتاب چیست ؟ به زبان ساده انسان و آدمی بودن دو کردار بودند. هر داند با وجود یکی بودن جدا هستند.

نگاه انسان زمینی موجودات آسمان را می بیند-

از دو جهت کاینات را خواهیم دید.

۱. دیدن ظاهر کاینات ۲. آشنایی با ماهیت کاینات دیدن

دیدن ظاهری کاینات در دائره شعوری کار دا د و نگاه به باطن کاینات یعنی جهان یعنی که جهان به کدام فورمورل ها قرار دارد

دیدن در لاشعور است. در لاشعور انسان به خوبی می داند که شکل،حرکات و حواس درونی هر زره از جهان چگونه است. این دانش به شعور نمی رسد زیرا شعور انسان نمی داند چگونه شعور خود را مطالعه کند. اگر توانایی مطالعه در وجود ما بیدار شود،مطالعه شکل، حرکات و حواس درونی هر زره آسان تر خواهد بود.

در قرآن کریم ذهن باز میگردد که جهان بر نامه ای ایجاد شده خالق کاینات است که در این بر نامه ای، کل جهان وجود دارد، اما هر چیز موجود غیب ظاهر و ظاهر غیب است. اگر جهان بیداری و خواب درک شود، پس مشکل همچنان مشکلي باقی نمي ماند زیرا زندگی ظاهر و غیب است. وقتی یک کودک یک روزه ده روزه می شود، به این معنی است. که ده روز ظاهر بر روی تسمه غیب راه می رود.

از خوانندگان محترم تقاضا می شود مقاله را با دقت بخوانند، با بزرگان و معلمان مشوره کنند و آنچه را که فهمیده اند در ده سطر بنوسیند. اگر بر زبان اردو و یا به زبان انگلیسی نوشته شود، درک معاني و مفاهیم برای موسسه آسان تر خواهد بود.

ii

matahari dan juga asal usul dan sumber cahaya bulan. Sederhananya, 'lelaki' dan ‘manusia’ adalah dua watak. Walaupun sama, mereka tetap sama sangat berbeza antara satu sama lain. Penglihatan manusia melihat duniawi dan ciptaan cakerawala.

Alam semesta dilihat dalam dua cara.

1- Melihat sisi yang terserlah

2- Mempunyai pemahaman tentang sifat dan strukturnya

Melihat alam semesta, atau sisi yang terserlah, berada di bawah ruang lingkup orang yang sedar. Untuk melihat sisi tersembunyi, atau untuk melihat formula apa mengekalkan alam semesta, melihatnya dari lensa bawah sedar. Orang yang sedar tidak dapat memahami bentuk pengetahuan ini kerana sedar manusia tidak tahu bagaimana mempelajari bawah sedar. Sekiranya kita mengaktifkan kemampuan mempelajari bawah sedar, akan menjadi lebih mudah bagi kita untuk mengkaji ciri-ciri, pergerakan, dan deria dalaman setiap zarah alam semesta.

Musyawarah dalam Al-Quran memperluas fikiran ke tahap yang tepat bahawa seseorang memahami bahawa alam semesta adalah program yang dibuat oleh Pencipta. Program ini mengandungi seluruh alam semesta di dalamnya, tetapi semuanya bergerak dari tersembunyi ke terserlah dan dimanifestasikan ke tersembunyi. Sekiranya seseorang memahami alam tidur dan terjaga, maka ini tidak lagi sukar difahami kerana kehidupan hanyalah tersembunyi dan terserlah. Apabila bayi yang baru dilahirkan menjadi sepuluh hari lama, ini bermaksud bahawa mereka telah bergerak di sepanjang tali pinggang tersembunyi dan dimanifestasikan selama sepuluh hari.

Pembaca yang dihormati diminta untuk membaca karangan ini, perhatikan itu, dan mengambil cadangan dari guru dan penatua mereka. Selepas itu, mereka boleh menulis kepada kami untuk menyimpulkan pemahaman mereka dalam sepuluh ayat. Penyerahan Bahasa Inggeris dan Urdu lebih senang dilakukan kita.

Manifest—Tersembunyi
Tersembunyi—Manifest

Tuhan adalah pencipta dan alam semesta adalah ciptaan-Nya. Imej alam semesta muncul dalam fikiran seseorang setelah kepastian maju.Setelah sistem kolektif alam semesta dipantulkan dalam fikiran, setelah direnungkan, terungkap bahawa semua ciptaan dan program penciptaan kosmik wujud secara keseluruhan dalam yang berbeza kapal terbang.Kepercayaan yang sama ini memperkenalkan seseorang kepada bulan,bintang, atmosfera jauh dari bumi, dan ciptaan selainnya.

Ketika kita melihat ke langit, kita melihat sejumlah bintang yang tidak terhingga. Bukan hanya kita melihatnya, tetapi indera kita juga merasakannya cahaya bercahaya, cahaya berkilauan, ketenangan, dan suasana di yang mereka berkilau seperti berlian. Rasanya seolah-olah mereka bercahaya cahaya menyinari kita dari dalam. Apabila kita melihat bintang-bintang, ia meresap jauh ke bawah sedar kita bahawa bintang-bintang ada dan bergerak di pesawat lain, dipandu oleh sistem tertentu. Ini membayangkan bahawa penglihatan manusia dapat melihat objek yang ada di persekitaran luaran, sementara deria dalaman merasakannya kesan.

> “Dan demi sesungguhnya! Kami telah menjadikan di langit: bintang-bintang serta kami hiasi itu bagi orang-orang yang melihatnya.Dan Kami pelihara langit itu dari tiap-tiap Syaitan yang kena rejam.” (Al-Quran 15:16-17)

Contoh Ketika kita melihat bulan, gelombang sejuknya mulai beredar di fikiran kita. Apabila kita melihat matahari, akal kita merasakannya haba. Untuk melihat cahaya bulan dan cahaya matahari adalah melalui penglihatan kita mata dan untuk melihat kesannya adalah fungsi kognitif dari akal.

Apakah bulan dan matahari? Kami mengenali mereka di permukaan tahap, tetapi kita tidak tahu apa yang dilakukan oleh orang yang dihormati dan soleh. Mereka menyedari kepala pancut yang menyalurkan cahaya ke

ii

las personalidades sagradas saben muy bien cuál es la causa y la fuente de luz del sol o de la luna. En otras palabras, el hombre y el ser humano (personal sagrado) son dos roles diferentes de una misma estructura fisiológica. Un ojo humano observa a la criatura habitante en la Tierra o en los cielos.

Hay dos maneras de ver el universo.

1- Mira la vista aparente del universo.

2- Entiende la naturaleza del universo.

Mirar el arquetipo del universo es la visión inconsciente. Revela los principios rectores detrás del universo. Un inconsciente humano conoce muy concretamente los elementos del arquetipo, su dinámica y sentidos potenciales. El ser humano no es consciente de este consciente, por lo tanto su consciente no sabe cómo llegar al inconsciente. Si alguien puede habilitar estas habilidades, sería fácil conocer los elementos del arquetipo, su dinámica y sentidos potenciales.

Si contemplamos en el Corán Kareem, nos revela que todo universo es un programa del Creador del universo. En este universo, cada objeto revelado en fases de ocultación-revelación y revelación-ocultación. Si los estados de despierto y dormido se pudieran entender entonces todas las otras complejidades se vuelven claras. Porque la vida es revelar-ocultar. Cuando un bebé crece a diez días, indica que diez días están rodando en el cinturón de revelación-ocultación.

Se pide al lector respetado que lea el artículo cuidadosamente, busque consejo de maestros y ancianos. Puede concluir en diez líneas de párrafo. Por favor, escríbanos en inglés o urdu para una comprensión más amplia.

Revelar – Ocultar
Ocultar – Revelar

Alá es un Creador y el universo es la creación de Alá. Cuando se logra una creencia firme entonces se revela una percepción del universo. Una imagen colectiva del sistema universal se refleja en la mente, lo que desencadena el pensamiento inmersivo. Indica existencia de arquetipo del universo. Donde existe el programa para la creación del universo entero y sus criaturas. Esta firme creencia introduce a un ser humano en la luna, las estrellas, otras criaturas de nuestra Tierra y zona más allá de la Tierra.

Contemplamos el cielo con un número infinito de estrellas. No son solo las estrellas, que vemos, sino que podemos sentir la luz de las estrellas, su frialdad, brillo y la atmósfera donde las estrellas brillan. Parece, como todo el brillo imbuido dentro de nosotros. Cuando observamos estrellas, llega a nuestro inconsciente que las estrellas existen y orbitan alrededor sobre un cinturón invisible. Indica que la observación humana puede extenderse más allá de la atmósfera terrestre. La fuente interna de información en el ser humano también percibe la presencia de objetos externos.

> “Sí, hemos puesto constelaciones en el cielo, las hemos engalanado a las miradas; y las hemos protegido contra todo demonio maldito.” (Sura Al Hajr: 16-17)

Ejemplo Cuando miramos la luna, las ondas frías abruman la mente. Cuando miramos al sol, la mente siente calor. Los ojos miran la luz que viene del Sol o la Luna, mientras que la percepción de sus impactos es reconocida por los sentidos.

Qué son el sol y la luna? Sólo los conocemos por su nombre. Pero

ii

«человеческое существо» - это два характера. Будучи одинаковыми, они тем не менее, очень отличаются друг от друга. Зрение человеческое видит как земные, так и свездные творения.

Мы видим вселенную двумя способами.

1- Видеть проявленную сторону.

2- Понимать ее природу и структуру.

Мы видим вселенную, или ее проявленную часть, с помощью сознания. Чтобы видеть ее скрытую сторону, или формулы, которые управляют вселенной, необоходимо смотреть через линзу подсознания.

Сознание не способно охватить эту форму знания, потому что сознательный ум человека не знает, как изучать подсознание. Если мы активируем способность изучать подсознание, нам станет проще постигать характеристики, движения и внутренние чувства каждой частички во вселенной.

Размышления над Священным писанием расширяет ум до такого уровня, на котором человек понимает, что вселенная является программой Творца. Эта программа содержит в себе всю вселенную, и всё движется из невидимого в проявленное и из проявленного в невидимое. Если человек понимает мир сна и бодрствования, то ему несложно осознать, что жизнь - это всего лишь скрытое и проявленное. Когда новорожденный ребенок достигает возраста десяти дней, это означает, что десять дней сдвинулись по конвейерной ленте скрытого и проявленного на десять дней.

Уважаемые читатели, внимательно изучите содержание этой статьи и обсудите ее со своими наставниками и старшими. Затем будьте добры кратко (10 предложений) изложить свое понимание данного материала. Нам будет удобнее работать с письмами, написанными на урду или английском языке.

Проявленное — Скрытое
Скрытое — Проявленное

Бог — творец, а вселенная — Его творение. Образ вселенной поступает в ум человека тогда, когда в нем развита уверенность. Восприняв умом отражение коллективной системы вселенной и размышляя над ней, мы понимаем, что все творения и программы космического творения существуют в своей целостности на каком-то другом плане. Эта же уверенность знакомит человека с луной, звездами, отдаленными от земли пространствами и творениями.

Когда мы смотрим на небо, мы видим бесчисленные звезды. Мы их не только видим, но воспринимаем с помощью чувств их свечение, мерцающее излучение, спокойствие и среду, в которой они сияют, подобно бриллиантам. Создается впечатление, что их сияние зажигается изнутри. Когда мы смотрим на звезды, глубоко в наше подсознание проникает понимание, что звезды находятся и перемещаются на другом плане, руководимые определенной системой. Это означает, что зрение человека способно видеть объекты, находящиеся во вне, одновременно воспринимая их внутренними чувствами.

> «Уже устроили мы в небе поместья из звезд и украсили их для смотрящих. И Мы охранили их от всякого изгнанного сатаны» (Коран, 15:16-17)

Пример Когда мы смотрим на луну, ее прохладные волны начинают циркулировать в нашем уме. Когда мы смотрим на солнце, наш ум чувствует его жар. Мы видим лунный и солнечный свет благодаря тому, что смотрим на них глазами, и мы воспринимаем впечатление от них благодаря познавательной функции наших чувств.

Что такое луна и солнце? Мы обладаем поверхностным знанием о них, но мы не знаем то, что знают духовные и праведные люди. Они осведомлены о первоисточнике, который питает светом солнце, и знают о происхождении и источнике лунного света. Проще говоря, «человек» и

两个字。尽管它们是一样的，但它们彼此却大不相同。人类的视觉看到了地球和天体的创造物。

观察宇宙有两种方式

1- 看到了表现的一面　2-了解其性质和结构

看到宇宙，或其显现的一面，属于意识的范畴。要看到它隐化的一面，或看到什么公式维持宇宙，是从潜意识的镜头来看它。意识无法掌握这种形式的知识，因为人类的意识不知道如何研究潜意识。如果我们激活研究潜意识的能力，我们就会更容易研究宇宙中每一个粒子的特征、运动和内在感觉。

对《古兰经》的思考扩展了人的思想，使人明白宇宙是造物主制定的一个程序。这个程序包含了整个宇宙，但一切都从隐到显，再从显到隐。如果你理解了睡眠和觉醒的领域，那么这就不再难以理解，因为生命只是隐化和显化的交替。当一个新生儿出生10天的时候，这意味着他们已经沿着隐现带活动了十天。

尊敬的读者请阅读这篇文章，请予以注意，并听取老师和长辈的建议。

之后，请写信给我们，用十句话进行总结理解。用英语和乌尔都语提交对我们来说更方便。

隐到显，显到隐
显到隐，隐到显

上帝是造物主，宇宙则是他的创造物。一旦形成了确性，宇宙的形象就会在一个人的头脑中浮现。当宇宙的集合体系在头脑中反映出来之后，在沉思中，它揭示出宇宙创造的所有造物和程序都存在于一个不同的层面中。同样的确性，把人介绍给月球、星星、远离地球的大气层和其他的创造物。

当我们仰望天空时，我们看到了无数的繁星。我们不仅能看到他们，我们的感官也能感知它们散发的光芒，闪烁的光辉，宁静，以及它们像钻石一样闪闪发光的氛围。感觉就好像他们的光辉从内部照亮了我们。当我们看星星时，它渗透到我们的潜意识，恒星是存在的，并运行在另一个平面，遵从一个特定的体系。这意味着人的视觉可以看到外在环境中存在的物体，而人的内在感官则可以感知物体的印象。

> "我们在天上设立众星的大厦，为观看的人将它美化。我们守护着它不受任何恶魔的侵扰。"（古兰经, 15:16 - 17)

比如 当我们看月亮时，月亮的冷波开始在我们的脑海中循环。当我们看着太阳的时候，我们的心会感受到它的热量。看到月光和阳光是通过我们的眼睛看到的，而感知它们的印象是感官的认知。

月亮和太阳是什么?我们在表面上获知他们，但我们不知道受人尊敬和虔诚的人做了什么事。他们知道向太阳提供光线的源头，也知道月光的起源和来源。简单地说，"人"和"人类"是

two characters. Despite being the same, they are very different to one another. The human vision sees the earthly and celestial creations.

The universe is seen in two ways.

1- Seeing the manifested side

2- Having an understanding of its nature and structure

Seeing the universe, or its manifested side, falls under the scope of the conscious. To see its hidden side, or to see what formulae sustain the universe, is seeing it from the lens of the subconscious.

The conscious is unable to grasp this form of knowledge because the conscious of mankind does not know how to study the subconscious. If we activate the ability of studying the subconscious, it will become easier for us to study the features, movements, and inner senses of every particle of the universe.

Deliberations in the Holy Quran expands the mind to the point that one understands that the universe is a programme made by the Creator. This programme contains the entire universe in it, but everything moves from hidden to manifested and manifested to hidden. If one understands the realm of the sleep and wakefulness, then this is no longer difficult to understand because life is but hidden and manifested. When a new born baby becomes ten-days old, it means that they have moved along the belt of hidden and manifested for ten days.

Respected readers are requested to read this essay, pay heed to it, and take suggestions from their teachers and elders. Afterwards, they may please write to us to sum up their understanding in ten sentences. English and Urdu submissions are more convenient for us.

Manifest—Hidden
Hidden—Manifest

God is the Creator and the universe is His creation. The image of the universe transpires in one's mind once certainty is developed. After the collective system of the universe is reflected in the mind, upon contemplation, it is revealed that all creations and programmes of cosmic creation exist in their entirety in a different plane. This same certitude introduces a person to the moon, stars, atmospheres away from the earth, and creations other than them.

When we look up at the sky, we see an infinite number of stars. Not only do we see them, but our senses also perceive their luminous glow, shimmery radiance, sereneness, and ambiance in which they sparkle like diamonds. It feels as if their glowing radiance lights us up from the inside. When we look at the stars, it seeps deep into our subconscious that the stars are present and moving on another plane, guided by a certain system. This implies that the human sense of vision can see the objects present in the external environment, while the inner senses perceive their impressions.

> ”And verily in the heaven We have set mansions of the stars, and We have beautified it for beholders. And We have guarded it from every outcast devil.” (Quran, 15: 16-17)

Example When we look at the moon, its cool waves begin to circulate in our mind. When we look at the sun, our mind feels its heat. To see the moonlight and sunlight is through the seeing of our eyes and to perceive their impressions is a cognitive function of the sense.

What are the moon and the sun? We know them at a surface level, but we do not know what revered and pious people do. They are aware of the fountainhead that feeds light into the sun and also of the origin and source of the moonlight. To put it simply, 'man' and 'human' are

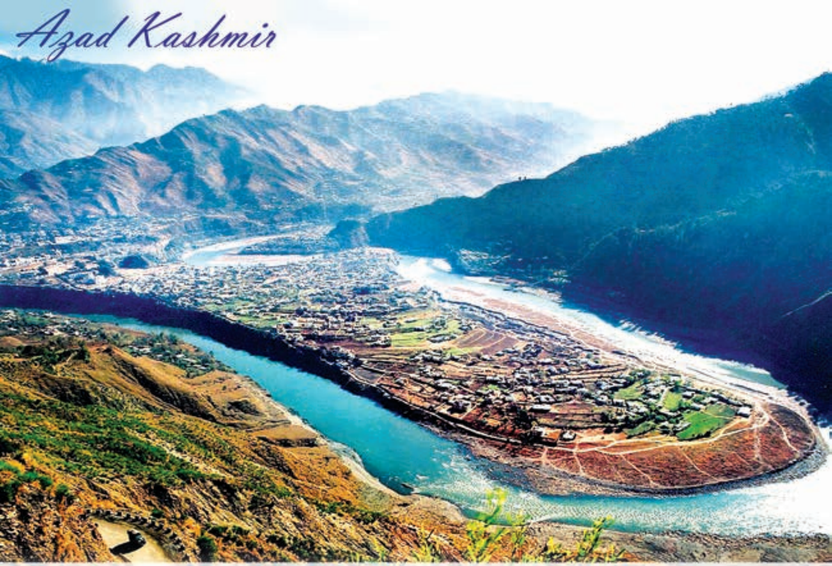

SANGAM HOTEL MUZAFFARABAD
HOSPITALITY IS OUR TRADITION

We serve famous delicious Cuisines, offer Air conditioned Rooms, Suites, well equipped Wedding and Conference hall and great Customer service.

Phone No: +925822444194-5 Fax No: +925822442587
Email:sangamhotel@hotmail.com

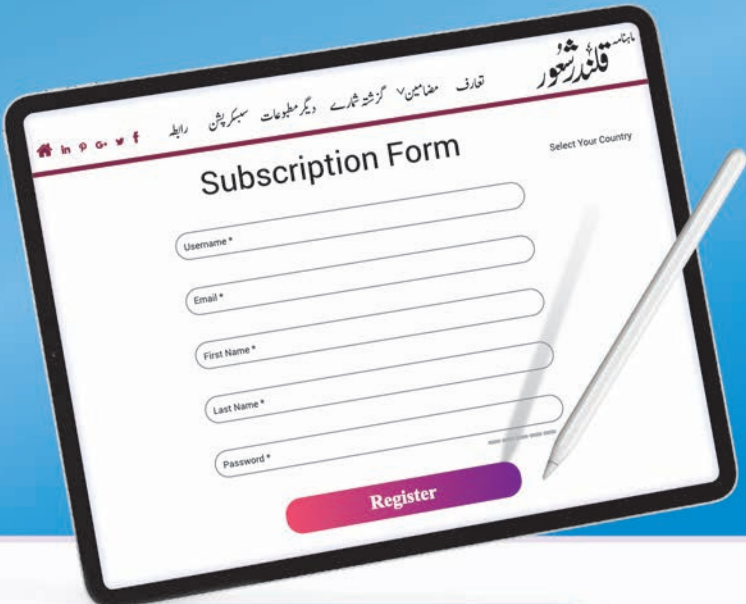

REGISTER NOW

"ماہنامہ قلندر شعور" آن لائن مطالعے کی سہولت حاصل کریں

"ماہنامہ قلندر شعور" ڈیجیٹل ایڈیشن کی سبسکرپشن حاصل کرنے کے لئے ہماری ویب سائٹ پر موجود فارم پُر کرکے رجسٹریشن کے مراحل مکمل کیجئے۔

رجسٹریشن کے بعد آپ بآسانی "ماہنامہ قلندر شعور" کا مطالعہ آن لائن کر سکتے ہیں۔

https://qalandarshaoormonthly.online/

+92(0)2136912020
+92(0)3054435207
Info@qalandarshaoormonthly.online

A Fearless Mind

Two countries were at war. An army general travelled across towns, conquering them with great ease. As he reached a particular town, the general saw that before his army could arrive, everyone in the town had fled — all except a spiritual master.

The general could not hold his curiosity and wanted to know more about the spiritual master. He decided to pay the master a visit. As he entered the spiritual master's residence, he saw that the master remained still. He neither bowed in respect for the general, nor did he move out of the general's way.

Once the general was clear that the spiritual master had no intention of surrendering to his power, he became furious.

Drawing his sword, the general screamed at the master, "Fool! Do you not see that you are standing in front of a man who would not think twice before running his sword through you?"

The master was calm as he replied, "And do you not see that you are standing before a man who is willing to be run through by your sword, without blinking an eye?"

The general was humbled by the master's resolve. He gathered his forces and returned to where he had come from.

The story illustrates the illusions of power and control in our lives. Despite being in possession of an entire army and a superior weapon, the general surrendered to the master whose weapons were within him.

In our day-to-day lives, we observe that people use words and threats, and at times even resort to violence to appear powerful. However, it takes true strength to remain calm and practice nonviolence in the face of such intimidation.

learn, to be able to care for what you have gifted us – these beautiful creatures. Give us the strength to fulfil our duties and care for them," she prayed feverishly.

They both once more spent the entire day researching and learning how to care for the new plants and fish. This time, when they retired to their beds, both of them were restless. Time waits for none, sleep took over, and then it was time to wake up to a new morning. They rushed to the pond and there they saw their worst fear, Aarav was floating dead! They buried him too, but their hearts were heavy.

Deciding to get professional help, they rushed to the nearby fishery and came back with equipment, medicine, and more knowledge than they could have amassed through the internet. Experience in the field is the best teacher that surpasses all theoretical knowledge. They moved Mia, the only surviving fish, indoors. Their attempt at creating a symbiotic relationship in the outdoor pond had failed. The day went by in a tense manner. They kept a vigilant watch over the fish and never let her out of their sight. That night was crucial. Suddenly, she dropped to her knees and said in great remorse, "Forgive me, my Beloved God. I dared to think I could save the fish. I am incapable of looking after this fish which is no more than an inch if it is not your will. Thank you for inspiring me to do what is needed. While I thought it was me who was trying to find solutions for her survival, it was You who was constantly inspiring my heart to do what was right for her. I will sleep in peace today for I know she is under Your will and is protected and loved by You."

The next morning, she woke up with great peace in her heart. She knew everything was just as God wanted. Mia the fish was happily swimming around, occasionally nibbling at her food. "No one can reinstate the balance that mankind messes with, except for God, is it not so, mother?" her daughter asked. She smiled and said, "Indeed. May God keep us always knowing that everything is His will." She remembered a paragraph from the book '*Ahsan-o-Tasawwuf*':

"Praise the Lord! All praises are reserved for the one Entity named God, who is the sole Master of the universe. He is the one who created all creations, and it is He who sustains them by providing for all their needs as their Creator. Every single particle in the universe is obliged to obey the Divine commands. God is the One who is the Master and Lord of everything. Not only is He the Master of everything, but He is Almighty too. He can control everything in His kingdom as He wills. He can bring forth changes as He wishes in the system of creation, and can assign duties to anyone to be in service of others in the operation of the universal system. No creature can interfere with His scheme of things."

looking water lettuce. She knew they were surely going to be coming home with them. When they had finished purchasing the plants, her daughter looked at her, and there was a spark in her eyes that she as a mother instantly recognised. Her daughter wanted to place a few fish in the pond too. She nodded with a smile and went on to adopt three tiny guppies as they were relatively easier to care for. Two of them were in striking black and the third was a contrast to them, sporting a bright orange colour. They were no more than an inch in size. By the time they had reached home, the fish had been named. Aarav the male and Saini and Mia, the females. Her daughter was hugging them like she was handling a newborn. The sight of the instinct of motherhood kicking into her daughter made her extremely happy.

Once at home, the real task began. They had to set up the pond, and then ensure that it was safe for both the plants and the fish. They had no idea what was in store for them. They read and studied the details of how to care for the fish and the plants. They had to strike a balance. Nature when left on its own needs no intervention, but in an artificial, manmade environment, anything and everything can go wrong.

Once they had set up the pond, they stepped back to look at their work, it looked very pretty and eye-catching. They gently let the fish into the water who seemed to swim around vigorously. They were stressed with all the sudden changes in their habitat so she whispered to them, "My apologies my babies. We will do our best to keep you safe and happy." The day went by, the night arrived, and having left food for the fish, they retired to their beds.

The next morning, the pangs of being a new mother took her to the pond and she stood rooted. Saini was floating dead in the pond. Just when she wanted to ensure her daughter did not find out, she heard sobs from behind her. It was too late. Her daughter had followed her to the pond. She hugged her daughter tight and sat her down. "Come, let's give her a respectful burial." She took out a beautiful white planter, poured in some potting soil, removed Saini from the water, gently wrapped her in white tissue paper and placed her in the planter. Offering a prayer over the fish, they both placed a few flowers of tribute, covered it with more soil, picked up a plant with bright red flowers to plant in the planter, and planted it. "Watch over this plant. From now on, it will contain Saini's fragrance. Her body will soon become soil and help the plant thrive. None of us are permanent. We will all go on to discard our physical bodies and go back to God."

They had indeed done something drastically wrong and had to rectify it. "Oh, God! No one can be you! You have designed the perfect mechanism by which, every species is taken care of flawlessly. Mankind has so much to

Commensalism, and Parasitism. While mutualism is where both species benefit, commensalism is when one species benefits and the other remains unaffected, however, in parasitism, while one species benefits, the other is harmed. She sighed thinking how most of mankind had created relationships around them that could be classified as parasitism. Each one of them was trying to benefit from the other, uncaring of how it would end up harming the others. Mankind seemed to be self-centered and extremely short-sighted in their approach to everything around them.

"Well, the fish and plants share a symbiotic relationship. The biggest benefit of a plant to the fish is that it produces oxygen and absorbs the carbon dioxide and ammonia that is generated by the fish through its waste. When the fish is surrounded by aquatic plants, the plants help in balancing the ecosystem and keeping the fish healthy. Look in the direction where the sun shines, you will be able to see the underwater world a little more clearly. See how the plants are providing shelter and security to the fish." She said this as they both moved closer to the area where the world below the surface of the water seemed to be sparkling under the sun's rays.

She continued, "You know when a fish is pregnant, she hides in between the roots of the plants to lay her eggs and the roots then become the protective shield for the newborn fry. The plants improve the water quality by stopping the growth of algae by using fish waste, uneaten food, and other decaying matter. These plants constantly strive to maintain the pH levels of the water. The hydrogen that the plants use while preparing their food increases the pH levels, also, as they absorb the carbon dioxide from water, this also improves the pH levels. Did you know that it is difficult for both the fish and plants to survive without the other? If the fish do not produce waste, the plants will not get their nutrients and can die. And if the roots of the plants do not absorb the fish waste, the water becomes toxic and the fish can die."

Her daughter smiled and said, "Wow mother! There is an entire field of study out there if we go deeper into the aspects of the water world. But, I was thinking, are we not all in a symbiotic relationship with something or the other? We humans also cannot live without the other species and are dependent upon them for our survival. What about the microbes in our body? I had read that there are about 1000 species of bacteria in the human gut and most of them are very important for our health. The microbes in our gut affect our digestion, immunity, and even our central nervous system."

"Indeed! You are right. Everything around us is based on interdependency. Come, let us choose a few plants for our little pond."

She walked towards the lush-

Symbiosis

"No one can reinstate the balance that mankind messes with, except for God, is it not so, mother?" her daughter asked.

She had driven to the local plant nursery with her daughter to pick up a few aquatic plants for the pond she wanted to create in their garden. Summer was around the corner and she wanted to ensure that there was fresh water for the insects, birds, and the occasional stray animals that visited their home. Following the signboard, they made their way towards a large shaded area. In the middle was a beautifully designed pond. There were huge trees planted all around it and the branches seemed to bow down to drink from the surface of the water. What a pretty sight it was! Hundreds of water lilies in different colours stood proud with their stems shooting out of the water surface. Though she was astonished to see the wide variety of plants that were part of the aquatic world, she recognised a few among them, and there it was, her personal favourite, the water lettuce.

She immediately reminisced about when she was a teenager like her daughter was now. One evening, when she had returned home from attending classes at university, she stood surprised next to a huge pond that her mother had created through the day. She had placed many water lettuce in it. "How do you like my surprise?" her mother had asked her, to which she replied with loud squeals of joy and a hug. "This is not everything. Peep inside the pond and more surprises are waiting for you." She remembered peering inside and seeing many types of fish in a variety of colours that seemed to swirl with great delight. That was a memory of one of the happiest days of her life. Secretly, she wanted to recreate the same experience of happiness for her daughter now.

She walked towards a pretty bench that was set up under a huge bottle brush tree. The red flowers had soft spikes and touched her as they swayed in the breeze; it made her smile. She looked at her daughter who was gazing intensely into the water. "What is it that holds your interest?" she asked. Her daughter looked at her as if she had just been snapped out of a spell. "Mother, there are hundreds of fish in the pond. I have not seen a happier lot! How are all these species living with one another so effortlessly?"

The circle of life fascinated her. Most species had a symbiotic relationship between them. Symbiosis means a close relationship between two species in which at least one species benefits.

She had learned in her biology class about the three well-known types of symbiosis – Mutualism,

ماہنامہ
روحانی ڈائجسٹ
کراچی

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے مِلا دیتا ہے

چیف ایڈیٹر: خواجہ شمس الدّین عظیمی

مینیجنگ ایڈیٹر: ڈاکٹر حکیم وقار یوسف عظیمی

روحانی ڈاک میں آپ کے مسائل ومشکلات کا حل پیش کیا جاتا ہے۔

شعور کے پس پردہ لاشعور کی حقیقت کی پردہ کشائی کی جاتی ہے۔

خواتین کی زندگی کو پُرکشش، پرسکون بنانے کے لئے مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

بچوں کے لئے کہانیاں اور بہترین مستقبل کے لئے راہنما اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

دین ودنیا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے روحانی ڈائجسٹ ہر جگہ دستیاب ہے۔

route to the nearness of God. Every word of the Holy Quran contains Divine light. God encompasses everything. As a process of the remembrance of God, one repeats an invocation; the repetition of the 'Will' activates the subconscious, and the unseen realm is revealed.

A patient whose knees were both joined was once brought in the presence of Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) for treatment. As Baba Sahib (RA) placed his hand on the patient's head, the patient shivered and felt three tremors. He was then ordered to stand up. The patient expressed his inability but was ordered again to stand up. The patient mechanically stood up, went down the stairs, and left.

The electrical signals pass through the brain and circulate through the body. When these signals do not pass through an organ, they create a difference in the proportions, which then leads to certain diseases. The friends of God bring in transformation by holding the intention that the disease has left the person and use the pores of their fingertips to transfer the electrical signals of this intention into the patient's brain. The amalgamation of these electric signals then disperse and a balance is reestablished.

Everything is a void and it is composed of fixed proportions. These proportions are the various shapes and forms. While some of these forms are visible to the material eye, many are not. If the amount of sweetness and salt within the blood is not in moderation, the imbalance in their proportions causes high or low blood pressure.

Once Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) put his fingers in a bowl, and the water turned bitter due to an increase in the proportion of salt inside the water.

Abdal-e-Haq Qalandar Baba Auliya (RA) says, "When the conscious system of a person is voluntarily subdued by the unconscious system, unusual things begin to take place. People refer to these unusual occurrences as wonderworking, which is nothing but a spectacle. Spiritual knowledge and spirituality are entirely different from wonderworking. Miracles and wonderworking are at times revealed by one's own choice, however, they do take place involuntarily too. This is a trait within a human that can be activated through practice."

The existence of Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) is one of the secrets of God.

There is a *Hadith Qudsi* (sayings of Prophet Muhammad (PBUH) as revealed to him by the Almighty God) which states the following: "I keep my servants as my friends. I become their eyes, ears, and tongue. Then they hear through me, speak through me, and through me they hold things."

– *Sahih Bukhari*

Qalandar Baba Auliya (RA), brought the frequency of sound to a level at which the sense of hearing and speech was restored in the girl who was deaf and mute.

It was raining heavily. The obedient disciple thought that his master would not come home; hence he shut the door and fell asleep. After a while, when he opened his eyes, he saw that *Abdal-e-Haq* (Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA)) was sitting on a bed. There was no trace of the rain having touched his coat. The disciple asked with great respect, "You travelled from Lawrence Road to Nazimabad (Streets in the city of Karachi, Pakistan) in torrential rains, and yet, the rain has not touched your coat!"

To this, Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) replied, "You will not be able to understand this right now."

All our *senses* from the point of birth to death are called life. In the senses that prevail during the day, time is determined by intervals. For example, a second of time passes, and then the next second passes, and this goes on. There is a gap between these two seconds – this is an 'interval'. In the consciousness of the night, the interval is subdued.

In the realm of sleep, an individual is free from gravity to a certain extent. If one is familiar with this law, the senses of the night are activated during the day. That is, the mind does not accept the effects of the senses of the day during the daytime. This means that *Abdal-e-Haq* has control over time and space.

The disciple saw the angels present before his spiritual master. *Abdal-e-Haq* would give them instructions, after which they would disappear.

The universe has three different species that are answerable for their deeds: Humans, Angels, and Jinns. Their formula of creation is fixed, and their zones are different. The Angels are composed of *Noor* (a stage of Divine light). Every corner of the universe is also illuminated by *Noor.* Mankind is only aware of those things which are perceived by their senses. If the creatures that are not visible to their eyes suddenly appear before an individual, they tend to be afraid.

However, if mankind familiarises themselves with the knowledge that makes them the vicegerent of God, they are elevated to the status of a human, and every creature becomes subservient to them.

One night, Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) was elaborating on the wisdom that is revealed by God Almighty in the verses of the Quran. He then asked his disciple to recite a certain verse seven times. Upon reciting for the seventh time, the veil was removed, and God was witnessed in everything.

The senses of the night (subconscious senses) are the

this very command becomes the mechanical movement within that object. At this point, one must ponder on what the nature and style of the manifestation of the object are. In actuality, the nature of the object is the concepts that are present in the Will of God. However, these concepts are not in sequence. The absence of a sequence implies that they are spread infinitely. When the Will of God conceived the concept of an object from the infinite, the object took a form. The form of the object then became a piece of knowledge and this knowledge is a word. That is, when the collective concepts of a particular object were molded into knowledge, they were called words. The existence of an object was grasped by words, and the words pulled it out of the veil of *Kitab al-Mubeen* (The Clear Book)."

– Book: *Loh-o-Qalam*

Once, a girl who was deaf and mute by birth was brought in the presence of Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA). Addressing the girl, he asked her for her name. When she did not answer, he asked her again. Getting no reply yet again, he asked her for her name the third time, but in a firm tone, and the girl began to speak.

Dear readers! Sound waves enter the ear and travel through three different parts before entering a fluid within the ear. The movement of the fluid creates electrical impulses that then travel along a nerve to the brain. In reaction to this, the brain responds, or the sense of hearing is activated. The environment also contains sound waves that are beyond the frequency range that is audible to human beings. Humans can detect frequencies that range approximately between 20Hz to 20kHz and cannot hear frequencies that are outside this range – that is, one cannot hear frequencies that are less than 20Hz or more than 20kHz.

Light travels in waves, and these waves have different wavelengths and frequencies. Light waves with a shorter wavelength have higher frequencies and vice versa.

Sound establishes the relationship between speech, hearing, and sight and collectively, they draw one's attention towards an object. While on one hand, the imbalance in the proportions of speech, hearing, and sight can cause deafness and muteness in people, on the other hand, the environment in which a mother lives influences the development of a child in the womb and can result in deafness and muteness too.

Electromagnetic waves do not need a medium to travel and can move forward without water and air. If the frequency of these waves increases to a certain extent, they are referred to as rays that travel straight. Due to the short wavelength and higher frequency, these rays can easily penetrate matter.

The knower of the formulae of creation, the great scientist, Huzoor

The Power of Intention

If mankind familiarises themselves with the knowledge that makes them the vicegerent of God, they are elevated to the status of a human, and every creature becomes subservient to them.

The conscious mind seeks a scientific explanation for everything. Science is a quest for understanding the basis of the existence of any object and the wavelength at which it exists so that the conscious mind can comprehend the spiritual sciences.

Spirituality is a knowledge that is free from variation. One regards the unusual acts demonstrated by the mystics as wonderworking. A miracle or a wonderworking, is in fact, the law or formula of the fixed proportions that create an object.

The wonderworking of Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) behold the secrets of the *Tajalliyat* (a stage of Divine light) and are elaborated in great detail in the book '*Tazkara Qalandar Baba Auliya (RA)*'. An attempt has been made to explain a few of these in this article.

Once it so happened that a cat devoured a pigeon. However, through the graceful intervention of Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA), the pigeon was resurrected.

This universe is the knowledge of God's attributes. And, His attributes are active at all times in the form of light and construct the different forms of creation. By pondering over the signs of God, one becomes familiar with the knowledge of the universe.

Each creation moves from the state of existence to nothingness and from nothingness to existence. And, every object is a composition of certain proportions; God grants the knowledge of these proportions to his pure servants.

"As for those who strive in Us, We surely guide them to Our paths, and lo! God is with the good."

(Quran, 29:69)

Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) is amongst those who are close to God and are aware of the *Amr* (the Divine Order). Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) was aware of the proportions that make a pigeon and hence worked upon those proportions to bring the pigeon back to life.

"The secret of creation is described in the Holy Quran:

'But His command, when He intendeth a thing, is only that he saith unto it: Be! and it is.'

(Quran, 36:82)

When one meditates upon this verse, it reveals the method that activates the secrets that are hidden within a word.

When '*Kun*' (Be!) is commanded by God, the Most Exalted, He addresses something that is not yet manifested. But when He commands the object to manifest,

of the process of impermanence is — how one went through the mechanism of diminishing and growth and became 10 years old.

The process of growing and diminishing occurs involuntarily, therefore, being in the conscious state of mind, one remains unaware of the mechanism behind it.

If one has grown up to be 10 years old, then for sure the 10 years have also diminished and gone back to the stage from where they are arriving.

Through the process of nurturing, as one does not pay attention to the mechanism of growth and diminish, nor to the hidden and manifested, space gets created between spiritual nurturing and physical growth. Hence, at the age of 10 years, the understanding of the inner conscious is not equal to the external conscious.

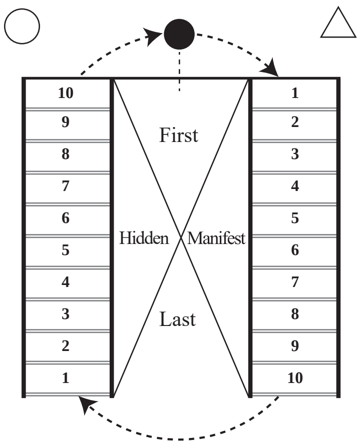

It is the right of the readers to ask questions.

If one would pay attention to nurturing one's inner while nurturing the body, an individual would have crossed the various stages of the conscious and witnessed the system of the subconscious.

Respected readers! You have read the formula for a successful and unsuccessful life. Read the article once more and use at least five keys to open the lock.

May God protect you.

present their understanding of what they learned in 364 days by answering the questionnaire in three hours, they do not progress.

Though the nature of the test differs everywhere, the procedure is the same. Life tests our ability of endurance, and spirituality offers the strength that is needed for it. The mind of a disciple becomes stronger when it is aligned with their spiritual master. Otherwise, the disciple remains in doubt. One attains the warp and wefts of spirituality through focus, in other words, the first lesson of spirituality is concentration. Through focus one can attain the knowledge of the creation.

> "This is the Book whereof there is no doubt, a guidance unto those who are pious. Who believe in the unseen, and establish worship, and spend of that We have bestowed upon them." (Quran, 2:2-3)

Apart from the resources that one needs for the nourishment of the body, the resources of knowledge are also included in the provisions. Just as nutrition is a requirement for the nurturing of the body, the soul also wants to absorb the waves of the resources.

One of the meanings assigned to the spending of the resources provided by God is, "Acquiring the knowledge of creation, and disseminating it amongst the creatures." This knowledge is acquired only by those whose thinking pattern is free from doubt. The knowledge of creation activates clarity and the ability to comprehend; it strengthens the person and lifts the veil of the limited thinking pattern which blocks the path of witnessing the universe. An individual thinks that they are seeing the universe, while in reality, what one witnesses is according to how one sees things.

• • ——————— • •

The spectacle of limited vision sees impermanence in every creature, while the world of faith reveals that there are no changes or pauses in "the knowledge of the proportion of things". By impermanence it does not mean that the creature has changed, it means that the same shape and form of a creature presents itself over and over again in different ways. When one is introduced to someone that they are seeing after a decade, though the memories open up, they have no idea where the 10 years have passed.

The law is that every creature is diminishing, growing, and that the creature that is growing is disappearing, however, an individual remains unaware of their diminish and growth. They are going through impermanence, but see the strength of their abilities. They do not have the power to see the mechanism of this impermanence. Though being 10 years old is a result of the impermanence, however, the witnessing

spent time with their families smiling and being happy, they would never miss a garden. If one's son had only given importance to finding a job without placing the criteria of the desired standard, he would have eventually experienced prosperity through it. And so, what if one's children could not be educated in well-known schools? If one would have educated and trained their children well to think, understand, write, and express themselves; if they would have read out books to them, and led their life as per the guidance of the last Prophet Muhammad (PBUH), their children would have been more distinct than other children. Education is not limited to the flow of money nor is it limited to well-known schools. Even with limited money, one can lead a very good life and all of their troubles get hidden under a fistful of soil.

If the daughter of the poor is not in peace at her in-laws, neither is the daughter of the rich even after being given millions in dowry. It is a common complaint that one's son is not assisting in operating the business, however, the son surely worries about his share of inheritance as soon as he gets married. Even those who have properties are stressed due to financial and societal issues. These issues are of various kinds, however, they are not related to wealth; rather they are related to one's attitude.

When one reads these examples, their mind turns towards those with whom they are not in good terms. This is the very reason for failure and intellectual incompetence. As one does not introspect and look inwards, they do not develop the tolerance to realise that the individual is one, however, their status differs everywhere. A son, brother, father, husband, and son-in-law are the roles of a man. A woman, on the other hand, plays the role of a daughter, sister, mother, wife, and daughter-in-law, all at the same time. Every individual is in unity internally, and experiences multiplicity externally. When we introspect and look inwards, we can see our attitude with clarity. On the other hand, when we look outwards, the multiplicity of the roles that we play takes us further away from being retrospective.

• • ——————— • •

Exams are conducted to assess one's intellect. The annual test held in the college and universities is to gauge the extent of our excellence achieved over the 364 days that were allotted to us.

In the current system of education, the duration of three hours is considered equivalent to 364 days. If the results are not as expected, then the student repeats the first grade for one more year. Until one does not

Message of the Day

Every moment in life is a test and no individual can progress to the next stage without passing through them. A child grows up to be an adult and an adult steps into old age. If an individual does not learn to adapt to the adverse situations while they pass through the various stages in life — childhood, adulthood, and old age — they continue to remain as students of first grade in the school of life. Let alone the major issues, these individuals are not able to sort out minor problems too. They become so closed-minded that they view things through the entangled web of narrow-mindedness.

People complain about being humiliated by a certain person. And if one asks what was said to them, they reply that the person referred to them as a fool. When they are asked if they consider themselves a fool, they immediately shake their head to say no. If one is not a fool, why then are they stressed when they are referred to as fools?

The fact is that one does not have the patience to listen to the views that are in conflict with their temperament.

If one's intellectual development is not nurtured as per one's age, then their ability to sort matters gets overpowered and their life remains confined to the trends that are passed down from generation to generation. They begin to weigh the pros and cons and view everything from the point of material gain. They say, "If I had money no one would have dared to be disrespectful towards me. My daughter would have been happy in her home. My son would not have to move hither tither in search of a job. Everyone in the house would have lived in agreement with each other. The children would be educated in good schools. We would have a large mansion as home and I would walk in the spacious garden that would be adjacent to it. In the evenings we would set the tables for tea. Each of our problems would have been sorted and we would all live smiling and happy. If only we had wealth!"

Passing through the oscillations between "If I had this" and "If I had that", man climbs the stairs of the "Hidden and Manifest" and one day exits this world. The resources that they connected with wealth, were they not available for their expenditures even without money?

If one would have taken a morning walk in the nearby parks and

Contents

Message of the Day	K. S. Azeemi	156
The Power of Intention	Dr. Zubair Ahmad (Ph.D)	152
Symbiosis	Bibi Anuradha (UAE)	147
A Fearless Mind	Nida Shahzad	143
Teachings of Qalandar Baba Auliya[RA] in 11 Languages	From Editor's Desk	140

"God remains in service of His creatures. If you wish to be friends with God, then serve His creations."

Vol 9 Issue 12 | January 2022 | Jumada-al-awal Jumada-al-thani 1443AH

بسم الله الرحمن الرحيم

Monthly Karachi

Qalandar Shaoor

Neutral Thinking

(Urdu — English)

Patron in Chief

Huzoor Qalandar Baba Auliya RA

Chief Editor

Khwaja Shamsuddin Azeemi

Editor

Hakeem Salam Arif

Circulation Manager

Muhammad Ayaz

Furnished by Azeemi University Press. Shah Alam Azeemi, the Publisher has published it at Ibn-e-Hasan Offset Printing Press, Hockey Stadium, Karachi and disseminated at Surjani Town Karachi.

Rs.100/- Per issue. Annual subscription Rs.1490/- with Reg. Post (Domestic), US$ 70/- (International)

Contact: B-54, Azeemi Mohalla, Sector 4-C, Surjani Town Karachi, Pakistan. Ph: +92 (0)213 6912020

- Domestic/Commercial Independent solar systems
- Solar Powered Street Lights
- Solar Tube well pumps
- Hybrid solution for Telecom sector/BTS towers
- Large Scale Photo Voltaic plants

SOLAR SOLUTIONS

CCTV

COMMERCIAL

RESIDENTIAL

SAMSUNG   alhua TECHNOLOGY

Cummins

Power Generation

DIESEL GENERATORS

We offer best IT solutions to meet your needs!

GUIDELIGHT BUSINESS SOLUTIONS

We Offer Sustainable Solutions...

Jawad Tower, Block-B, 4th Floor, Flat # 6, University Road, Peshawar-Pakistan. **Ph#** 091-5711454

E-mail: info@gbs.com.pk , azeemi.moon@gmail .com **web:** www.gbs.com.pk

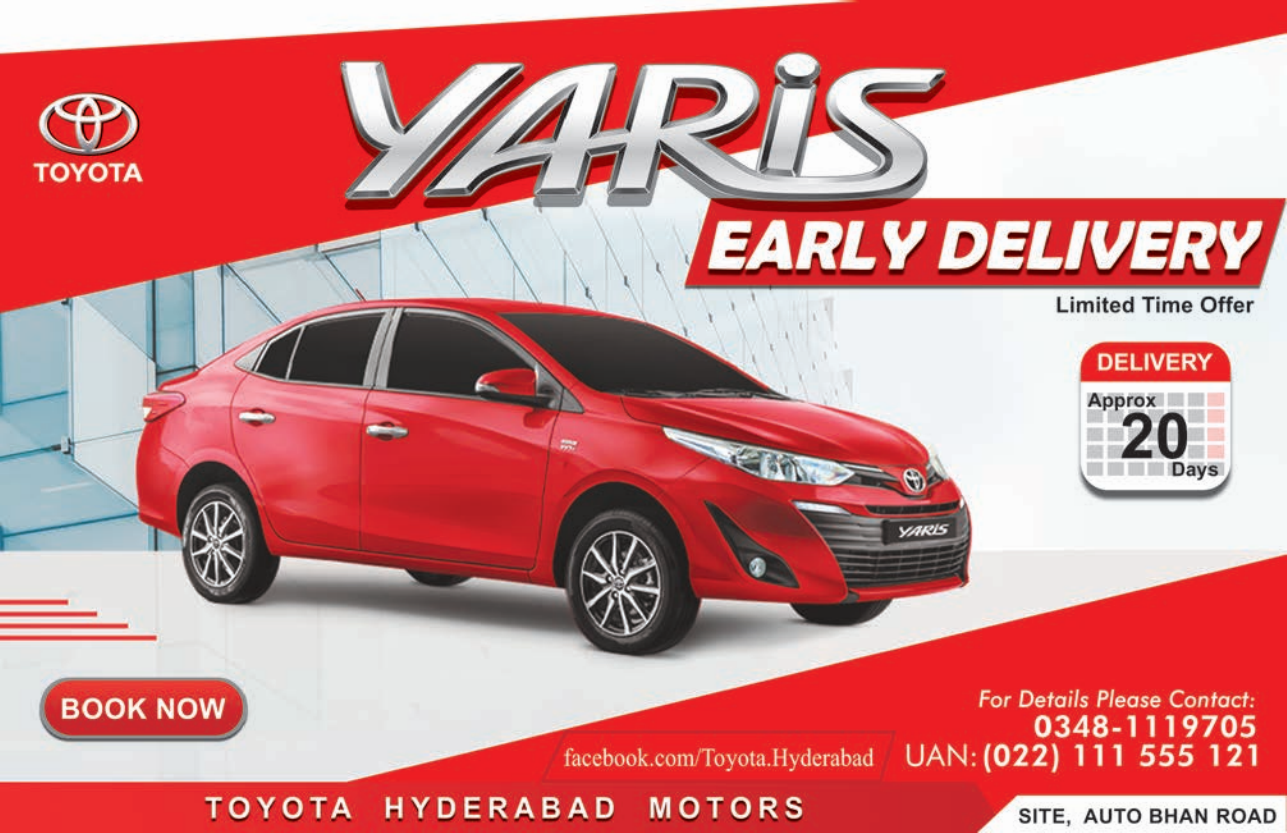
TOYOTA
YARIS
EARLY DELIVERY
Limited Time Offer
DELIVERY
Approx
20
Days
BOOK NOW
For Details Please Contact:
0348-1119705
UAN: (022) 111 555 121
facebook.com/Toyota.Hyderabad
TOYOTA HYDERABAD MOTORS
SITE, AUTO BHAN ROAD